READER BURAQ

میں چاند سی

تحریر: جے نکہت

کتنی معصوم خواہش ہے اس دیوانی لڑکی کی
چاہتی ہے محبت بھی کرے اور خوش بھی رہے۔

وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح ہوسپٹل سے عنایت ہاؤس لوٹ آئی تھی۔ جہاں پورا عنایت ہاؤس اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ بلکل اسکے وجود میں سرایت کر رہی خاموشی کی طرح۔ اس نے گھر میں داخل ہونے کے بعد بھی لائٹ اون کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

جب انسان کے اندر خاموشی اور اندھیرے نے اپنی حکومت قائم کر رکھی ہو تو پھر اسے فرق نہیں پڑتا باہر اندھیرے ہے یا اجالا خاموشی ہے یا شور۔

اسکا حساب بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اسکی اجڑی ہوئی حالت قابل رحم تھی۔ وہ جو کبھی بنا دوپٹہ کے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی آج دوپٹہ سے بے نیاز تھی۔ دوپٹہ شائد داخلی دروازہ پر ہی چھوٹ

گیا تھا۔ ہمیشہ چٹیا یا پھر جوڑے میں قید رہنے والے خوبصورت کالے گھنے بال اب کچھ پشت پر اور کچھ سینے پر بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔۔ روشن آنکھیں دو دن سے مسلسل رونے کی وجہ سے سوج گئی تھا۔ اس پر تھکن اور ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیوں کے بوجھ سے نڈھال وجود۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ اسنے اپنے کمرے کے بجائے اسکے کمرے کی راہ لی تھی۔ شائد آخری بار اس کے کمرے کو دیکھنا چاہتی تھی وہاں کی خوبصورت یادیں تازہ کرنا چاہتی تھی اسکی خوشبو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ وہ سیدھا چلتی ہوئی بیڈ کے اس سائیڈ پر آئی تھی جہاں وہ سویا کرتا تھا۔ اسکے تکیے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسی پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔

جس کے لیئے دو دن سے وہ سجدے میں جھکی صرف اسکے لوٹ آنے کی دعا کر رہی تھی کے وہ جب سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو اسکی اینجل کی پکار پر اٹھائے۔ لیکن جب اس نے سر اٹھایا۔ اینجل کی کہانی ہی ختم ہو چکی تھی۔

ہماری کہانی ہوسپٹل سے شروع ہوئی تھی زری اور شائد اسے وہیں اپنے اختتام کو پہونچنا تھا۔ وہ اب اسکی تصویر سے ہم کلام تھی۔ اور ساتھ ان خوبصورت دنوں کی یادوں میں کھو گئی۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔ آسمان پر ہلکی ہلکی سورج کی لالی پھیلی ہوئی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد وہ نیند کی شیدائی آج خلاف معمول لان میں چہل قدمی کے لیئے آئی تھی۔ یہ اسکی خود کو اپنا میشن کے پورا کرنے تک جگائے رکھنے کا ایک طریقہ تھا۔

ہاا۔ مشال نے مشکل سے اپنی مسلسل آرہی جمائیوں کو روکتے ہوئے تقریباً پندرہ منٹ میں پچاسویں مرتبہ اپنے سمارٹ فون میں ٹائم دیکھا تھا۔

افف اللہ ابھی تو صرف 6 : 17 ہورہے ہیں۔ مشال دھپ سے گھاس پر بیٹھتی اپر سیکنڈ فلور کی گرے پردوں والی کھڑکی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

مشال تمہیں اس مرزاالطونی کو ہر حال میں روکنا ہے۔ وہ دوبارہ اپنے آپ کو باور کراتی فون پر الارم لگا کر وہیں گھاس پر لیٹ گئی۔

الارم کی آواز پے مشال نے پہلے سائیڈ پر ہاتھ مار کر الارم بند کرنا چاہا اپنے دانست میں وہ سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مار رہی تھی۔ محترمہ یہ فراموش کر بیٹھی تھی کہ وہ اپنے نرم گرم بستر پر نہیں بلکہ گارڈن کے نرم گرم گھانس پر آرام فرما رہی ہے۔

افففف مشال کیا بنے گا تمہارا۔ فون کی سکرین پر سات بجے کا وقت دیکھ کر مشال نے فوراً گھر کے اندرونی حصہ میں دور لگائی تھی۔ پھر سیڑھیوں کے پاس رکھے گلدان کے پاس سے اپنی مطلوبہ ضروریات کی چیزیں اٹھاتے ہوئے بنا آواز پیدا کیئے سیڑھیاں چڑھ کر بڑے سے راہ داری سے گزرتے ہوئے اپنے مطلوبہ مقام پر پہونچ کر ایک بار دونو جانب سر گھما کے راہداری کا اچھے سے جائزہ لیا۔ پھر جیکیٹ کے جیب سے چابی نکال کر احتیاط سے دروازہ کھول کر اسی احتیاط سے اندر داخل ہوئی بیڈ پر مہو خواب وجود کو دیکھ کر چہرے پر جاندار مسکراہٹ نے جگہ لی تھی۔

ہیلو مسٹر مرزا الطوفی کیسے ہیں آپ؟

اچھے ہی ہونگے برا تو آپ لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

نیند اچھی آئی۔ ایک اور سوال۔

آئے گی ہی نیندیں تو آپ دوسروں کی حرام کرتے ہیں۔ مشال دانت پیس کر بولی۔

ویسے آپ کو بہت شوق ہے نا لوگوں کے چہرے کے رنگ اڑانے کا۔ لیکن آج دیکھئے گا مشال عنایت کیسے آپ کے چہرے پر رنگ بھرتی ہے۔ مشال پینٹنگ پیلیٹ کی طرف اشارہ کرتی اتنی

دھیمی آواز میں بول رہی تھی کے شائد وہ خود بھی بہت مشکل سے سن پا رہی تھی۔ پھر گھڑی پر نظر پڑتے اپنے فر فر چلتی زبان پر لعنت بھیجتی کام پر لگ گئی۔

وہ اب کمال مہارت سے اپنے ہاتھوں کو چلا رہی تھی۔ ساتھ یقین دہانی کے لیئے ایک نظر اپنے کام پر بھی ڈال رہی تھی۔

تقریباً دس سے بارہ منٹ میں اسنے اپنا کام مکمل کیا تھا۔ اپنے آپ کو داد دیتی اس لمحے کو یادگار بنانے کیلیئے دو تین سیلفی بنا کر وہاں سے واپسی کی راہ لی۔

واہ مشال جی واہ۔ توسی گریٹ ہو جی۔ مشال اپنے کمرے کے بیڈ پر کودتے ہوئے سرشاری سے بولی۔ آنکھوں میں نیند کے خمار کے ساتھ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کی خوشی بھی تیر رہی تھی۔ کچھ ہی منٹ بعد وہ نیند کی وادیوں میں اتر چکی تھی۔۔

اسلام علیکم ماما۔ پری کھانے کا ٹرے تھامے کمرے میں داخل ہوئی تھی جہاں بیڈ پر اسکی بیمار ماما محبت پاش نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

صبح بخیر بچے۔ صباء بیگم پری کی صبیح پیشانی چوم کر بولیں۔

صبح بخیر ماما۔ پری نے بھی وہی عمل انکے ساتھ دہرایا۔

ماما چلیں آپ ناشتہ کریں اور میڈیسن لیکر آرام کریں۔ پھر میں کینٹین کیلیے نکلتی ہوں۔ آج زرا جلدی جانا ہے پاس کالج کے بچوں نے آج ہمارے کینٹین میں لنچ پارٹی ارینج کی ہے۔ سو آج میں شائد لیٹ گھر لوٹوں۔ وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کراتے ہوئے ساری تفصیل سے بھی آگاہ کر رہی تھی۔

پری بچے آپ ایسا کیوں کر رہیں ہیں؟ صباء بیگم نے پھر ایک بار کوشش کرنی چاہی۔

کیا کر رہی ہوں میں ماما؟ پری انہیں پانی پلاتی انجان ہوئی۔

بیٹا آپ کینٹین کی زمداری نورجہاں کو دیکر اپنی تعلیم کیوں پوری نہیں کرتی۔ اتنے اچھے نشانات ہیں آپ کے آپ کسی بھی اچھی یونیورسٹی میں اڈمیشن لے سکتی ہیں۔ بیٹا تعلیم زندگی میں سانس لینے کی طرح اہم ہوتا ہے۔ جس طرح سانس نا لینے سے انسان اپنی زندگی ہار جاتا ہے اسی طرح تعلیم کے بغیر انسان دنیاں کے اندھیروں میں خود کو ہار جاتا ہے۔ اس دنیاں میں ایک عزت دار زندگی جینے کے لیئے تعلیم بہت ضروری ہے۔ صباء بیگم پری کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر رسان

سے سمجھا رہیں تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں انکی زندگی کا اب کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اور اپنی پیاری بیٹی کو دنیاں میں یوں رولنے کے لیئے نہیں چھوڑ جانا چاہتی تھی۔

ماما یار کیا ہوگیا ہے۔ اب آپ کی بیٹی پوری طرح جاہل تو نہیں ہے۔ بیچلرس کی ڈگری ہے میرے پاس۔

بیٹا اس دور میں گریجویشن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے کم از کم ماسٹرس تو ہونی ہی چاہیئے۔ انہوں نے ایک اور کوشش کی۔

ماما آپ بتائیں کیا کروں میں۔ گریجویشن ہی میں نے بہت مشکل سے کیا ہے۔ یونی میں ہو کر بھی میرا دھیان نا کلاس پر ہوتا ہے اور نا کسی اور کام میں۔ وہاں ہو کر بھی میں وہاں نہیں ہوتی۔ میرا پورا دل دماغ گھر اور آپ ہی پر ہوتا ہے۔ ہر وقت دل میں ایک ڈر سے بیٹھا ہوتا ہے کی آپ کیسی ہونگی۔ کیا کر رہی ہونگی میڈیسن لی کی نہیں۔ اب آپ بتائیں ایسے بوڈی پریزنٹ مائنڈ آپسینٹ رکھ کر میں
نے کیا پڑھنا ہے۔ یہاں کینٹین گھر کے قریب ہے پھر بھی میرا دھیان آپ سے ایک پل کے نہیں ہٹتا۔ پھر چھ مہینے میں میں نے کینٹین کا کام اچھے سے سیکھ لیا آپ جہان آنٹی سے پوچھ لیں۔ بس پڑھائی کی بات نا کریں میں چاہ کر بھی آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی۔ پری بے بسی سے بھیگی آواز میں بولیں۔

بیٹا آپ کو حالات پر بھی تو دھیان دینا چاہیئے نا میں آج ہوں کل نہیں۔ اور اگر کل مجھے کچھ ہو جاتا ہے۔ تو میں چاہتی ہوں کی میری چاند سی اس قابل ہو کی وہ دنیاں کا اکیلے مقابلہ کر سکے اسکے لیئے آپ کا خود مختار ہونا بہت ضروری ہے بیٹا۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا۔ صباء بیگم اسے کس دل سے یہ سب سمجھا رہی تھی یہ وہی جانتی تھیں۔ وہ جانتی تھیں انکی بیٹی نے کبھی اس گاؤں سے باہر کی دنیاں نہیں دیکھی ہے کبھی کسی مرد سے بات نہیں کی ہے لیکن انکے جانے کے بعد اسے یہ سب کرنا ہے۔

ماما ایسے تو نا کہیں آپ میری دنیاں ہیں۔ میرا آپ کے سوا ہے ہی کون۔ پری روتے ہوئے انکے گلے لگی۔ اسکی ماما اسکی کل کائنات تھی۔ اسنے کبھی ان کے علاوہ کوئی رشتہ دیکھا ہی نہیں بابا تو جب وہ پانچ سال کی تھی تب ہی اس دنیاں فانی سے کوچ کر گئے تھے۔

بیٹا میرے بولنے سے کیا ہوتا ہے۔ سب نے ایک دن جانا ہے۔ اور جو بیماری آپ کی ماما کو ہے۔ وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ انہوں نے پھیکی مسکان لبوں پر سجائی۔

ماما میں پیسے جمع تو کر رہی ہوں آپ دیکھنا بہت جلد آپ کا اوپریشن ہوگا اور آپ بالکل ٹھیک ہو جائینگیں۔ وہ پر جوش ہوئی۔ اب صباء بیگم اسے کیا بتاتی کے دل کا مرض جیسی بیماری کسی کے پیسے جمع ہونے تک کا انتظار نہیں کرتا۔

پری کو خود سے الگ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے تکیہ کے نیچے سے ایک پرانی ڈیری نکالی۔

بیٹا اس ڈائیری کے لاسٹ پیج پر ایک نمبر ہے۔ جب کبھی بھی میری طبعیت خراب ہو پہلے اس نمبر پر کال کر کے انہیں بتائے گا صباء ہوسپٹل میں ہے۔ صباء بیگم نے پری کے الجھے چہرے سے نظریں چراتے ہوئے ڈایری اسکے ہاتھ میں تھمائی۔

ماما یہ ہیں کون؟ جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے کہا تھا کی ہمارا کوئی رشتہ دار وغیرہ نہیں ہے۔

صباء بیگم نے بچپن میں ہی پری کو بتایا تھا کی وہ اور پری کے بابا دونوں ہی ایک لوتے تھے سو انکا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔
آپ کینٹین کے لیئے لیٹ ہو رہیں ہیں۔ یاد سے ناشتہ کر کے جائے گا۔ وہ پری کے سوال کو نظر انداز کرتی دوسری طرف رخ موڑ کر دراز گئی۔ پری انکی پشت پر ایک نظر ڈال کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

کیونکہ صباء بیگم اس سوال پر ہمیشہ ایسے ہی نظریں چراتی تھیں۔

ماما

ماما

مرزا دندناہوا ڈائینگ ٹیبل پر ناشتہ کر رہی حباء بیگم کے پاس آیا تھا۔ جہاں سب بیٹھے آج سنڈے ہونے کی وجہ سے دس بجے ناشتہ کر رہے تھے۔

کیا ہوا چلّا۔ ہاہاہاہا۔ یہ تمہارے۔۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ چہر۔۔۔ے۔۔ کو ہاہاہا۔ انکے اس طرح ہنسنے سے باقی سب بھی متوجہ ہوئے تھے۔ اور مرزا کی شکل دیکھ کر ان سب کا بھی حباء بیگم کا ہی حال ہوا تھا۔ سب اپنا اپنا ناشتہ چھوڑ کر منہ پر ہاتھ رکھے ہنسے جا رہے تھے۔ جبکہ احتشام اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر دونو ہاتھوں کو پشت پر باندھے کمرزا کے گرد چکر لگاتے ہوئے اسکا تفصیلی جائزہ لے رہا تھا۔

براؤن کلر سے رنگی ہوئی پیشانی شاکینگ پنک کلر سے رنگے دونو گال اس پر لال رنگ سے پینٹ کی ہوئی ناک جس پر وائٹ پینٹ کی مدد سے اسمایلی بنایا گیا تھا۔

چاچوکس میک اپ ارٹیسٹ نے آپ کے چہرے پر جو کر میک اپ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے ؟ احتشام نے اپنا جائزہ مکمل کرتے ہی سوال کیا۔

موٹے اپنا منہ بند رکھو۔ مرزا نے اسے گھورا تھا۔

ماما وہ چھپکلی کہاں چھپی بیٹھی ہے۔ میں اسے آج چھوڑونگا نہیں۔ مرزا دانت پیس کر بولا اسکا بس نہیں چل رہا تھا کی مشال کو شوٹ کردے۔

لیکن مرزا ہمارے گھر میں کوئی چھپکلی تو نہیں ہے۔ صابر مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔

بھائی آپ نہیں جانتے ایک ہے۔ لیکن آپ فکر نا کریں۔ مرزا سب کی ہنسی روکنے کے وجہ سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر خود پر ضبط کرتا ہوا بولا۔

میں اس چھپکلی کا انہیں ہاتھوں سے قتل کرونگا۔ پھر اسکا مقدمہ بھی میں نے خود ہی لڑنا ہے۔ مرزا اپر اسکے کمرے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

چاچو لیکن ابھی ہماری حکومت اتنی انصاف پسند نہیں ہوئی ہے ۔ جو چھپکلی کے قتل کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے مقدمہ چلائے ۔ احتشام نے اسکی معلومات میں اضافہ کرنا ضروری سمجھا ۔

لیکن بیٹا میں پھر بھی اس چھپکلی کا شکار کرونگا ۔ مرزا اس چھوٹے وکیل کو گھورتے ہوئے بولا ۔

چاچو آپ کو شرم نہیں آئے گی اتنے بڑے لویر ہو کر ایک معمولی سی چھپکلی
کا شکار کرتے ہوئے ؟ ۔ احتشام نے پھر سوال کیا ۔ البتہ باقی چاروں نفوس خاموشی سے احتشام دی لویر کا جرح کرنا ملاحظہ فرما رہے تھے ۔

موٹے تجھے آج ہی یہ ثابت کرنا ہے کی تو جج کا پوتا وکیل کا بیٹا اور بھتیجا ہے ؟ مرزا اسکے بے تکے سوالوں سے زچ ہوا ۔

مجھے ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے چاچو میں اتنا اچھا جرح کرتا ہوں کی لوگ خود ہی پوچھتے ہیں بیٹا آپ کے ڈیڈی کیا کام کرتے ہیں ؟ ۔ احتشام مصنوعی کالر اٹھا کے بولا ۔

چپ موٹے ابھی زمین سے اُگے نہیں ہو اور چلے ہو جرح کرنے ۔ اب یہ بتاؤ تمہاری وہ چھپکلی پھوپھی کہاں ہے ؟

آپ نے مجھے موٹا بولا کیوں بتاؤں۔ احتشام منہ پھلا کر دوبارہ اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

چہ!چہ!۔ اتنے بڑے لویر ہو کر ایک بچے کے سوال سے ڈر گئے۔ ویسے بات باعث شرمندگی کی ہے۔ مشال ریلینگ سے جھک کر نفی میں سر کو جنبش دیتی افسوس کرنے کے انداز میں بولی۔

ابھی میں تمہیں بتاتا ہوں کے بات کیا ہے؟۔ مرزا مٹھیاں بھینچتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

افففف مشال کیا ضرورت تھی زبان چلانے کی۔ مشال سر پر ہاتھ مارتے ہوئے پریشانی سے مرزا کو سیڑھیاں چڑھتا دیکھ رہی تھی۔

.....

مشی!اب وہاں پر کھڑی کیا چاچو کے آپ تک پہونچنے کا انتظار کر رہی ہیں۔ ارے دوسرے سٹیرس سے نیچے ہمارے پاس آئیں۔ احتشام نے اسے ہونق شکل لیئے مرزا کو تکتے ہوئے دیکھ کر دوسرے سائیڈ پر بنے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ مشال نے بھی فوراً دوسری طرف سے نیچے کی جانب دوڑ لگا دی۔ مرزا جو اپر کی طرف جا رہا تھا اب وہ بھی نیچے کی جانب بڑھنے لگا۔

ماما آپ بیچ سے ہٹ جائیں پلزز۔ مرزا حباء بیگم کے پیچھے چھپی مشال پر اپنی خونخوار نظریں گھارھے ہوئے بولا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کی مشال کو کھینچ کرا پنے سامنے کھڑا کردے۔

نہیں تائی ماما آپ نے بلکل نہیں ہٹنا ہے۔ مشال انکا کاندھا سختی سے تھامتی ہوئی بولی۔ کیونکہ آج مرزا کے ارادے بہت خطرناک نظر آرہے تھے۔

اب آپ دونو کا بحث ہوگیا ہو تو بتانا پسند کرینگے یہ سب ہو کیا رہا ہے؟ حباء بیگم دونو پر ایک ایک نظر ڈالتی ہوئی بولی۔

آپ اس سے پوچھیں ماما۔

ہاں مشی بیٹا آپ بتائیں!

وہ بس ایسے ہی میں نے مذاق کیا تھا۔ مشال معصومیت سے بولی۔

مشی یہ مذاق کرنے کا کونسا طریقہ ہے؟ بچے کا منہ دیکھو زرا۔ مشی کی ماما شاہین بیگم مشال کو گھورتے ہوئے بولیں۔

ہاہاہا۔۔۔۔ مشال نے مرزا کی شکل دیکھ کر قہقہ لگایا۔ جس پر مرزا کے ساتھ سب نے اسے گھورا تھا۔ اس نے فوراً اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

اچھا بیٹا بچی بتا رہی ہے نا مذاق ہے جانے دو۔ جاؤ آپ جا کے باتھ لے لو کلر چلا جائے گا۔

یہ کلر آج نہیں جائے گا۔ مشال نظریں جھکا کر بولی۔

کیا!!!!۔ سب ایک ساتھ بولے۔

جی۔ یہ۔۔۔ یہ کل شام تک چلا جائے گا۔ مشال نے ڈرتے ڈرتے سب کی طرف دیکھا۔ جہاں صابر رحیبہ بھابھی احتشام جباء بیگم حیرت سے جبکہ مرزا اور شاہین بیگم اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔

ماما میں بتا رہا ہوں اس چھپکلی نے میرے ساتھ اپنا بدلہ نکالا ہے۔ یہ اسکی مجھے اپنی ری یونین پارٹی میں جانے سے روکنے کی ایک سازش ہے۔ مرزا کو اسکے کچھ دن پہلے کہی گئی بات یاد آئی۔

جب اس نے کہا تھا کی میں بھی دیکھتی ہوں آپ کیسے اپنے دوستوں کے ساتھ پارٹی کرتے ہیں۔

تائی ماما کونسی پارٹی۔ یہ سب غلطی سے مذاق میں ہوگیا تھا سچی۔ مشال اتنی جلدی راز کے کھل جانے پر گڑبڑائی۔

معصوم مت بنو شاطر جھوٹی چپکلی۔ کوئی غلطی سے نہیں ہوا۔ یہ تم نے جان بوجھ کر کیا ہے کیونکہ پندرہ دن پہلے میں نے تمہیں تمہاری دوست کے برتھ ڈے پارٹی میں جانے نہیں دیا تھا۔ اس لیئے تم نے آج میرے چہرے کا یہ حال کیا ہے کی میں اپنی ری یونین پارٹی میں
ناجا سکوں۔ مرزا نے فوراً اپنا وکیل کا دماغ استعمال کرتے ہوئے بات کی تہ تک پہونچا۔

ہاں! اب مرزا غالب عنایت نے کہدیا کی یہ غلطی نہیں سازش ہے تو کیا یہ سازش ہوگئی۔ مشال سب کی مشکوک نظریں خود پر محسوس کرتی روہانسی ہوئی۔

جی! سارے شواحد تو یہی کہتے ہیں۔ احتشام کسی تجربہ کار وکیل کی طرح بولا۔

موٹے منہ بندر کھوبڑا آیا شواحد والا۔ مشال اسے گھورتے ہوئے بولی۔ پھر سب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے گویا ہوئی۔

ہاں!کیا میں نے اسی لیئے انہوں نے بھی تو میری فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی میں عین پارٹی والے دن مجھے جانے سے روک دیا تھا۔ مشال نے راز کے کھل جانے پر ڈھٹائی اقبال جرم کیا تھا۔

میں نے تمہیں وہاں جانے سے اس لیئے روکا تھا کیونکہ وہ جگہ تمہارے لیئے سہی نہیں تھے۔ وہاں لڑکے بھی انوائیٹیڈ تھے اینڈ پارٹی بھی تورات میں تھی۔ مرزا نے اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے اس جھلی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

ہاں!تو کیا آپ کی پارٹی میں لڑکیاں نہیں ہونگی۔ اور آپ کی پارٹی کونسی طلوع آفتاب سے شروع ہوکر غروب آفتاب سے پہلے پہلے ختم ہونے والی ہے۔ مشال نے کمر پر ہاتھ جماتے ہوئے ایک ائی برو اٹھا کر پوچھا۔

افففف تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ اس لیئے رہنے دو تم نجانے کب تمہیں سہی غلط کا فرق ہوگا۔ لیکن آئندہ اگر ایسی کوئی حرکت کی تو میں بہت برا پیش آونگا۔ ایم وارننگ یو۔ مرزا انگلی اٹھا کر اسے وارن

کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کیونکہ اب دو دن تک اسے وہیں قید رہنا تھا۔ باہر آکر سب کو ہنسنے کا موقع تھوری نا دینا تھا۔

مشی مرزا نے تمہاری بھلائی کے لیئے روکا تھا تمہیں۔ اور تم نے انکے ساتھ یہ سب کرکے انہیں تین سال بعد اپنے کلاس میٹس سے ملنے سے محروم کردیا۔ راحیہ بھابھی افسوس سے بولی۔

میں نے بھی انہیں وہاں کی چیپ لڑکیوں سے بچا کر انکے ساتھ بھلائی ہی کیا ہے۔ مشال شان بے نیازی سے کہتی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

بھابھی کیا ہوگا اس لڑکی کا۔ شاہین بیگم حباء بیگم کو دیکھتے ہوئے پریشانی سے بولیں۔

کچھ نہیں ہوگا تم پریشان نا ہو بچی ہے۔ میں جب تک ضارب کو دیکھ لوں۔ حباء بیگم فوراً اپنے پیروں پر زور ڈالتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھیں۔ ڈاکٹر نے سختی سے انہیں سیڑھیاں
چڑھنے سے منا کیا تھا لیکن مجبوری تھی۔

حباء بیگم آہستہ سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ کھڑکی پر بھاری پردے ہونے کی وجہ سے کمرے میں ابھی اندھیرے کا راج تھا۔ وہ اندازے سے چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔ کے کسی

گول مٹول سے چیز میں انکا پیر الجھا ہاتھ لگائے بغیر ہی وہ سمجھ گئی تھیں کے وہ چیز فٹ بال ہے وہ جھک کر فٹ بال اٹھا کر ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے۔ اسی طرح احتیاط سے چلتے ہوئے وہ بیڈ تک پہونچ گئیں تھیں۔

جہاں انکا لمبا چوڑا خوبرو بیٹا دوائیوں کے زیر اثر سو رہا تھا۔ ضارب عنایت جو فجر کی اذان کے ساتھ اٹھ کر نماز کے بعد جوگنگ پھر کام۔ جیسے دیر تک سونے والے لوگوں سے سخت چڑ تھی۔ پچھلے ایک سال اسے نا خود کا خیال تھا نا کسی اور کا۔ حباء بیگم جب بھی اسے دیکھتی ان کا دل کٹ کے رہ جاتا تھا۔ صرف ایک ایکسیڈنٹ نے انکے ہنستے کھیلتے گھر کا نقشہ بدل کے رکھ دیا تھا۔

انہوں نے اپنے دوپٹہ کے کونے سے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیں پھر ضارب کے سرہانے بیٹھ کر اسکے سر میں انگلیاں چلانے لگی۔

گڈ مارننگ ماما۔ حباء بیگم کے پاس بیٹھتے ہی اسکی آنکھیں کھل گئی تھی۔ کیونکہ دوائیوں کا اثر ایک گھنٹے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔

ویری گڈ مارننگ۔ اٹس بریک فاسٹ ٹائم۔ انہوں نے مسکرا کے ضارب کے چوڑی پیشانی کا بوسہ لیا۔

ماما گیو می مور فائیو منٹس پلززز۔ ضارب انکا اسکے سر میں چل رہے ہاتھ کو پکڑا اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

اٹس او کے ٹیک یور ٹائم۔ شائد آپ کو چوکوز نہیں کھانے۔ کوئی بات نہیں میں احتشام سے کہتی ہوں کے وہ کھالے۔ حباء بیگم اسے کسمسا کر دوسری طرف منہ کرتے دیکھ کر بولی۔

نہیں !ماما میں نے کھانا ہے۔ ضارب فوراً اپنی جگہ اٹھ بیٹھا۔

لیکن آپ کو تو ابھی سونا تھا نا۔

اب نہیں سونا ماما آپ میرے چوکوز اشامی کو نا دیں۔ ضارب بیڈ
سے نیچے اترتے ہوئے بولا۔ پھر سے اسکے چہرے پر وہی معصومیت چھا گئی تھی بلکل بچوں جیسی۔ اسکے چہرے کی معصومیت دیکھ کر کوئی نہیں کہ سکتا تھا کی یہ اٹھائیس سال کا نوجوان ہے۔

پھر آپ جلدی سے فریش ہو کر نیچے چلیں۔ ورنہ آپ کے چوکوز کی زمداری میری نہیں ہے۔

۔ آپ بس میرے کپڑے نکال دیں۔ میں یوں گیا اور یوں فریش ہو کے آیا۔۔ ضارب چٹکی بجاتے ہوئے واشروم میں غائب ہوا۔

جباء بیگم نے بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی پر پڑے بھاری پردے ہٹائے جس سے پورا کمرا روشن ہو گیا۔ انہوں نے پلٹ کر ایک نظر کمرے پر ڈالی جو توقع کے عین مطابق بکھرا ہوا تھا۔ جہاں بیڈ کشنس اور کمفرٹر دبیز قالین پر پڑے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل جہاں کبھی نجانے کتنے اقسام کے پرفیومس اور کریمس سلیقے سے سجی ہوا کرتی تھی وہاں اب شٹل کوک رکھی ہوئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل جس پر وہ اپنی فائلس اور اور لیپ ٹاپ رکھا کرتا تھا وہاں میڈیسن اور سنیکس رکھے ہوئیے تھے۔ یہ انکے نفاست پسند بیٹے کا کمرا تھا۔ جو اپنا کمرا خود صاف کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اسے کسی اور کی کی ہوئی صفائی پسند نہیں تھی۔ اسے ہر چیز صاف ستھری اپنی جگہ پر چاہیئے ہوتی تھی۔ لیکن اب

وہ ایک سرد سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے واڈروب کے طرف بڑھی ہمیشہ کی طرح پہلے لیفٹ سائیڈ کا ڈور ہی کھولا گیا تھا۔ جہاں ضارب عنایت دی ہیڈ شیف کے کپڑے ٹنگے تھے۔ انہوں نے فوراً ڈور بند کر کے دوسرے واڈروب سے ضارب کے کپڑے نکال کر ملازمہ کو کمرے کی صفائی کا حکم دیتی وہاں سے نکل گئیں تھیں۔

روز اس کمرے میں آنے کے بعد ان کے زخم نئے سرے سے ہرے ہوتے تھے۔ لیکن مجبوری یہ تھی کے ضارب ان کے علاوہ کسی کی نہیں سنتا تھا۔ ٹھیک عام آٹھ سے کے چھوٹے سے بچے کی طرح جسے ہر کام کے لیئے اپنی ماں ہی چاہیئے ہوتی ہے۔

کچھ ہی دیر میں ضارب شارٹس اینڈ شرٹ پہن کر نیچے ناشتے کے ٹیبل پر انہماک سے دودھ اینڈ چوکوز کھانے میں مصروف تھا۔ پاس ہی حباء بیگم بیٹھی تھیں۔ اور ایک طرف احتشام کسی بڑے بزرگ کی طرح پیپر پھیلائے ملک کے حالات پر باریک بینی سے انکے ساتھ تبصرہ کر رہا تھا۔

شامی آج تو سنڈے ہے آج تم میرے ساتھ فٹ بال کھیلو گے نا؟۔ ضارب ٹیشو کی مدد سے اپنے ہونٹ کے اطراف بنے دودھ کی مونچھیں صاف کرتے ہوئے بولا۔

نہیں ناچاچو۔ احتشام پیپر ٹیبل پر رکھتے ہوئے منہ پھولا کر بولا۔ جس پر ضارب کا بھی منہ بن گیا تھا۔

لیکن تم نے کہا تھا کی تم میرے ساتھ سنڈے والے دن کھیلو گے۔ ضارب نے احتجاج کیا۔

ہاں! چاچو کہا تھا لیکن منڈے میرے ٹیسٹ ہونے والے ہیں میتھس پریکٹس کرنی ہے۔ احتشام بے بسی سے بولا۔

لیکن میں آپ کے ساتھ کل سکول کے بعد پکا کھیلونگا پرومیس ۔ احتشام اسکی اتری ہوئی شکل دیکھ کر بولا۔

جب سے ضارب کی ذہنی حالت چھوٹے بچوں جیسی ہوئی تھی سب اسے بچوں جیسا ہی ٹریٹ کیا کرتے تھے ۔ محبت سے سمجھاتے ہوئے لیکن وہ کچھ ہی معملوں میں سب کی سنتا تھا ۔ ورنہ جب ضد پر آجاتا یا پھر اس ایکسیڈنٹ سے ریلیٹڈ کوئی بات یاد آجاتی تو پھر ضارب کو سمبھالنا مشکل ہوجاتا تھا ۔ ایسے میں اسے صرف جباء بیگم یا پھر مرزا ہی سمبھال سکتے تھے وہ بھی بہت مشکل سے ۔

ماما کوئی میرے ساتھ نہیں کھیلتا ۔ ضارب منہ بسورتے ہوئے جباء بیگم کے پاس آیا۔

نا میرا بچہ سب آپ کے ساتھ کھیلنے سے ڈرتے آپ چمپین ہونا اس لیئے ۔ جباء بیگم اسے نیچے سے بال اٹھا کر دیتی ہوئی پچکارتے ہوئے بولی ۔

بٹ ماما اکیلے چمپین کیسے کھیلے گا ۔ ضارب بھی انکی باتوں میں آگیا تھا اس لیئے اب کے فکرمندی سے بولا۔

کس نے کہا کی چمپین اکیلے کھیلتا ہے۔ چمپین کے ساتھ تو ائینجل کھیلتے ہیں نا۔ انہوں نے اسکو بہلانے کے لیئے ایک اور بات لگائی۔

سچی ماما ائینجلس کھیلتے ہیں چمپین کے ساتھ۔ ضارب نے اشتیاق سے پوچھا۔

جی بلکل۔ اب آپ جا کر کھیلیں۔ لیکن دھوپ میں نہیں جانا ہے اوکے۔ حباء بیگم کی آدھی بات ختم ہونے سے پہلے ہی ضارب باہر جا چکا تھا۔۔

بارہ بج چکے تھے لیکن مرزا نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ دو بار ملازمہ ٹرے لیکر گئیں تھیں۔ لیکن مرزا نے اسے ڈور کھولے بغیر ہی واپس کر دیا تھا۔ پہلے تو مشال نے بھی لائٹ لیا تھا۔ لیکن اب برداشت سے باہر ہو گیا۔ کیونکہ ناشتہ چاہنے کے باوجود وہ بھی نہیں کر پائی تھی۔ اس لیئے تھک ہار کے کچن میں گئی۔

ان کا بچپن سے یہی حال تھا نا ایک دوسرے کے بغیر سکون سے ہوتے اور نا ہی ایک دوسرے کے ساتھ سکون سے رہتے۔

مشال کچن میں سے ناشتہ کی ٹرے سجائے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ لیکن کچن سے مرزا کے کمرے کی دوسری چابی لینا نہیں بھولی تھی۔

کمرے کے آگے جا کر پھر ایک بار ڈور نوک کیا تھا۔ جبکہ پتا تھا وکیل صاحب نے ڈور نہیں کھولنا ہے۔

مرزا جو اپنے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھا کیس فائل ریڈ کر رہا تھا۔ ہلکی سے نوک سے پہچان گیا تھا کی آنے والا کون ہے۔ اس لیئے جواب دئے بغیر دوبارہ فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے لاک کھلنے کی آواز آئی تھی۔ وہ ہلکے سے مسکراتا اب پوری طرح سے رخ موڑ گیا تھا۔

ناشتہ۔ مشال صوفے کے آگے رکھے چھوٹے سے ٹی ٹیبل پر ناشتے کی ٹرے رکھتے ہوئے آہستہ آواز میں بولی۔ لیکن مرزا بنا نوٹس لیئے اپنے کام مگن تھا۔ جیسے اس نے سنا ہی نا ہو۔

مرزا ناشتہ۔ اب مشال ٹیبل کے قریب آ کر اسکی فائل ہٹاتے ہوئے بولی۔

میں نے تم سے کہا لانے کو؟۔ مرزا سنجیدہ چہرہ لیئے اسکی طرف پلٹا۔

آپ کو بھوک لگی ہوگئی نا۔ مشال اس سے نظریں ملائے بغیر بولی۔ نجانے کب اس کے اندر کی وہ مشال جاگ جائے۔ ویسے بھی وہ بہت مشکل سے اپنے ابل ابل کے آنے والے قہقہ کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

مجھے لگے گی تو گھر میں ملازمائیں ہے آپ نے کیوں زحمت کی آپ بس بدلہ لیا کریں لوگوں سے۔ مرزا اسکے مقابل کھڑے ہو کر طنز کیا۔

میں کوئی خوشی سے آپ کے لیئے ناشتہ لیکر نہیں آئی۔ جو آپ ایسے طنز کر رہے ہیں۔ ویسے میں آپ کو پہلے ہی بتا دوں میں نے شرمندہ بالکل نہیں ہونا ہے۔ مشال اسکے طنز پر تڑخ کر بولی۔ مرزا نے بھنوے چڑھا کر اس کا انداز ملاحظہ کیا۔

گڈ! تو پھر کس نے مشال عنایت کو گن پائنٹ پر ناشتہ لے کر بھیجا ہے؟ مرزا نے اسکے سراپے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

کسی نے نہیں۔ مشال اسکے طنز ہضم کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر جواب دیا۔

اچھا ابھی تو آپ نے کہا کے آپ خوشی سے نہیں آئی ہے۔ اور اب آپ کہہ رہی ہیں کے کسی نے بھیجا بھی نہیں۔ اب میں آپ کے اس دو موہے جواب کو کیا سمجھوں۔ مرزا بھی آخر وکیل تھا ہر بات کو پکڑنے میں تو اس نے سچ میں ڈگری لی تھی۔

ممم۔۔۔۔ میں یہاں تائی ماما کی وجہ سے آئی تھی۔ آپ نے ناشتہ نہیں کیا ابھی وہ خود ناشتہ لیکر یہاں آجاتی جبکہ ڈاکٹر نے سختی سے انہیں سیڑھیوں کی چڑھائی کرنے سے منع کیا ہے۔ مشال مزید اس کے سوالات سے بچنے کے لیئے فوراً، دروازہ کے طرف بڑھی تھی۔

مرزا اسے اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگتا دیکھ مسکراتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھا۔ صبح سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ لیکن مشال کے انتظار میں اس نے ملازمہ کو بھوک نہیں کہ کر ٹال دیا تھا۔ اب جب ناشتہ آیا تو بس ٹوٹ پڑا۔

افف یار پارٹی میں کوئی مزہ ہی نہیں آرہا۔ ایسا روکھا سوکھا لنچ کرانا تھا کینٹین لانے کی زحمت کیوں کی ہم وہیں کالج گراؤنڈ میں ہی کچھ کھا پی لیتے۔ ایک سٹوڈنٹ نے اپنے ٹیم لیڈر سے کہا۔

پاس گرلز انٹر کالج کے سٹوڈنٹس نے ٹورنمنٹ جیتا تھا۔ اسی خوشی میں آج انہوں نے نورجہاں سے اسپیشل ریکویسٹ کر کے سنڈے والے دن کینٹین کھلوایا تھا۔

بلکل یار ہم اپنی جیت سلیبریشن کرنے کے لیئے لنچ اریج کیا ہے اور اب انجوئمینٹ کے نام پر صرف بور ہو رہے ہیں۔ دوسرے سٹوڈنٹ بھی منہ بسور کر بولے۔

بچوں اگر میں آپ کو کوئی آئیڈیا دوں آپ کی پارٹی کو اسپیشل بنانے کا تو۔ سائیڈ ٹیبل صاف کرتی نورجہاں نے کونٹر پر کیلکولیٹر میں بزی پری پر نظریں جمائے پوچھا۔

کیسا آئیڈیا؟ سب ایک زبان ہوئے۔ پھر انہوں نے انکے کان میں اپنا آئیڈیا بتایا۔ اور اب بیچاری پری سارے سٹوڈنٹس کے بیچ اپنے بابا کا گیٹار لیئے بیٹھی تھی۔

دیکھو بچوں میں ابھی بھی بتا رہی ہوں۔ میں اتنا اچھا نا گاتی ہوں نا بجاتی ہوں۔ پری نے ایک اور کوشش کی انہیں سمجھانے کی۔ لیکن لاحاصل۔ آخر کار تھک کر اس نے گیٹار کے تاروں پر اپنی مومی انگلیوں کو حرکت دیتے ہوئے ایک مدھر دھن چھیڑا۔

ہیر ہیر نا انکھاں واڑیو میں تے ساہیبا ہوئی

گھوڑی لے کے آوے لے جاوے

ہو مینو لے جائے مرزا کوئی لے جائے مرزا کوئی
گھوڑی لے کے آوے لے جاوے

اسی طرح دو تین اور لائن گانے کے بعد پری ان لوگوں سے معذرت کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔ تھی کیونکہ آج کسی کام میں اس کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا بس بے چینی سی ہو رہی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر میں سارے سٹوڈنٹس بھی وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔

پری کیا ہوا ہے؟ میں نوٹ کر رہی ہوں جب سے تم آئی ہو۔ ایسے ہی گم سم پریشان سی ہو۔ یہاں تک کی اپنا پسندیدہ گانا بھی تم نے پورا نہیں کیا کیوں؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟۔ نورجہاں پری کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پری چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

صباء باجی کی طبعیت ٹھیک ہے؟ نورجہاں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہمممم!پری نے لمبی سانس لیتے ہوئے صرف ہمم کہا۔

پھر اتنی بے چین کیوں نظر آرہی ہو؟

پتا نہیں کیوں نور آنٹی آج عجیب سی فیلنگ آرہی ہے۔ ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے میں کچھ بہت قیمتی چیز کھونے والی ہوں۔ ایک۔۔۔۔۔۔۔ایک ڈر سا لگا ہوا۔ بس دل کر رہا ہے ماما کے پاس جا کر ماما کو دیکھتی رہوں ایک پل کے لیئے بھی ان پر سے اپنی نظریں نا ہٹاوں۔ ایسا لگ رہا ہے کی اگر ان پر سے میری نظریں ہٹ گئی تو میں انہیں کھو دونگی۔ پھر ان آنکھوں کو وہ چہرا کبھی نظر نہیں آئے گا۔ پری دونو ہاتھ اضطرابی کیفیت میں آپس میں مسلتے ہوئے اپنے محسوسات بتا رہی تھی۔

نورجہاں نے غور سے پری کا چہرہ دیکھا وہی پریشان چہرہ وہی اضطرابی کیفیت وہی بے چینی اور سب سے اہم وہی الفاظ۔ جو آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے صباء بیگم نے کہے تھے۔

نہیں!!!!وہ فوراً چلّا کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

کیا ہوا آنٹی۔ پری بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی انہیں حیرانی سے اپنا پسینہ پوچھتے دیکھا جو اتنے ٹھنڈے موسم میں پانی کی طرح انکے پیشانی سے بہرہا تھا۔

کک۔۔۔۔ کچھ۔۔ نہیں۔۔ اآ۔۔۔ آپ گھر جاؤ کام تو ہو ہی گیا ہے۔ اور اگر کچھ کرنا رہا بھی تو میں کر لونگی آپ جاؤ۔ نورجہاں پری کا بیگ اسے دیتی ہوئی عجلت میں بولی جیسے اگر زرا بھی دیر کی تو قیامت آجانی ہے۔ پری تو ان کے اس رد عمل پر حیران انہیں بس دیکھے جا رہی تھی۔

جاؤ بچے۔ انہوں نے اسے ہنوز کھڑا دیکھ کہا۔

لیکن نور آنٹی۔۔ پری نے کچھ کہنا چاہا۔

میں نے کہا نا پری جاؤ اور اپنے ماما کا خیال رکھنا۔ اب کے وہ پری کا ہاتھ پکڑ کر اسے کینٹین کے دروازے سے باہر نکالا۔

جی آنٹی! یاد ہے نا کل ماما کو لیکر ہمیں شہر چیک اپ کے لیئے جانا ہے آپ جلدی آجانا تاکہ وقت رہتے واپس آسکیں۔ پری نے جاتے ہوئے پلٹ کر یاد دہانی کرائی۔ نورجہاں نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

اللہ اس معصوم سے اسکا واحد رشتہ ناچھینا ورنہ یہ جیتے جی مرجائے گی اسکا سائباں ناچھینا میرے مولا۔ نورجہاں نے آسمان کی طرف دیکھ کر نم آنکھوں سے دعا کیا۔ پھر پری کے پشت کو دیکھا۔ لیکن قسمت کا لکھا کون ٹال سکتا ہے پر خدا کے ہر عمل کے پیچھے کوئی نا کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔

احتشام صوفے پر بیٹھا ریاضی کے سوالات حل کر رہا تھا۔ جب فٹ بال کو اپنی انگلی پر گول گھماتے ہوئے ضارب بھی اسکے پاس بیٹھا۔ پھر غور سے احتشام کی بک کی طرف دیکھا جہاں اس نے کوئی الجبرا کا سوال پانچویں مرتبہ بھی غلط ہی حل کیا تھا۔ کیونکہ بک پر کئی بار جواب لکھ کر کٹ کیا گیا تھا۔

اللہ اس الجبرا کو جس انسان نے بنایا ہے تو اس کا قیامت کے دن الگ سے حساب لینا آخر بچوں کو اتنا ہلقان کر کے اسے کیا ملا ہے۔ احتشام زور سے کاپی صوفے پر پٹک کر قبلے کی طرف منہ کرتے ہوئے بولا۔ جبکہ ضارب ابھی بھی سوال کو دیکھ رہا تھا۔ احتشام ایک بہت ہی زہین بچہ تھا بس الجبرا اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

ابھی وہ کاپی اٹھا کر اپنے بابا کے پاس جانے ہی والا تھا کے اسکی نظر ضارب پر پڑی جو بک گود میں لیئے فر فر اس پر پین چلا رہا تھا۔ پھر دو سے تین منٹ میں ہی اس نے آدھے پیج پر مشتمل آنسر احتشام کی طرف بڑھایا تھا۔

یہ لو شامی اتنا آسان جواب تھا۔ بس تم نے شائد سہی سے دھیان نہیں دیا سوال پر کبھی بھی سوال حل کرنے سے پہلے دو تین بار پڑھنا چاہیئے۔ ضارب پین ٹیبل پر رکھ کر اپنا فٹ بال اٹھاتے ہوئے بولا۔ جبکہ احتشام ہونق شکل لیئے اسے دیکھ رہا تھا۔

کیا ہوا شامی؟ ضارب مسلسل اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ بھی ایک سچ ہے کی ضارب کوئی پاگل نہیں تھا۔ بس اسکا ذہن بچوں جیسا ہو گیا تھا۔ اس میں اس ضارب کی صلاحیتیں اب بھی موجود تھی لیکن وہ اپنی صلاحیتوں کو بھول گیا تھا۔ اس لیئے کبھی کبھی وہ اس ضارب جیسی حرکتیں کر جاتا خاص کر ڈائینگ ٹیبل پر کھانوں میں پڑے مسالوں کی انالائیز کرنے میں ۔ آفٹر آل وہ فائیو اسٹار ہوٹل کا اونر پلس ہیڈ شیف تھا۔

بڑے چاچو کیا آپ مجھے یہ سوال کیسے حل کیا سمجھا ینگے۔ احتشام اپنے گلاسیس دوبارہ پہنتے ہوئے بولا۔ مرزا جو پانی لینے کچن میں آیا تھا احتشام کی بات پر وہیں رک ان دونو کو دیکھنے لگا۔

ہاں !ادھر آؤ۔ لیکن پرومیس کرو اسکے بعد تم میرے ساتھ بیڈمینٹن کھیلو گے۔ ضارب اسکے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بولا۔

ہمم !لیکن پھر آپ کو مجھے باقی کے کویشن بھی ایکسپلین کرنے ہونگے۔ احتشام نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی شرط بتائی۔

اوکے۔ اب ضارب اسے سمجھاتے ہوئے کمال مہارت سے بک پر پین چلا رہا تھا۔ اب چہرے پر اس معصوم ضارب کا شائبہ تک نا تھا بلکہ ابھی وہ وہ ضارب دکھائی دے رہا تھا۔

بھائی ہمیں بھی اسی جگہ ایسے ہی پڑھایا کرتے تھے نا۔ مشال مرزا کے پاس کھڑی ہوتی ہوئی نم آواز میں بولی۔ مرزا نے پلٹ کر اسے دیکھا جس کے خوبصورت آنکھوں میں آنسوں تیر رہے تھے۔

مرزا کس کی نظر لگ گئی ہمارے گھر کو بابا چلے گئے بڑے پاپا چلے گئے بڑی
ماما کا پیرویسا ہو گیا اپر سے ضارب بھائی۔ اب وہ باضابطہ سوں سوں کر رہی تھی۔ مرزا ان دونو پر سے نظر ہٹاتے ہوئے اس پر نظر ڈالی۔ پھر آواز میں زبردستی سختی پیدا کرتے ہوئے بولا۔

کتنی بار کہا ہے مشی رویا نا کرو بلکہ اس پاک پروردگار کا شکر ادا کرو کی اس نے ہمیں دو جان لوٹا دیا ورنہ جتنا خطرناک ایکسیڈنٹ تھا اور جس جگہ پر ہوا تھا بچنے کے چانسیس نا ہونے کے برابر تھے۔ مرزا سخت لہجے میں بول رہا تھا لیکن جیسے ہی نظر مشال کے گالوں پر روانی سے بہ رہے آنسوں کی لڑیوں پر پڑی آواز خود بخود نرم ہوئی تھی۔

مشی!ادھر دیکھو۔ اس نے مشال کے جھکے سر کو شہادت کی انگلی سے اپر اٹھایا۔

کیا یہ شکر کرنے کی بات نہیں ہے کی ماما کی دونو پیروں کی ہڈیاں ٹوٹنے کے بعد جب ڈاکٹر نے صاف کہا تھا راڈ ڈلنے کے باوجود انکے چلنے پھرنے کے چانسیس نہیں ہے۔ اب وہ نا صرف چل رہی ہیں بلکہ سیڑھیاں چڑھ رہی ہیں۔ مرزا نے اسکے آنسوں صاف کیئے پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

کیا یہ شکر کرنے کی بات نہیں ہے کی بھائی چھ مہینے کوما میں رہنے کے بعد سہی سلامت واپس آئے ہیں۔ اور پھر ڈاکٹر نے کہا ہے نا کی بھائی کبھی بھی نارمل ہوسکتے ہیں۔۔ اس لیئے ہمیں رونا نہیں بلکہ اس پاک پروردگار کا شکر ادا کرتے ہوئے بھائی کی صحت یابی کے لیئے دعا کرنا چاہیئے۔ مرزا
اسے سمجھاتا صوفے پر نظر ڈالی جہاں دونو غائب تھے۔ پھر اسے مسلسل سوں سوں کرتا دیکھ اپنے پرانے ٹون میں آیا۔

اب بہت دریا بہالیا اس سے پہلے کی عنایت ہاؤس بہ جائے میرے لیئے چائے بنا کر لاؤ میں کمرے میں جارہا ہوں۔ مرزا پانی کا جگ اٹھاتے ہوئے اسے اپنا حکم سنایا۔

میں نہیں بنا رہی۔ پہلے ہی میں اپسیٹ ہوں مجھے رونا آرہا ہے۔ اور یہاں وکیل صاحب کو خدمتیں کروانی ہے۔ مشال پیر پٹک کر وہاں سے جانے لگی جب کچن کے دروازہ پر مرزا اسکا بازو پکڑ کر اسے سٹوک کے پاس لایا۔

تم لڑکیوں کو رونے کے علاوہ آتا ہی کیا ہے بلکہ مجھے تو لگتا ہے کی تم لوگ جان بوجھ کر روتی ہوا پنے فائدے کے
لیئے۔ اب پانی ڈالو برتن میں۔ مرزا سٹوک آن کرتے ہوئے بولا۔

اچھا یہ جان بوجھ کر کیسے رویا جاتا ہے فائدے کے لیئے۔ مشال برتن میں پانی ڈالتے ہوئے منہ کے زاویے بگارتے ہوئے پوچھا۔

جان بوجھ کر اس لیئے روتی ہو کی تمہاری آنکھیں رونے کی وجہ سے شفاف اور خوبصورت نظر آئے اور۔ مرزا نے بولتے بولتے اسکی گلابی آنکھوں کو دیکھا تو بس زبان وہیں ٹھہر گئی۔

اور۔۔۔ مشال اسے ہونقوں کی طرح اپنے طرف دیکھتا پا کر سوال کیا۔ مرزا نے فوراً اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ۔

اور۔۔۔۔ یہی کے تم لوگوں ایسا لگتا ہے کی روتے ہوئے بہت کیوٹ لگتے ہو لیکن یقین مانو اور لڑکیوں کا تو پتا نہیں لیکن تم روتے ہوئے بہت گندی لگتی ہو۔ مرزا نے منہ بگاڑا۔ پھر سٹوک کو سم پر رکھتے ہوئے اسے دیکھا جو صدمے پلس خونخوار نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اور۔۔۔۔ مشال نے کمال ضبط سے پوچھا۔

اور کیا سمپل فنڈا ہوتا ہے تم لوگوں کا رو رو کر اپنے دل کا سارا غبار نکال کر دل ہلکا کر لیتی ہو پھر تم عورتوں کو تو ہارٹ اٹیک نہیں آتا ہے لیکن ان بے چارے مردوں کو ہارٹ اٹیک آجاتا ہے جو ان کے ظلم و ستم کے سائے تلے ہوتے ہیں۔ مرزا اپنی بات مکمل کر کے اس کی طرف دیکھے بغیر کپ میں چائے ڈالنے لگا۔

مرزا آپ تو اتنے بڑے وکیل ہیں۔ پھر آپ مردوں پر ہو رہے ظلم و ستم کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھاتے؟ میں تو کہتی ہوں ایک تنظیم کھولیں ریالی نکالیں دھرنا دیں۔ مشال دانت پیس کر ایک ایک لفظ پر زور ڈال رہی تھی۔

ہمم! آئیڈیا اچھا ہے انہیں بھی جینے کا حق ہے۔ آخر ہم معصوم مرد حضرات کو بھی انصاف ملے۔ مرزا کپ اٹھاتے ہوئے پر سوچ انداز میں بول کر مشال کا دل جلا گیا۔

مرزا۔ آپ نا۔۔۔۔۔۔ آپ ناسچ میں مرزا الطونی ہو۔ مشال دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے زچ ہو کر بولی۔ جب بھی مشال اس سے ہارنے پر آتی اسے یہی لقب دیتی جس کا مرزا اثر لئے بغیر اس کا ڈبل دل جلا جاتا۔

شکریہ۔ مرزا نے سر خم کیا پھر جلدی جلدی چل کر دروازے کے پاس پہونچا۔ پھر پلٹ کر لبوں پر شرارتی مسکراہٹ سجائے گویا ہوا۔

لیکن پھر بھی میں تمہیں رضیہ سلطان نہیں کہونگا۔ کیونکہ یہ اس بے چاری کی توہین ہو گئی۔ وہ کہاں حسین و جمیل زہین و فطین بہادر اور نڈر دوشیزہ تھی اور تم کہاں۔ بلکل ان کی الٹ۔ جھلی۔ مرزا اپنی بات مکمل کر کے جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا وہاں سے بھاگا تھا۔ اور مشال تو بس اتنی عزت افزائی پر سن کھڑی تھی۔

پری بیٹا کیا ہوا ہے جب سے آپ کینٹین سے واپس آئیں ہیں میرے پاس ہی بیٹھی ہیں۔ کیا وہاں پر کوئی پروبلم ہوگئی ہے۔ صباء بیگم محویت سے اسے ایک ہی جگہ بیٹھ کر خود کو نہارتے دیکھ پوچھا۔

نہیں ماما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس دل کر رہا ہے کی آپ کو دیکھتی جاؤں۔۔۔ دیکھتی جاؤں۔ بس دیکھتی ہی جاؤں ایک پل کے لیئے اپنی نظریں آپ سے نا ہٹاوں۔ پری انکے گود میں سر رکھتے ہوئے بولی تو وہ ہولے سے مسکرائی۔

اچھا اتنا پیار آرہا ہے ماما پر۔ وہ ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔ ساتھ اپنے ہاتھوں سے پری کے ایک ایک نقش کو چھو رہی تھی۔

میری دنیاں میں اور ہے ہی کون ماما جس پر مجھے پیار آئے ایک آپ ہی تو ہیں میری ماما میری بابا میری دوست میری بہن میرا بھائی ان شارٹ میرا سب رشتہ۔ پری آنکھیں بند کر کے بولی۔ پری کی بات پر ان کے ہاتھ رکے تھے پھر انہوں نے غور سے پری کا چہرہ دیکھا۔ پھر ایک لمبی سانس لیتے ہوئے سب بتانے کا فیصلہ کیا۔

پری بیٹا اگر کبھی آپ کو پتا چلے کی آپ کی ماما نے کسی معاملے آپ سے کچھ چھپایا ہو یا غلط بیانی کی ہو تو آپ کیا کرینگی۔ انہونے تحمید باندھنی چاہی۔

اگر میری ماما نے ایسا کیا ہے تو ضرور اسکی کوئی وجہ ہوگی ۔ پری بنا آنکھیں کھولے ہی جواب دیا ۔

آج میں اپنی چاند سی کو اپنے بارے میں کچھ بتاتی ہوں ۔ لیکن پہلے آپ وعدہ کریں آپ ماما سے ناراض نہیں ہونگی اور نا ہی بات کو بیچ میں کاٹیں گی ۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اسکے آگے کیا جیسے کچھ الجھن کے ساتھ وہ تھام گئی تھی ۔

میرے بابا تین بھائی بہن تھے ۔ سب سے بڑے میرے تایا ابو پھر پھوپھو
پھر میرے بابا ۔ انہونے پری کی طرف دیکھا جو آنکھیں بند کیئے سن رہی تھیں ۔ انہیں بھی ہمت سی بندھی ورنہ اپنے اولاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی غلطیاں تسلیم کرنا آسان نہیں ہوتا ۔

تایا ابو کے تین بچے تھے دو بیٹے شہاب اور وہاب ایک بیٹی زرینہ جو میری ہم عمر تھی ۔ پھوپھو کے ایک بیٹا مجید اور ایک بیٹی شاہین تھی ۔ جبکہ ہم دونو بہنیں ٹوینس تھی میں اور تمہاری آنی ۔ ہم سب کزن کی آپس میں بہت اچھی بونڈنگ تھی ۔ سب ہمہ وقت ساتھ ہی ہوتے تھے تعلیم بھی ایک ہی جگہ سے حاصل کر رہے تھے ۔

پھر میرے انٹر کے ایگزامس کے بعد پھوپھو لوگ امریکہ شفٹ ہونے لگے تھے اور ان کے جانے سے پہلے تایا نے میری شہاب کے ساتھ اور شاہین کی وہاب کے ساتھ منگنی کر دی تھی۔ پھر دن گزرتے گئے پھوپھو امریکہ چلی گئی۔ اور ہم لوگ یونیورسٹی۔

اور یہی پر میری زندگی میں ایک موڑ آیا۔ یونی میں میری ملاقات تمہارے بابا سے ہوئی تھی تمہارے بابا فائنل ایئر کے سٹوڈنٹ تھے ساتھ لائیبریری میں بھی کام کرتے تھے۔مجھے کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا اس لیئے میں روزانہ کم از کم آدھا گھنٹہ وہاں ضرور سپینڈ کرتی تھی۔

ایسے ہی باتوں ملاقاتوں میں میری دوستی تمہارے بابا سے ہوگئی تھی پھر گزرتے ماہ و سال میں کب یہ دوستی محبت میں بدلی پتا ہی نہیں چلا۔ اور جب پتا چلا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب ہمارے سیکنڈ ایئر کے امتحانات ختم ہوئے تھے اور میں اس دن دیر تک یونی میں ہی تھی۔ جس کی وجہ سے تمہارے بابا مجھے گھر چھوڑنے جا رہے تھے۔ اور تبھی میرے بابا وہاں آ گئے تھے۔ وہ تمہارے بابا کو ایک تھپڑ مار کر مجھے وہاں سے گھسیٹ کر لے گئے تھے۔ صباء بیگم اپنی آنکھیں صاف کی۔

بابا مجھ سے بنا کوئی سوال جواب کیئے شہاب کو شہر سے بلا کر دوسرے ہی دن ہمارا نکاح رکھ دیا تھا۔مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کی میرے وہ بابا جو میری بن کہے ہر خواہش پوری کرتے تھے وہ ایسا کر سکتے ہیں۔بس اسی جنوں میں میں نے ایک غلط قدم اٹھایا اور گھر سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

اور تمہارے بابا کے لاکھ سمجھانے پر بھی میں نے ان سے نکاح کر لیا اور پھر دوبارہ کبھی عنایت ہاؤس نہیں گئی۔میری ضد کی وجہ سے ہم نے وہ شہر چھوڑ دیا اور یہاں شفٹ ہو گئے اور شائد اللہ مجھے اسی کی سزا دی تھی کے تم ہماری شادی کے دس سال بعد پیدا ہوئی۔صباء بیگم نے اسکی پیشانی چومی۔جبکہ پری سمجھ نہیں آ رہا تھا کی کیا بولے یا کیسا رد عمل دے۔

ماما بابا کی فیملی؟ کافی دیر بعد پری کی آواز آئی۔

تمہارے بابا یتیم تھے۔بچے آپ اپنی ماما سے ناراض تو نہیں ہو ہونا؟ انہوں نے اسکی خاموشی نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

نہیں ماما میں نے کیوں ناراض ہونا ہے۔پری نے آنکھیں کھول کر ان کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے لیا۔جس پر وہ نہال ہوئیں۔

بچے اگر مجھے کچھ ہو جائے نا آپ اپنی آنی کے پاس چلی جانا وہ ہو بہو آپ کی ماما جیسی ہے۔ دیکھنا وہ آپ کا بہت خیال رکھیں گی آپ کو بہت پیار دینگی کی آپ اپنی ماما کو تک بھول جائنگی۔ ان کے لہجے میں بہن کے لیئے پیار ہی پیار تھا۔

ماما کتنی بار کہا ہے ایسی باتیں نا کیا کریں۔ پری ان کی ساری بات کو اگنور کرتی صرف اسی بات کو پکڑ کر بولی۔ ان کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ نے جگہ لی تھی۔ پھر انہونے کچھ نہیں بولا بس پری کا سر اپنے گود میں رکھے ہی پلنگ سے ٹیک لگا گئی تھیں۔ شائد یہ دونوماں بیٹی کی ایک ساتھ آخری رات اور آخری بات تھی۔

صبح پری کی آنکھ فون کی مسلسل بجتی رنگ سے کھلی تھی۔ اس کا سر ابھی بھی صباء بیگم کے گود میں ہی تھا۔ اور صباء بیگم کا سر بیڈ کراؤن پر ایک سائیڈ ڈھلکا ہوا تھا۔ کسمسا کر اٹھتی ابھی وہ ان کا سر ٹھیک کرنے ہی والی تھی کی فون دوبارہ بج اٹھا۔ اس نے فوراً فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ہیلو! یس اٹس پریشے احمد سپیکینگ۔ پری نے اپنا نام لیا جانے پر تصدیق کی۔ اور آگے سے جو خبر اسے سنائی گئی تھی۔ اس سے وہ اچھل کے بیڈ سے اتری تھی چہرا خوشی سے تمتما رہا تھا۔ آنکھوں میں سب پالینے کی خوشی تھی۔

آر یو شیور۔ تھنک یو۔۔۔۔ تھنک یو سوچ سر۔ ٹین او کلاک۔ او کے آئی ول ویٹ فوریو۔ او کے بائے۔ پری خوشی سے فون بیڈ پر اچھالتے ہوئے اپنی ماما کو دیکھا۔

اب آپ کے اوپریشن کے ساتھ مکمل علاج ہوگا ماما پھر آپ کبھی بھی نا امیدی والی باتیں نہیں کیا کریں گی کبھی میں آپ کے سائے سے محروم نہیں ہونگی۔ پری ان کے بے جان وجود پر دھیان دئے بغیر انہیں سیدھا کر کے لیٹاتی انہیں سرپرائیز دینے کے غرض سے اسپیشل بریک فاسٹ بنانے چلدی۔

وہ فریش ہو کر کچن میں چلی آئی تھی۔ آج اسکی فجر کی نماز بھی قضاء ہوگئی تھی۔ ابھی صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ سٹوک پر ایک سائیڈ کھیر چڑھائے دوسرے سائیڈ پر آلو کے پراٹھے بنا رہی تھی۔ کیونکہ یہ صباء بیگم کا پسندیدہ ناشتہ تھا۔ ابھی وہ آخری پراٹھا فرائی پین پر ڈال ہی رہی تھی کے ڈور بیل کی آواز آئی اور پھر کچھ ہی دیر میں نورجہاں کچن میں موجود تھی۔ وقت ضرورت کے لیئے نورجہاں کے پاس دوسری چابی موجود ہوتی تھی۔

کیا بات ہے بھئی بڑی خوشبوئیں آرہی آج۔ نورجہاں برتن سے ڈھکن ہٹا کر دیکھتی ہوئی بولی۔

جی! نور آنٹی آپ بیٹھیں میں ابھی ٹیبل لگاتی ہوں۔ پری چہک کر بولی۔

بڑی خوش نظر آرہی ہو۔ انہوں نے اسکے معصوم چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جس پر پری نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

وجہ نہیں بتاؤ گی اپنی نور آنٹی کو۔

بالکل بتاؤنگی اور میرے وجہ بتانے کے بعد آپ بھی ایسے ہی خوش ہونگی۔ پری گیس آف کرتے ہوئے بولی۔

اچھا پھر جلدی سے بتاؤ۔ نورجہاں اسکی خوشی دیکھ مسکرائی۔

آج ہم ماما کا چیک اپ کرانے نہیں جارہے بلکہ۔ پری نے سسپینس کریئیٹ کرنا چاہا۔

پری بات نا گھماؤ دیکھو میری سانسیں رکی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسکی آنکھوں کی چمک دیکھتے ہوئے کہا کیونکہ وہ ابھی مزید انہیں پریشان کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

بلکہ اگلے ہفتہ ڈائریکٹ اوپریشن کے لیئے جائیں گے۔ پری چہک کر بولی۔

لیکن پیسے ؟

پیسوں کا انتظام ہوگیا ہے بینک میں میرا لون اپروہوگیا ہے آج صبح ہی فون آیا تھا وہ لوگ دس بجے آنے والے ہیں کاغذات لے کر۔

سچی بچے۔ نورجہاں اسے دونوہاتھوں سے تھام کر تصدیق کرنی چاہی۔

جی جی آنٹی۔ وہ جواب دیتی ان کے گلے لگی تھی۔

اللہ تیرا شکر ہے۔ انہوں نے سر اپر اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں صباء باجی کے کمرے میں جارہی ہوں۔ تم ناشتہ لیکر وہیں پہونچوں۔ وہ پری کو ہدایت دیتی کچن سے نکل گئی تھی۔ پری ٹرئے میں اب سب نکالنے لگی تھی۔

صباء بیگم کے دل میں سراخ تھا اس کے اوپریشن کے لیئے آٹھ لاکھ روپیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن انکے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کی اوپریشن ہوسکے۔صباء بیگم نے پری کے لیئے بنائے گئے زیورات

بیچنے کے بعد بھی رقم تین لاکھ سے بھی کم ہی تھے۔ بینک میں پری کے بابا نے اسکے لیئے جو پیسے جمع کیئے تھے وہ ڈال کر چھ لاکھ کے قریب ہوئے تھے اس لیئے پری نے کچھ مہینے پہلے بینک میں کینٹین کے پیپر پر تین لاکھ کا لون اپلائی کیا تھا جو آج اپروو ہو گیا تھا۔ اس لیئے ان دونو کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

ابھی پری کھیر کا باول ٹرے میں رکھ ہی رہی تھی کی نورجہاں کی چیخ پر کٹورا چھوٹ کر زمین پر کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا وہ اس کی پرواہ کیئے بغیر اپنے ماما کے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

جہاں نورجہاں پتھریلی نظروں سے بیڈ کو دیکھ رہی تھی۔ پری کو کچھ غلط ہونے کا احساس بڑی شدت سے ہوا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے نورجہاں کے پاس آئی۔

۔ننن۔۔۔۔ نور آنٹی۔۔۔۔۔گگگ۔۔۔۔کیا۔۔۔ہوا ہے۔۔۔۔۔ پری نے اٹک اٹک کے پوچھا۔ نورجہاں نے ایک نظر اس معصوم کو دیکھا جو ایک پل میں یتیم ہو گئی تھی۔ کیسے اسے اسکے یتیم ہونے خبر دیتی وہ بنا کچھ کہے اسے اپنے اندر بھینچ
گئی تھی۔

آنٹی۔۔ ممم۔۔۔۔۔۔ ماما کو۔۔۔۔ کک۔۔ کیا ہوا۔ پری نے ان کے سینے سے سر اٹھایا۔ نورجہاں اسے جواب دئے بغیر اب اونچی آواز میں رو رہی تھی۔ جبکہ پری ان سے الگ ہو کر بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔

ماما۔۔۔ آنکھیں کھولیں۔۔۔۔ دیکھیں نور آنٹی۔۔ کیسے کر رہی ہیں۔ پری صباء بیگم کو ہلاتی ہوئی بولی۔ جبکہ آنسو متواتر گلابی گالوں پر پھلسل رہے تھے وہ بار بار ان کے بے جان وجود کو جھنجھور کر ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔ رونے کی آواز سن کر آس پڑوس کے لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ ان میں سے کسی نے میت کی دعا پڑھی تھی۔ اور پری وہی پتھر کی بن گئی۔ اب کون آیا کون گیا اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عنایت ہاؤس میں ابھی سب صبح کا ناشتہ کر رہے کیونکہ آج منڈے تھا سب کو اپنے کاموں پر جانے کی جلدی تھی۔ سوائے ضارب کے سب ٹیبل پر موجود تھے۔ مرزا بھی ابھی آ کر بیٹھا تھا۔ مشال کے کہے کے مطابق چہرے پر اب کلر کا شائبہ تک نا تھا۔ تبھی ملازمہ فون اٹھا کر حباء بیگم کے پاس آئی۔

بڑی بیگم آپ کے لئے کال ہے۔ حباء بیگم نے فون لے کر کان سے لگایا۔
جی !میں حباء عنایت بات کر رہی ہوں۔ کون نورجہاں ؟ کیا!!!!!!

ادھر سے ملنے والی خبر پر ایک چیخ کے ساتھ فون ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا تھا۔ سب نے ناشتہ چھوڑ کر انکی طرف دیکھا جہاں ایک پل میں درد آنسوں بن کر بہنے لگا تھا۔ سب اٹھ کر انکے گرد جمع ہوا۔

کیا ہوا ہے۔ کس کا کال تھا باجی۔ شاہین بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔ لیکن وہ کچھ نہیں بولیں۔

باجی کچھ بولیں مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ شاہین بیگم ان کے سائیڈ کرسی پر بیٹھتی ہوئی پریشانی سے بولی۔

شاہین۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اٹھ کر ان کے گلے لگی۔۔۔ ہماری صباء ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔ اب دونو خواتین رونے میں لگی تھی۔ جبکہ چاروں حیران انہیں دیکھ رہے تھے۔ صرف صابر صباء کے بارے میں جانتا تھا اس لئے وہ آگے آیا۔

مرزا ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔ اور تم آفس نا جاؤ۔ بلکہ گھر رہ کر ضارب کا خیال رکھو۔ ماما تائی ماما آپ لوگ ریڈی ہو جائیں۔ ہم ابھی نکل رہے ہیں۔ صابر کسی کی طرف دیکھے بغیر کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ مرزا نے صابر کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے چاہنے کے باوجود بھی کوئی سوال نہیں کر پایا تھا۔ پھر کچھ ہی دیر میں خواتین کو لیکر روانہ ہوا تھا۔

ایک بج رہے تھے صباء بیگم کو نہلادیا گیا تھا۔ کیونکہ سب کو یہی پتا تھا کی ان کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ اور نورجہاں نے جب کال کیا تو آگے سے کوئی جواب بھی نہیں آیا تھا اس لیئے سب نے یہی طئے کیا کی تدفین میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔

پری ایک کونے بیٹھی ساکت نظروں سے سب کی کاروائی دیکھ رہی۔ نا اس کے وجود میں کوئی حرکت ہورہی تھی اور نا ہی اسکی پلکوں نے کوئی جنبش کی تھی۔ صبح سے اسکا یہی حال تھا۔ سب نے بہت کوشش کی اسے رلانے اس کا جمود توڑنے کی لیکن بری طرح ناکامیاب رہے۔

تبھی داخلی دروازے سے تین نفوس اندر آئے تھے۔ اور آتے ہی دونوں خواتین نے زاروقطار رونا شروع کردیا تھا۔ کافی دیر رونے دینے کے بعد نورجہاں نے ان کی توجہ پری کی جانب کرائی تھی۔

جباء بیگم اپنی جگہ سے اٹھ کے دیوار سے ٹیک لگائے شکن الود کپڑوں میں پتھر بنی بیٹھی پری کے پاس آئیں تھی۔ جیسے وہ اس کے سامنے بیٹھی پری کے وجود میں حرکت ہوئی تھی۔

ممم۔۔ما۔۔ما۔۔۔۔۔ پری ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔ پھر یقین دہانی کے لئے یہ عمل کئی بار دہرایا تھا۔ پھر یقین نہیں آیا تو ان کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر ان

کے چہرے کے ایک نقوش پر اپنے ہونٹ رکھنے لگی۔ جبکہ حباء بیگم خاموشی سے آنسوں بہاتی اپنی بہن کی آخری نشانی کا والہانا پیار دیکھ رہی تھی۔

نور آنٹی

نور آنٹی۔۔۔۔۔ دیکھیں ماما کو کتنی پیاری لگ رہی ہے نا ان کپڑوں۔ وہ اب نورجہاں کو آواز دے رہی سب لوگ کبھی اسکی ہونٹوں پر سجی مسکراہٹ دیکھ رہے تھے تو کبھی ہو بہو صباء بیگم کی کاپی اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔

پری یہ تمہاری ماما نہیں ہے۔ صباء باجی اب نہیں رہی یہ تمہاری آنی ہے۔ نورجہاں اسے جھنجھورتے بولی۔

نہیں۔۔۔کک۔۔کیا بول رہی۔۔۔ ہیں آپ یہ دیکھیں میری ماما کو۔ وہ نفی میں گردن ہلاتی حباء بیگم کا ہاتھ پکڑ کے انکے سامنے لا کھڑا کیا۔

پری میں نے کہا نا یہ تمہاری آنی ہے۔ نورجہاں اپنی بات پر زور دے تی ہوئی بولی۔

نہیں نور آنٹی یہ میری ماما ہیں۔ پری بھی انہیں کی انداز میں بولی۔ پھر جباء بیگم کی طرف پلٹ ان کے چہرے کو دوبارہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

ماما انہیں بتایں نا آپ میری ماما ہو۔ وہ معصومیت سے بولی تو جباء بیگم نے تڑپ کر اسے گلے لگایا تھا۔

ہاں بچے آج سے میں ہی تمہاری ماما ہوں۔ ان کے آج سے کہنے پر وہ فوراً ان سے الگ ہوئی تھی۔ اب وہ بے یقینی سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

صابر کچھ لوگوں کے ہمراہ جنازہ اٹھانے اندر آیا تھا۔ پری کو اس طرح دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کی معملا کیا ہی اس لیئے ساتھ آئے لوگوں کو کچھ دیر کے لیئے باہر ٹھہرنے کا کہتا وہ پری کی جانب بڑھا تھا۔

پری گڑیا یہ تمہاری آنی ہے اور وہ جو وہاں ہے نا وہ تمہاری ماما ہے جو اب اس دنیاں میں نہیں رہی۔ صابر اسے ساتھ لگائے جنازے تک لایا تھا۔

نہیں وہ میری ماما ہے۔ پری نے اسکے حصار سے نکلتے ہوئے۔ جباء کی طرف اشارہ کیا۔

نہیں وہ تمہاری ماما نہیں یہ تمہاری ماما ہے جسے اب ہم ہمشہ کے لیئے دفنانے جا رہے ہیں۔ سمجھ آ رہی ہے تمہارے۔ صابر نے بے لچک آواز میں کہا۔

ننن۔۔۔۔۔۔ نہیں وہ میری۔ ماما ہے۔ پری بار بار جباء بیگم کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر بھی میت پر نہیں ڈالی تھی۔ صابر اب اسے لیکر بالکل صباء بیگم کے منہ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر ایک عورت کو چہرے سے کفن اٹھانے کا اشارہ کرتے ہوئے سختی سے پری کا رخ اس جانب کیا اس طرح کی وہ صباء بیگم کا چہرہ صاف دیکھ سکے۔

مر چکی ہیں تمہاری ماما اب تم کبھی انہیں نہیں دیکھ پاؤ گی۔ کبھی بھی نہیں۔ اس لیئے آخری بار دیکھ لو انہیں۔ اب ہم انھیں۔ ابھی صابر کے الفاظ منہ میں ہی تھے جب پری نے اونچی آواز زار قطار رونا شروع کر چکی تھی۔ اتنا روئی کے وہاں پر کھڑے ہر شخص کو رلا گئی۔

اس کی نڈھال پرتے وجود کو دیکھ صابر اسے زبردستی اپنے ساتھ لگا کر سائیڈ پر ہوا۔ ساتھ لوگوں کو جنازہ اٹھانے کا اشارہ کیا۔ ادھر صباء بیگم کا جنازہ اٹھا تھا ادھر پری صابر کے باہوں میں جھول گئی تھی۔

وہ پری کو وہاں موجود عورتوں کے حوالے کرتے ہوئے قبرستان کے لیئے نکل گیا تھا۔ پھر واپس آ کر وہ لوگ بے

ہوش حالت میں ہی پری کو لیکر عنایت ہاؤس کے لیئے نکل گئے تھے۔

پری کو آج عنایت ہاؤس آئے پندرہ دن ہوگیا تھا۔ لیکن وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔ شروع کے کچھ دن تو وہ روتی ہی رہی تھی۔ اب حباء بیگم کی توجہ اور پیار اسے سمبھال رہا تھا۔ لیکن بات وہ ابھی بھی کسی سے نہیں کرتی تھی۔ حباء بیگم کے باتوں کا بھی ہوں ہاں میں جواب دیا کرتی۔

پری کے آنے سے حباء بیگم کی ڈیوٹی ڈبل ہوگئی تھی۔ ان کا ایک پیر پری کے کمرے میں ہوتا تو دوسرا ضارب کے کمرے میں دونو ہی ان کے علاوہ کسی کی نہیں سنتے تھے۔

ابھی پری باتھ لیکر نکلی تھی۔ آئینہ کے آگے کھڑی اپنے بال سلجھا رہی تھی۔ کافی دنوں بعد وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ اس نے وائٹ کلر کا گھیرے دار فراک پہنا تھا جس پر وائٹ ہی چوری دار شلوار اور دوپٹہ تھا۔

کچھ دیر پہلے ہی حباء بیگم اسکے ساتھ لنچ کر کے گئی تھی۔ اور پیار سے سمجھایا بھی تھا کی وہ باہر آیا کرے سب سے ملا کرے سب اس سے بہت پیار کرتے ہیں۔

پری نے آہستہ سے دروازہ کھول کر کمرے کے باہر قدم رکھا۔ اب وہ دھیرے دھیرے راہداری سے گزرتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔ وہ اس خوبصورت گھر کے ایک ایک کونے کا جائزہ لیتی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ جب کوئی پیچھے سے اپنی انگلی پر فٹ بال گھماتا اس سے آگے نکل گیا۔ پری نے اسے دیکھنے کے لیئے نظریں اٹھائی لیکن اسکے حلیہ پر نظر پرتے ہی آنکھیں خود بخود جھک گئی۔ کیونکہ مقابل گھٹنوں تک آتی شارٹ پر سلیولیس ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ جس سے اسکا کسرتی بازو نمایا ہورہا تھا۔

پری ڈر کر فوراً نیچے بیٹھی تھی۔ پھر باقی گھر دیکھنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے باقی سیڑھیاں اترتی سائیڈ پر بنے تیسرے کمرے کی طرف بڑھی۔ حباء بیگم نے اسے بتایا تھا کی ان کا کمرہ وہی ہے۔

حباء ماما۔ وہ دھیرے سے ڈور کھول کر اندر داخل ہوتی ہوئی انہیں آواز لگائی۔

آؤ پری بیٹا۔ انہوں نے اپنی باہیں پھیلا کر پری کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ ابھی پری ان کے جانب بڑھنے ہی والی تھی کے ضارب نجانے کہاں سے اسکے راستے میں حائل ہوا۔

پری! ضارب نے پری کے آگے کھڑے ہوتے ہوئے اسکا نیچے سے اپر تک جائزہ لیا جس پر پری نے ڈر کے حباء بیگم کی طرف دیکھا تھا۔

ایک تو ضارب کا ایسا حلیہ اپر سے خود کو چھپاتا اسکا لمبا چوڑا وجود پری کی تو مانو جان آدھی ہوئی۔

ماما یہ پری ہیں۔ مطلب فیری۔ ضارب نے حباء بیگم سے پوچھا جس پر انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

آپ سچ میں فیری ہو؟ اب وہ پری سے پوچھ رہا تھا جبکہ پری کو لگ رہا تھا کی وہ اسکا مذاق بنا رہا ہے۔

ارے آپ تو سچ میں فیری ہو۔ دیکھیں آپ کی ڈریس بھی وائٹ ہے۔ آپ بھی وائٹ ہو۔ ضارب چہک کے بولا جبکہ پری کی آنکھیں اب نمکین پانی سے بڑھنے لگی تھی۔

فیری آپ کی میجک اسٹک کہاں ہے؟ آپ میجک بھی کرتی ہو؟ ضارب کا دھیان ہاتھوں پر گیا تھا جیسے وہ آپس میں مسل رہی تھی۔

فیری آپ مجھے اڑ کے بتاؤ نا پلززز۔ مجھے دیکھنا ہے۔ ضارب نے فرمائش کی پری کا چہرا اب مارے بے بسی اور تضحیق کے احساس سے لال ہو گیا تھا۔

ضارب بیٹا باہر جاؤ۔ جباء بیگم پری کا سرخ چہرا دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں۔

نہیں ماما ضارب کو فیری سے باتیں کرنا ہے۔ ماما فیری تو رو رہی ہیں۔ ضارب اس کے گالوں پر پھسلتے آنسوں کو دیکھ کر پریشانی سے بولا۔ پھر بنا ایک پل ضائع کیئے اپنی انگلی کے پور سے انہیں چنا۔ جس پری ڈر کے بالکل دیوار سے لگی تھی۔

ماما دیکھنا اب یہ موتی بنے گا۔ کیونکہ جب فیری روتی ہے نا تو وہ موتی بنتا ہے۔ ضارب آنسوں کو اپنی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے بولا۔

ضارب باہر جاؤ دیکھو فیری رو رہی ہے۔ جباء بیگم نے اب کے سختی سے کہا۔

لیکن میں نے فیری کو نہیں مارا۔ ضارب نے صفائی پیش کی۔

ضارب جاؤ۔

جی۔ ضارب منہ بسور کر بولا۔ پھر پری کے قریب آیا۔

فیری آپ کہیں ناجانا ضارب ابھی آپ کے پاس آئے گا۔ اور آپ کے لیئے فریج سے چوکلیٹ بھی لائے گا۔ ضارب کے نکلتے ہی حباء بیگم اسکے پاس آئی تھی۔ پری کے آنسوں صاف کرتے ہوئے انہوں نے اسے بیڈ پر بیٹھایا۔

پری ہمشہ جیسا نظر آئے ویسا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اکثر حقیقت ہماری نظروں سے اچھل ہوتی ہے۔ حباء بیگم نے جگ سے پانی ڈال کر پری کی طرف بڑھایا۔ جو وہ کنفیوز نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے تھام گئی تھی۔

تمہیں یہی لگ رہا ہوگا نا ضارب نے تمہارا مذاق بنایا ہے؟ ان کے سوال پر پری نے سر کو جھکایا۔

لیکن بیٹا وہ کسی کا کیا مذاق بنا سکتا ہے جو خود ایک مذاق بن کر رہ گیا ہو۔ حباء بیگم دیوار پر لگے ضارب کے فوٹو کو دیکھتے ہوئے بولی۔ پری نے سر اٹھا کے انکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا جہاں ضارب شیف کے کپڑوں میں کسی ڈیش کو ہاتھ کے چار انگلیوں پر ٹکائے مسکرا رہا تھا۔

ضارب کے بابا شہاب ایک شیف تھے اور ہمارا عنایت ہوٹل نامی ایک فائیو اسٹار ہوٹل بھی ہے۔ ضارب کو کوکینگ شوق و ہنر اپنے باب۔ سے وراثت میں ملا ہے ضارب بھی ایک شیف ہے۔

جبکہ ضارب کے چاچا یعنی تمہارے چھوٹے ماموو ہاب ایک جج تھے۔ انہیں کے نقش قدم پر چل کر مرزا ضارب کا چھوٹا بھائی اور صابر پرسوں جن سے تم ملی تھی وہ دونو وکیل ہیں۔

ڈیڑھ سال پہلے یہیں شہر کے زیدی ہوٹل میں کوکینگ پروگرام چل رہا تھا۔ جس میں شہاب چیف گیسٹ کے طور پر مدعو تھے۔ وہیں پر ان کی نظر ہوٹل میں چل رہے غیر قانونی سرگرمیوں پر پڑ گئی تھی۔ جس کا انہوں نے پولیس میں رپورٹ کیا تھا۔ اور پولیس کے چھان بین کرنے پر ہوٹل سے کئی ثبوت برآمد ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے اس ہوٹل کو سل کر دیا گیا۔ حباء بیگم کی نظر ضارب کے تصویر پر ہی تھی جبکہ پری کی کنیوز نظریں ان پر تھی۔ مطلب اس سب کا یہاں کیا ذکر۔

اسے عنایت ہاؤس کی بد قسمتی کہو یا بربادی کی وجہ کے اس کیس کے گواہ بھی عنایت ہاؤس سے تھا جج بھی بھی عنایت ہاؤس سے تھا۔ جس کی وجہ سے دو دو جنازے بھی عنایت ہاؤس سے اٹھے دو دو عورتیں بیواہ بھی ہاؤس کی ہوئی۔ بیٹا بھی عنایت ہاؤس کے مکیں نے ہی کھویا غرض ساری بربادی سارا خسارا عنایت ہاؤس کے حصے میں آیا۔

مطلب؟ پری نے انکے درد بھرے چہرے۔ کے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اس کیس پر وہاب نے اس ہوٹل کے مالک طاہر زیدی کے خلاف فیصلہ سنایا تھا جس کے گواہ شہاب تھے۔ جس کا بدلہ لینے کے لیئے طاہر زیدی نے ہمارا ایکسیڈنٹ کروایا تھا۔ ایکسیڈنٹ ایسی جگہ کروائی تھی جہاں پر اکثر خطرناک حادثات ہوتے رہتے تھے۔ جباء بیگم کی نظروں کے سامنے آج بھی اس رات کا منظر واضح تھا۔

ہم لوگ کسی عزیز کے گھر دعوت سے لوٹ رہے تھے۔ وہاب اور شہاب پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے جبکہ میں آگے ضارب کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اچانک ہماری گاڑی کو پیچھے سے ٹرک نے ہٹ کیا تھا۔ تصادم اتنا شدید تھا کی گاڑی سیدھا جا کر برقی کھمبے سے ٹکرائی تھی۔

جس کی وجہ سے گاڑی کا پچھلا حصہ مکمل ٹرک کے نیچے آگیا۔ میرے پیر سامنے ڈیش بورڈ کے نیچے بری طرح دب گئے تھے۔ جبکہ ضارب ٹھیک تھا۔ جس کی وجہ سے وہ گاڑی سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا شائد یہی اس نے غلطی کی تھی۔ گاڑی سے نکلتے ہی کسی نے بھاری روڈ سے اس کے سر کے پچھلے حصہ پر وار کیا تھا۔ اور وہ وہیں گر گیا۔ میں بھی بے ہوش ہوگئی تھی۔ تقریباً پانچ سے چھ گھنٹے بعد پولیس نے ہمیں ہوسپٹل میں شفٹ کیا۔ میں تو ایک ہفتہ بعد ہوش میں آئی تھی۔ جبکہ ضارب پورے چھ مہینے کوما میں رہنے کے بعد ہوش میں آیا تھا۔

لیکن صرف آدھے ہوش میں۔ جباء بیگم آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

میں کچھ سمجھی نہیں۔ پری نے بھی اپنے آنسوں کو صاف کیا۔ جوجا بیگم کے لہجے میں چھپا ورد کو محسوس کرکے خود بخود نکل آئے تھے۔

ضارب کے سر کے پیچھلے حصہ پر اتنا بھاری وار ہونے کے باوجود خون کا ایک قطرہ تک نہیں نکلا تھا۔ جو اس کے لیئے نقصاندہ ثابت ہوا۔ ڈاکٹرس کا کہنا تھا کی اگر اسے ہوش رہتے وقت پر ہوسپٹل لایا جاتا تو وہ آپریشن کرسکتے تھے۔ لیکن بعد میں ایسا کرنا خطرناک تھا۔ کیونکہ سر کے پچھلے جانب کئی ایسے نبض ہوتے ہیں جو زرا سا ہرٹ ہونے پر انسان کی جان جا سکتی ہے۔

اور اسی وجہ سے ضارب کوما میں چلا گیا اور جب ہوش آیا تو اسکی دماغی حالت ایک آٹھ سال کے بچے جیسی ہوگئی تھی۔ اور پچھلے ایک سال سے ضارب کی یہی حالت ہے۔ جباء بیگم کے چپ ہوتے پری ان کے گلے لگی تھی۔

جانتی ہو ضارب کی ایسی حالت کے بارے گھر والوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یہاں تک کی ضارب کی سگی پھوپھو بھی نہیں۔ لیکن میں نے تمہیں بتایا کیونکہ اب تم اس گھر کی فرد ہو میری بیٹی ہو اور یہ تمہارا گھر ہے۔ جباء پری کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے۔ ہو کے رہتا ہے کسی کے جانے سے زندگی نہیں رکتی زندگی کا نام حرکت ہے اور جمود موت ہے۔ اس لیئے خود کو سنبھالو۔ تمہارے اس طرح دنیاں سے کٹ کے رہنے سے صباء واپس نہیں آئے گی۔ لیکن تمہاری ایسی حالت دیکھ کر ان کے روح کو تکلیف ہوگی جو تم یقیناً نہیں چاہتی ہوگی ہے نا؟۔ ان کے سوال پر پری نے نم آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

ویری گڈ داٹس لائک مائی ڈوٹر۔ وہ اسکی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بولی۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ تب پری نے دھیان دیا تھا کی وہ ایک پیر پر زور دیتی تھوڑا لنگڑا کر چلتی ہیں۔

وہ لوگ ٹی وی لاؤنج میں پہونچے جہاں سب بیٹھے تھے۔ ایک صوفے پر صابر احتشام اور مرزا بیٹھے تھے جبکہ دوسرے صوفے پر راحبہ بھابھی مشال اور شاہین بیگم بیٹھی تھیں۔

پری کو جباء بیگم کے ساتھ آتا دیکھ سب اپنا اپنا کام چھوڑے اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ ان پندرہ دنوں میں پری نے کسی سے بات نہیں کی تھی نیچے آنا تو خیر بہت دور کی بات تھی۔ سب کے اس طرح دیکھنے پر پری کی گرفت جباء بیگم کے ہاتھ پر سخت ہوئی۔

بھئی ایسے نا دیکھو میری بیٹی ڈر رہی ہے۔ جباء بیگم مسکراتے ہوئے اسے لیکر سب کی طرف آئی۔ تیسرے صوفے پر اسے لے کر بیٹھ گئی۔ پھر پری کا سب سے تعارف کرانے لگی۔

پری یہ شاہین ہے۔ انہوں نے شاہین بیگم کی طرف اشارہ کیا جو مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ تم انہیں ممانی یا آنی بھی کہہ سکتی ہو دونو رشتہ ہے۔

صابر کو تم پہلے دیکھ چکی ہو۔

جی! پری نے سر ہلایا۔ اسے اس دن کا واقع یاد آیا جس سے آنکھوں میں جلن سی ہوئی۔ جو صابر کی زیریک نگاہوں سے چھپ نہیں سکی تھی۔ تبھی وہ بولا۔

اچھا تو گڑیا مجھے کیا بلایا کرے گی۔

صابر بھائی۔ پری معصومیت سے بولی۔

داٹس گڈ۔ صابر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

یہ تمہاری بھابھی راحبہ۔ اور یہ مشال۔ انہونے راحبہ کے ساتھ بیٹھی مشال کی طرف اشارہ کیا جو ایک منٹ میں اٹھ کر اس کے گلے لگی تھی۔

عرف چھپکلی جیسے صرف دو ہی کام آتے ہیں دی گریٹ مرزا سے لڑنا پڑھائی سے ڈرنا۔ مرزا نے اپنا حصہ ڈالا۔

اور یہ ہے مرزا الطوفی دی لایر۔ مشال جل کر اسکے طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔
.That'slawyernotliar
مرزا دانت پیس کر بولا۔ یہ ایک چیز تھی جو مرزا کو آگ لگا جاتی تھی۔
.Yathat'siamsaingmirzagalibinayattheliar
مشال بھی جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اسکے مقابل کھڑی ہوئی۔

دیکھو چھپکلی! مرزا بولتے ہوئے اسکی طرف بڑھا ہی تھا کی احتشام دونو کے بیچ میں آیا۔

مشی چاچو یار ابھی میرا انٹروڈکشن باقی ہے۔ وہ دونو پر ایک ایک نظر ڈالتا پری کے پاس آیا۔ اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے ایک دم پروفیشنل انداز میں گویا ہوا۔

ہائے !ایم احتشام عنایت سن اوف صابر عنایت گرینڈ سن اوف وہاب عنایت دی فیوچرلویر۔ اسکے انداز پر جہاں سب کا قہقہ ابلا تھا وہیں پری کے ہونٹوں پر بھی ایک پیاری سی مسکراہٹ نے جگہ لی تھی۔

نائس ٹو میٹ یو مسٹر احتشام عنایت دی فیوچرلایر۔ پری اسکا چھوٹا سا ہاتھ تھامتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

یو کین کال می شامی۔ شامی پری کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

آل سو یو کین کال موٹو۔ مرزا نے ٹکرا لگایا۔

چاچو!!!!!!۔ احتشام اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

سٹوپ اٹ گائز۔ صابر بولتے ہوئے پری سے مخاطب ہوا۔

پری گڑیا آپ کونسے کلاس میں ہیں؟

جی چھ مہینے پہلے گریجویشن کمپلیٹ کیا ہے۔

پھر آگے ؟

ماما کی صحت کی وجہ سے آگے ایڈیشن نہیں لیا۔ پری کی آنکھیں پھر سے بھیگ گئی تھی۔ سب نے افسوس سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ تبھی پری کے آگے ایک مردانا مظبوط ہتھیلی آئی تھی۔ جس پر دو فروٹ اینڈ نٹ چوکلیٹ تھے۔

فیری !ضارب نے اپنا پرومیس بریک کیا فیری کو چوکلیٹ نہیں دی اس لیئے آپ رو رہی ہیں۔ وہ گھٹنوں کے بل اس کے آگے بیٹھے بھاری مگر معصوم آواز میں پوچھ رہا تھا۔ چہرے پر دنیاں جہان کی معصومیت تھی۔ پری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ جو سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

فیری آپ نا روئیں ضارب اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اس لیئے وہ بھول گیا۔ لیکن پرومیس ضارب اب کبھی نہیں بھولے گا اور روز فیری کے لیئے چوکلیٹ لائے گا۔ سوری اب ضارب کو معاف کر کے چوکلیٹ لے لیں۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنے کان کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا۔ سب مسکراتے ہوئے ضارب کو دیکھ رہے تھے۔ جبکہ پری حیران تھی۔ پھر کچھ سوچ کر چوکلیٹ اس کے ہاتھ سے اٹھا لیا۔

تھینک یو۔ پری نے دھیمی آواز میں کہا۔

یو آر ویلکم فیری ۔ ضارب خوشی سے کھڑا ہوا۔

واہ بھائی کبھی مجھے تو چوکلیٹ نہیں دی ۔ مرزا نے کہا

مجھے بھی ۔ مشال بھی منہ بسور کر بولی ۔

اور مجھے بھی بڑے چاچو۔ احتشام بھی آگے ہوا۔

تم لوگ فیری تھوری نا ہو۔ وہ شان بے نیازی سے کہتا صابر کے ساتھ بیٹھ گیا ساتھ ویڈیو گیم بھی نکال لیا تھا۔

جہاں تینوں نے صدمہ سے اسے دیکھا تھا وہیں باقی سب نے محبت سے اسے دیکھا جو ایک ہی دن میں پری کے ساتھ اتنی نرمی سے پیش آرہا تھا۔ جبکہ وہ اپنے دنیاں میں مگن رہنے والا انسان تھا۔ پہلے بھی اور اب بھی۔

دن کے بارہ بج رہے تھے لیکن موسم اتنا ٹھنڈا اور خوشگوار تھا کی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے صبح کے چھ سات بج رہے ہیں۔

صابر مرزا کورٹ جبکہ مشال اور احتشام سکول اور یونی جا چکے تھے۔ پری موسم کی ٹھنڈک کو محسوس کرتے ہوئے راحبہ بھابھی کی ہدایت پر سویٹر پہن کر اکیلے گارڈن میں رکھے جھولے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

پچھلے ایک ہفتہ سے وہ بہت اچھا محسوس کر رہی تھی ہمہ وقت مسکرانا تو جیسے اس کا کام ہی بن گیا تھا۔ ویسے بھی کوئی اسے اکیلا چھوڑتا ہی نہیں تھا کی وہ کچھ سوچ کر اداس ہوتی۔ مشال تو مانو اسکی پرچھائی بن گئی تھی۔ وہ رات میں سو بھی اسی کے کمرے میں رہی تھی۔

مرزا اور مشال کی لڑائی ہنسی مذاق احتشام کی بزرگانا باتیں صابر بھائی اور راحبہ بھابھی کے خیال رکھنے کا انداز جباء بیگم اور شاہین بیگم کا ماؤں کی طرح اسکا خیال رکھنا سب ہی اسکے غم کو بھلانے میں زخموں پر مرحم رکھنے میں پیش پیش تھے۔

ابھی بھی وہ آدھے گھنٹے سے جھولے پر بیٹھی سب کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی کے اچانک اسکا دھیان اس انوکھے انسان کی طرف چلا گیا تھا۔ جو بنا ناغہ روزانہ اس کے لیئے چوکلیٹ لایا

کرتا تھا۔ اور نا چاہتے ہوئے بھی اسکے ہاتھ سے چوکلیٹ لیتے ہوئے ہونٹوں کا ایک خوبصورت سی مسکراہٹ حاطہ کرلیتی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ پری کو چوکلیٹ دے کر گیا تھا جیسے پری نے سویٹر کے جیب میں رکھا تھا اسکا ہاتھ بے ساختہ سویٹر کے جیب میں گیا تھا۔ ساتھ ہونٹوں پر وہی انوکھی مسکراہٹ نے جگہ لی تھی۔

وہ چوکلیٹ کو نکال ریپر کھولنے لگی تھی کہ فٹ بال آکر اسکے قدموں میں گرا تھا۔ وہ جانتی تھی کس کا بال ہے اس لیئے اسنے ہولے سے بال کو کک کیا جو سیدھا جا کر بال لینے آرہے ضارب کے پیروں کے پاس رکا تھا۔

واؤ فیری آپ کو فٹ بال کھیلنے آتی ہے؟ ضارب کی چمکتی آواز پر پری نے سر اٹھایا تھا۔ وہ اپنے ہمیشہ کے حلیہ میں ہی تھا اس لیئے وہ نظریں جھکا گئی تھی۔ اسے ضارب کے بارے میں جاننے کے بعد اس کے لیئے برا لگتا تھا لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر شرم بھی بہت آتی تھی۔

وہ جو مردوں کے پرچھائی سے بھی ڈرا کرتی تھی اسے ضارب یا اس گھر کے کسی مرد سے خوف نہیں آتا تھا بلکہ ان سے عقیدت کی خوشبو آتی تھی۔

اب وہ آکر بیچ میں فٹ بال رکھتا جھولے پر بیٹھ گیا تھا۔

فیری !ضارب کے آواز دینے پر اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

آپ فیری ہو یا ائینجل ہو؟ ضارب کے اس عجیب سوال پر اس نے غور سے اسکا چہرہ دیکھا جہاں ہمشہ کی طرح معصومیت ہی معصومیت تھی۔

آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟

اس لیئے کے سب آپ کو پری کہتے ہیں کیونکہ آپ فیری جیسی ہو۔ لیکن ابھی آپ نے چیمپین کے بال کو کیک کیا اور ماما کہتی ہیں چیمپین کے ساتھ ائینجلس کھیلتے ہیں۔ تو اس انگل سے آپ تو ائینجل ہوئی نا۔ اس لیئے میں کنفیوز ہو رہا ہوں کے آپ کون ہیں فیری یا ائینجل۔ ضارب کے ساری تفصیل بتانے پر پری کو جو ہنسی آئی تو پھر وہ ہنستے ہی چلے گئی۔

کوئی اتنا معصوم کیسے ہو سکتا ہے۔ پری نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا جو اس کے مسلسل ہنسنے پر مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر اپنی ہنسی روکتے ہوئے اسکی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا۔

آپ کو کیا لگتا ہے میں کون ہوں؟ پری نے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ پری کے سوال پر ضارب نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

آپ ائینجل ہو۔ ضارب چٹکی بجا کے بولا۔

اچھا وہ کیوں؟ پری نے دلچسپی سے پوچھا کیونکہ اسے ضارب کی معصوم باتیں اچھی لگ رہی تھی۔

کیونکہ آپ کے پاس فیری اسٹیک نہیں ہے۔ اور آپ کو فٹ بال کھیلنا بھی آتا ہے۔

ہمممم! پری نے صرف سر ہلا کر ہمم کہا۔

اب سے ضارب فیری کو ائینجل کہ کے بلایا کرے گا ضارب کی ائینجل۔ وہ تالی بجا کے بولا۔

اس کے ضارب کی ائینجل کہنے پر پری کا دل زور سے۔ دھڑکا تھا۔ وہ فوراً جھولے سے اتر کر اندر کی جانب بڑھنے لگی تھی کی ضارب نے اسکی کلائی تھام لی۔ پری کی حالت اور غیر ہوئی تھی۔ اب تو لگ

رہا تھا دل ہاتھوں میں دھڑکنے لگا ہے۔ ابھی وہ اس سے اپنی کلائی آزاد کرانے ہی والی تھی کے ضارب سامنے آیا۔

ائنجل آپ کہاں جارہی ہیں؟ ضارب کو آپ کے ساتھ کھیلنا ہے۔ ضارب اسکا ہاتھ پکڑکے دوسرے ہاتھ سے فٹ بال اٹھاتا گارڈن کے کھلے حصے کی طرف بڑھ گیا۔

دکھیں لیکن مجھے کھیلنا نہیں آتا۔ پری اپنی کلائی آزاد کرتے ہوئے بولی۔

کوئی بات نہیں ضارب چیمپین ہے وہ آپ کو سکھادے گا۔ ضارب کے پاس اسکا بھی حل تھا۔

لیکن آپ پہلے یہ بتائیں ائیجل اپنے ضارب کو کیا کہ کربلائے گی۔ ضارب کے سوال پر وہ گڑ بڑائی۔ پہلے ضارب کی ائینجل اور اب اپنے ضارب۔ دو نو لفظ اسکے دل میں ہلچل مچا گئے تھے۔

ہوش کے ناخون لو پری وہ بے چارہ ایک آٹھ سے کے بچے سے کم نہیں ہے۔ پری اپنے دل کو سمبھالتی خود کو باور کرایا۔ پھر اپنی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھتے ضارب کو دیکھا۔

کیا بولوں؟ پری نے پوچھا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے۔ ضارب نے کاندھے اچکا کر لاعملی ظاہر کی۔

میں آپ کو ضری بلایا کرونگی۔ پری کچھ دیر سوچنے کے بعد بول کر ضارب کی طرف دیکھا۔

ہمم ساؤنڈس گڈ۔ ضارب پر سوچ انداز میں بولا۔

اب چلیں ضارب ائینجل کو فٹ بال کھیلنا سکھائے گا۔ ضارب اسکا ہاتھ پکڑ کے بولا پھر اسے فٹ بال کھیلنا سکھانے لگا پری بھی سب بھلائے اب اسکے بتائے کے مطابق کھیل رہی تھی۔ ساتھ پری کے اناڑیوں کی طرح کھیلنے پر دونوں کا قہقہ پورے گارڈن میں گونج رہا تھا۔ حباء بیگم شاہین بیگم اور راحبہ لاؤنج کی بڑی سی کھڑکی سے دونو کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

مشال اور پری پری کے کمرے میں بیٹھے تھے اور مشال پری کو اپنے یونی میں کی گئی شرارتیں بتا رہی تھی جس پر پری پر پیٹ پکڑ کر ہنسے جا رہی تھی۔

اچھا لڑکی بہت ہنس لیا چلو ابھی کافی بنا کر پیتے ہیں۔ مشال اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

مشی ابھی ڈنر کا وقت ہے کون ابھی کافی پیتا ہے ۔ پری اسکے ساتھ سیڑھیاں اترتی ہوئی بولی ۔

میں پیتی ہوں ۔ اور ویسے بھی ابھی ساڑھے آٹھ ہو رہے ہیں اور ڈنر نو بجے کرتے ہیں ۔ مشال اسے لیکر کچن میں آگئی تھی ۔ وہ برتن میں پانی ڈال رہی تھی کہ مرزا اور احتشام وہاں پر آدھمکے ۔

کیا کر رہی ہو چھپکلی ؟ مرزا اسکے پاس آتے ہوئے پوچھا ۔

سوئیمنگ کر رہی ہوں وکیل صاحب جو شائد آپ کو نظر نہیں آرہا ۔ مشال اسکے چھپکلی کہنے پر دانت پیس کر بولی ۔

اچھا اتنے سے پانی میں تم تیر لیتی ہو ۔ مرزبرتن میں جھانکتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا ۔ ۔

آپ کو تکلیف ہے وکیل صاحب ۔ مشال اسے دھکا دے کر سائیڈ پر کیا ۔

ارے برا کیوں منا رہی ہو انسان ہوں بھول جاتا ہوں ۔ مرزا سلیب کا سہارا لیتا سائیڈ پر ہوا ۔

کیا بھول جاتے ہیں چاچو؟ احتشام نے اپنے ہمیشہ کے سوال پوچھنے کی عادت سے مجبور ہو کر پوچھا۔

یہی میرے موٹے کی تیری پھپھو چھپکلی ہے۔ اب چھپکلی کو کیا ضرورت زیادہ پانی کی۔ وہ تو اتنی بزدل ہوتی ہے کی چلوّ بھر پانی میں ڈوب مرے۔ مرزا احتشام کے کاندھے پر ہاتھ جماتے ہوئے بولا۔ نظریں مشال پر تھی جو اس کا غصہ فریج کے ڈور پر نکال آئی تھی۔

مرزا اگر ایک اور بار آپ نے مجھے وہ کہ کربلایا نا یقین مانیں میں نے یہ فرائی پین آپ کے سر پر دے مارنا ہے۔ مشال نے سائیڈ پر رکھی فرائی پین اٹھائی۔

وہ نہیں چھپکلی۔ مرزا نے ٹکڑا لگا کر مشال کا اور دل جلایا۔

ہاہاہاہا۔۔ بھائی آپ دونو لاعلاج ہو۔۔ پری جو کب سے اپنے آپ کو ہنسنے سے روکے ہوئی تھی آخر برداشت سے باہر ہونے پر سائیڈ چیر پر بیٹھ کر ہنستے ہوئے بولی۔

لڑکی یہ بھائی کسے کہا تم نے؟ اور تم ہنس کیوں رہی ہو؟ مرزا پری کے سامنے دونوں ہاتھ کمر پر جما کر کھڑا ہوا۔

بھائی تو پری نے آپ کو ہی کہا ہے وکیل صاحب۔ مشال فلیم سم پر کرتی مرزا اور پری کے بیچ میں آئی۔

اور رہی بات ہنسنے کی تو آپ کی شکل ایسی ہے کی بندہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دے۔ مشال مرزا کے چہرے کے آگے گول ہاتھ گھماتے ہوئے بولی۔

دیکھو میں لاکھ شریف النفس انسان سہی لیکن خوبصورت لڑکی کا بھائی بالکل نہیں بن سکتا ہرگز نہیں۔ مرزا نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا۔

آپ اور شریف۔۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔۔۔۔ یونیورسل جوک۔ مشال نے تالی بجاتے ہوئے قہقہ لگایا۔ ابھی مرزا اسے جواب دینے والا تھا کی ضارب بھی وہیں آگیا۔

ائینجل آپ یہاں ہے میں نے آپ کو پورا گھر ڈھونڈھ لیا چلیں ہم کارٹون دیکھتے ہیں۔ ضارب پری کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

ائینجل۔۔۔۔

ائینجل کون ہے یہاں پر بڑے چاچو؟

یہ میری ائینجل ہے۔ ضارب پری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کے اپر اٹھاتے ہوئے اعلانیہ انداز میں بولا۔

لیکن بھائی صبح تک تو یہ فیری تھی؟ مرزا اس نئے نام پر حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

ہاں! بٹ اب میری ائینجل ہے۔ ہے نا ائنجل؟ ضارب کے پوچھنے پر پری نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور پتا ہے میں ائینجل کا ضری ہوں۔ ہے نا ائینجل؟ ضارب نے پھر پری کی طرف دیکھ کے تصدیق کرنی چاہی جس پر پری نے پھر مسکرا کر سر ہلایا۔

بھئی کونسی میٹنگ چل رہی ہے آج کچن میں؟ راحبہ بھابھی بمشکل اپنے بھاری وجود کو لیکر چلتی ہوئی ان سب کے پاس پہونچی۔ مرزا کو کسی کی کال آگئی تھی تبھی وہ ایکسکیوز کرتا باہر نکل گیا۔

بڑے چاچو انجل نام تو بہت اچھا ہے۔ پری اب میں بھی آپ کو انجل آپی کہ کر بلایا کرونگا۔ احتشام پری کے پاس آنے لگا تھا جب درمیان میں ضارب آیا۔

یہ صرف میری ائینجل یعنی صرف ضارب کی ائینجل۔ اس لیئے تم انہیں ائینجل کہکر نہیں پکار سکتے۔ کیونکہ ضارب اپنی چیزیں شئیر نہیں کرتا۔ اور اپنی ائینجل تو بالکل بھی نہیں نیور۔ ضارب سینے پر دونو بازو باندھے کسی ضدی بچے کی طرح بولا جو اپنا عزیز کھیلونا کسی سے نا بانٹنا چاہتا ہو۔ انداز سو فیصد اٹل تھا۔

لیکن کیوں چاچو؟ احتشام نے منہ بنایا۔

بس ایسے ہی۔ ضارب نے کاندھے اچکائے۔

ویسے شامی ایک ہفتہ سے پری تمہاری پھپھو تھی اب اچانک آپی کیسے ہوگئی ہاں؟۔ مشال نے ائی برو اٹھا کے پوچھا۔

مشی میری کوئی بہن نہیں ہے نا جبکہ میرے سارے فرینڈس کے بہن بھائی ہیں۔ احتشام کی بات پر پری اور مشال نے بے ساختہ راحبہ بھابھی کے بھاری وجود کی طرف دیکھا تھا۔ جہاں بے چارے شامی کی بہن یا بھائی آرام کر رہے تھے۔

فکر نا کرو بچے پندرہ سے بیس دن میں تمہارا کوئی بہن بھائی آجائے گا۔ مشال نے بھابھی کی گھوریوں کو اگنور کرتے ہوئے کہا۔

کہاں سے آئے گا؟

ہوسپٹل سے اور کہاں سے۔ مشل نے جواب دیا۔

لیکن کون لائے گا؟ اور میرے بھائی بہن ہوسپٹل میں کر رہے ہیں؟ اب احتشام دی لویر فارم میں اچکا تھا۔

تمہاری ماما لائے گی۔ مشال کافی کپ میں نکالتے ہوئے اسے ٹالنے کے انداز میں بولی۔

لیکن میری ماما کیسے لائے گی؟ مشال نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس وقت کو کوسا جب اسکی زبان غلط وقت پر غلط انسان کے آگے کھل گیا تھا۔

مشی آپ نے بتایا نہیں؟ احتشام نے منتظر نظروں سے اسے دیکھا۔ مشال نے بے بسی سے پری اور بھابھی کو دیکھا جو اسکے حالت سے لطف اٹھا رہے تھے۔

بھائی میرے خرید کر لائے گی۔ اب ڈاکٹر تمہارے ماموتو ہے نہیں جو بہن کو اٹھا کے دے دیا۔ مشال منہ بنا کر بولی اپنی دانست میں اس نے احتشام کا منہ بند کر دیا تھا۔

در حقیقت اس نے تو احتشام عنایت دی فیوچر لایر کو جگا دیا تھا۔

مشی یہ اِلّ لیگل ہے۔ ماما آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔ میں ابھی پاپا اور چاچو سے بات کرتا ہوں۔ احتشام آستیں چڑھاتے ہوئے آگے بڑھا تو سب ہوش میں آئے۔ پری نے فوراً اٹھ کر اسے پکڑا تھا۔

میرا ابھی کوئی چھوٹا بھائی نہیں ہے۔ اور مرزا بھائی بھی مجھ سے بڑے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے پری آپی بلا سکتے ہیں؟ پری نے اس کا دھیان ہٹانا چاہا۔

ہاں! بالکل بنونگا۔ احتشام چہک کے بولا۔ لیکن۔

لیکن کچھ نہیں شامی چلو میں تم اور ضری ٹیبل سیٹ ہونے تک کارٹون دیکھتے ہیں۔ پری اسے موقع دئے بغیر اسکا ہاتھ پکڑکر کچن سے باہر نکلتے پلٹ کر دیکھا تھا جہاں مشال ہاتھ جوڑے اسے تھنک یو کہہ رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

آج صبح سے موسم کافی گرم تھا۔ سب ناشتہ کے بعد اپنے اپنے کام پر نکل گئے تھے۔ راحبہ بھابھی کو ڈاکٹر نے دو دن بعد کا وقت دیا تھا اس لیئے وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی۔ پری جباء بیگم اور شاہین بیگم کے ساتھ حال میں بیٹھی تھی۔

باجی آج کتنی گرمی ہے نا۔ جبکہ یہ گرمی کا موسم بالکل نہیں ہے۔ شاہین بیگم گارڈن میں دھوپ دیکھتے ہوئے بولی۔

ہاں بھئی اب موسم کا پتا کہاں چلتا ہے گرمی میں سردی اور سردی میں گرمی ہونے لگی ہے۔ جباء بیگم نے جواب دیا۔

پری بیٹا ضارب نیچے نہیں آیا؟ جباء بیگم خاموش بیٹھی پری سے مخاطب تھی۔ کیونکہ آج کل ضارب کا زیادہ وقت پری کے ساتھ گزرنے لگا تھا۔ کبھی وہ دونو فٹ بال کھیلتے نظر آتے تو کبھی بیڈمینٹن کبھی کارٹون دیکھتے تو کبھی ویڈیو گیم کھیلتے۔

جی ماما ابھی تک نہیں آئے پتا نہیں کیوں۔ پری نے جواب دیتے ہوئے حیرت کا اظہار بھی کیا کیونکہ صبح کے دس بج رہے تھے اب تک وہ آجاتا تھا۔

اچھا ہی ہے بیٹا وہ آج نیچے نا آئے ورنہ آتے ہی بال لیکر گارڈن میں نکل جانا ہے۔ جباء بیگم ریموٹ اٹھا کر نیوز چینل لگاتی ہوئی بولی۔

لیکن ماما وہ تو روز گارڈن میں جاتے ہیں نا۔

ہاں! بچے لیکن آج بہت زیادہ دھوپ ہے باہر۔ اور گرمی ضارب کے لیئے ٹھیک نہیں ہے۔ ڈوکٹر نے سختی سے اسے گرمی سے دور رکھنے کے لیئے کہا۔ دھوپ میں جانے کی وجہ سے رات میں اسکے سر میں شدید درد شروع ہوجاتا پھر اسے سمبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے میں ساری رات مجھے اس کا سر اپنے گود میں رکھ کر جاگتے ہوئے گزارنا پڑتا ہے ورنہ وہ کبھی اپنے بال دونوں ہاتھوں میں

جکڑکر کھینچنے لگتا ہے تو کبھی بیڈ کراؤن پر زور زور سے سر کو مارنے لگتا ہے۔ جاء بیگم خلاء میں گھور ہوئے بولی آنکھیں پھر سے نم ہوئی تھی۔

یہ تو خیر کچھ نہیں تھا ضارب کو جب اس ایکسیڈنٹ سے جڑا کچھ یاد آجاتا تو وہ اپنے ہی جان کا دشمنن بن بیٹھتا تھا۔ شروعات میں تو اس نے شہاب اور وہاب کی فوٹوز دیکھنے کے بعد چھت سے کودنے کی کوشش بھی کرچکا ہے۔ پر خدا کا کرنا کی مرزا اور صابر وقت پر پہنچ گئے تبھی گھر سے ان دونو کی ساری تصویریں ہٹادی گئی۔

ایک بار راحبہ کے ڈیلوری ہوجائے پھر بعد میں ضارب کو ڈاکٹر کے پاس بھی لے جانا ہے۔ جاء بیگم آنسوں پوچھتے ہوئے بولی۔ پھر شاہین بیگم کے ہاتھ سے گلاس تھام کر لبوں سے لگایا۔ جبکہ پری پھر سے کہیں کھوگئی تھی۔

وہ ضارب کے بارے میں جتنا جانتی اسے اتنا برا فیل ہوتا تھا۔ اس نے مشال سے ایکسیڈنٹ سے پہلے والے ضارب کے بارے میں سنا تھا۔ جس پر اسے ذرا یقین نہیں ہوا کی یہ وہی ضارب ہے کیونکہ وہ ضارب بالکل اس ضارب کے الٹ تھا سنجیدہ سوبر پرسنالٹی۔ اس نے مشال سے اپنی بے یقینی کا اظہار کیا تو مشال نے مسکراتے ہوئے ضارب کے بچپن سے لیکر اب تک
کے سارے البم دکھائے تھے۔ اور حیرت انگیز طور پر وہ ہر فوٹو میں مشال کے نقشہ کشی کے مطابق ہی

تھا۔ کھل کر ہنستا ہوا تو خیر وہ صرف جباء بیگم کی روم والی فوٹو میں ہی تھا باقی سب فوٹوز میں چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ تھی بس۔ جو اسے اور جاذب بنا رہے تھے۔

پری ابھی اپنے خیالوں میں گم تھی کے قدموں کی چاپ پر اسکی نظر سیڑھیوں کی جانب اٹھی تھی۔

جہاں ضارب بلیک شارٹ پر وائٹ سلیولیس شرٹ پہنے اپنے کسرتی بازوں کی نمائش کرتا تا تھے پر بکھرے نم بالوں کے ساتھ دو دو سیڑھیاں جمپ کرتا نیچے آرہا تھا۔ اور بال ہمیشہ کی طرح شہادت کی انگلی پر گلوب کی طرح گھوم رہی تھی مجال ہے جو اس کے کودنے سے بال کا بیلینس بگڑا ہو۔ پری محویت سے اسکا جائزہ لے رہی تھی جب وہ بالکل اس کے سامنے اکر کھڑا ہوا۔

اینجل کیا ہوا؟ ضارب نے اسکے چہرے کے آگے ہاتھ لہرایا۔

کک۔۔ کچھ۔۔ نہیں۔۔ پری گڑبڑائی۔

ماما آپ جلدی سے میرے چوکو زدے دیں پھر میں نے اینجل کے ساتھ کھیلنے جانا ہے۔ ضارب جباء بیگم کا ہاتھ پکڑ کے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔ جس پر وہ کراہ کے واپس بیٹھ گئی۔ آج کل ان

کے پیروں کا درد بڑھ گیا تھا۔ کیونکہ چھ مہینے پہلے ہی انہیں اپنا روڈ نکلوانا تھا جو وہ ضارب کی وجہ سے نہیں نکلوپائی تھی۔

کیا ہوا ماما؟ دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

کچھ نہیں بچے۔ چلو ضارب میں تمہیں ناشتہ دے دوں۔ حباء بیگم نفی میں سر ہلاتی اپنے پیر پر زور ڈالتی کھڑی ہونے والی تھی کے پری نے انہیں واپس بیٹھا دیا۔ پھر ضارب کی طرف گھوم کر گویا ہوئی۔

ضری اگر آج اینجل آپ کے لیئے ناشتہ بنائے تو؟

واؤ اینجل اپنے ضری کے لیئے ناشتہ بنائے گی؟ ضارب نے خوشی سے پوچھا۔

بالکل بنائے گی لیکن اینجل کو چوکوز بنانے نہیں آتے پر وہ ضری کے لیئے اپنی ماما کا فیوریٹ آلو کا پڑا اٹھا اور کھیر بنا سکتی ہے۔ حباء بیگم نے پری کو بتایا تھا کی ضارب کے لیئے پورا دن صرف چوکوز کھا کر رہنا اچھا نہیں ہے۔ لیکن اس کی ضد کی وجہ سے وہ اسے کچھ اور نہیں کھلا پاتی ہیں۔ اس لیئے آج اس نے ضارب کی یہ عادت بدلنی چاہی کیونکہ وہ اس کی بہت سی باتیں ماننے لگا تھا۔

اینجل آلو کے پراٹھے۔ ضارب نے منہ بنایا۔

ہاں! آلو کے پراٹھے اب سے اینجل ضارب کے لیئے روز یہی بنائے گی اور ضری کھائینگے بھی۔ او کے آپ ویٹ کریں اینجل یوں گئی اور یوں آئی۔ پری اسے کچھ بولنے کا موقع دئے بغیر کچن میں چلی گئی تھی۔

اور آدھے گھنٹے کے اندر وہ ٹرے میں گرم گرم پراٹھا اور کھیر کے ساتھ حاضر تھی۔ اب ضارب کی اینجل بنائے اور وہ نا کھائے ناممکن وہ تو آتے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ شاہین بیگم اور حباء بیگم کچھ حیرانی کچھ خوشی کے ملی جلی کیفیت میں اسے دلچسپی سے کھاتا دیکھ رہے تھے۔

اس کے پراٹھا ختم کرتے ہی پری نے دودھ کا گلاس اسکی طرف بڑھایا جس پر اس نے منہ بنایا۔ لیکن پری کے مسکرا کر پینے کا اشارہ کرتے ہی جلدی سے ایک ہی سانس میں پورا گلاس ختم کر گیا۔ جس پر دونو خواتین کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

اینجل اب کھیلنے چلیں۔ ضارب بال اٹھاتا ہوا بولا۔

نہیں ہم اب فٹ بال نہیں کھیلنگے بلکہ گیٹار بجانا سیکھنگے۔ پری نے نفی سر ہلاتے ہوئے کہا۔

Rude Hero Based Urdu Novels List PDF

Feudal System Based | Wadera based | Jagirdar based

Kidnapping Based Urdu Novels List Download PDF

Hero Politician Based Urdu Novels List Download PDF

Super star based urdu novels List Download PDF

https://urdunovelsghar.pk/

https://urdunovelsghar.com/

اینجل گیٹار تو نہیں ہے ضری کے پاس۔

اینجل کے پاس تو ہے نا۔

پر ضری کو گیٹار بجانا نہیں آتا۔ ضارب نے ایک اور جواز پیش کیا۔ اب بے چارہ بہانہ ہی بنا سکتا تھا سیدھے اپنی اینجل کی بات تھوڑی ٹالتا۔

کوئی بات نہیں جس طرح ضری نے اینجل کو فٹ بال بیڈمنٹن اور وڈیو گیم کھیلنا سکھایا ہے اسی طرح اینجل ضری کو گیٹار بجانا سیکھا دے گی سمپل۔ پری نے چٹکی بجا کے کہا اسے کسی بھی طرح ضارب کو دھوپ میں جانے سے روکنا تھا۔

اور ہاں آج سے ہم مارننگ ٹائم میں وڈیو گیم اور گیٹا پلے کریں گے اور اوپننگ ٹائم میں فٹ بال اور بیڈمنٹن اینڈ کھیلنگے اینڈ اسکے بعد کارٹون دیکھینگے۔ اوکے۔ پری نے اس مسئلہ کا مستقل حل نکالنا چاہا۔ ضارب خاموش رہا۔

اچھا نہیں منظور؟ پری نے مصنوعی افسردگی سے پوچھا۔ جس پر ضارب نے ایک نظر فٹ بال کو اور ایک نظر پری کو دیکھا۔ اور فیصلہ ہوگیا کی اس کے لیئے فٹ بال کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ صرف اہمیت ہے تو اپنی اینجل کی۔

چلیں اینجل ہم اُپر کے حال میں چلتے ہیں۔ ضارب پری کا ہاتھ پکڑ کے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا پری نے مسکرا کر اس کے ساتھ دور لگا دی۔

باجی! پری کتنی آسانی سے ضارب کو بہلا لیتی ہے نا۔ شاہین بیگم نے جباء بیگم سے کہا جو پری اور ضارب کی پشت کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

ہاں! جب سے آئی ہے عنایت ہاؤس کی خوشیاں دگنی ہوگئی ہے۔ اور میں تو ضارب کی طرف سے اب بالکل ہی بے پرواہ ہوگئی ہوں۔ جباء بیگم نے کہا یہ سچ تھا پری اور ضارب کے دوستی ہونے کے بعد سے ضارب میں بہت سی اچھی تبدیلی آئی تھی۔

ہیر ہیر نا آنکھاں واڈیو میں تو صاحبہ ہوئی
کوڑی لیکے آئے لے جائے

ہو مینو لے جائے مرزا کوئی لے جائے مرزا کوئی
کوڑی لے کے آئے لے جائے

ادے جے ہی میں تتئے میرے ورگا
ہنس دا ہے سجرے سویرے ورگا
آنکھاں بند کر لے تے ٹھنڈے ہے میرے ورگا
ادجئے ہی میں تیو مرزا میرے ورگا

ہو مینو لے جائے مرزا کوئی لے جائے مرزا کوئی
کوڑی لے کے آئے لے جائے

نال نال ٹورنا تے ویتھ رکھنا
ہادر کھ لینا وچ دل رکھنا
چھاویں چھاویں پاوے
ایسے تیرے پر چھاوے ٹرنا
اودے جے ہی میں تیو مرزا میرے ورگا

ہیر ہیر نا آنکھاں واڈیو تو صاحبہ ہوئی
کوڑی لیکے آئے لے جائے۔

پری گیٹار سے انگلیاں ہٹاتے ہوئے گیٹار گلے سے نکال کر مسکراتے ہوئے ضارب کو دیکھا۔ جو خفا خفا نظروں سے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا۔

کیا ہوا گانا پسند نہیں آیا؟۔ یا ائینجل نے گیٹار اچھا پلے نہیں کیا؟ پری اسکی خفا خفا پھولے چہرے کو دیکھ مشکل سے اپنی مسکراہٹ روکی تھی کیونکہ وہ منہ پھلا کر بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔

آپ مرزا کی نہیں ہو آپ ضری کی ہو صرف اور صرف ضری کی۔ اور ضری اپنی اینجل کو کہیں جانے نہیں دیگا۔ کوئی ضری کی اینجل کو کہیں نہیں لے جا سکتا۔ اور اگر کوئی ضری کی اینجل کو لے جانے کی کوشش کرے گا تو ضری اسے بہت مارے گا۔ ضارب پری کے گلے لگے اپنی خفگی کی وجہ بتا رہا تھا۔ اس نے گانے کو اپنی مطابق ہی سمجھا تھا اصل خفگی تو مرزا کے نام اور لے جائے والی لائن کی تھی۔

دوسری طرف پری کی جان پر بن آئی تھی۔ ضارب کے توانا وجود میں اسکا نازک سراپا کہیں چھپ سا گیا تھا۔ وہ اسے اپنے اپر سے ہٹانے کی مسلسل کوشش کر رہی تھی۔ لیکن لاحاصل اس سے پہلے کی وہ اسکے باہوں میں ڈھیر ہوتی ضارب اس سے الگ ہوا تھا۔

اینجل پرومیس کریں آپ ضری کو کبھی چھوڑ کر نہیں جائنگی۔ وہ گہرے گہرے سانس لیتی پری کے آگے ہاتھ پھیلائے بولا۔ جو ابھی ہوش میں ہی نہیں تھی۔

اینجل کریں نا۔ ضارب نے اسکا کاندھا ہلایا جس سے وہ ہوش میں آئی اور بنا سوچے سمجھے ضارب کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جس پر وہ خوش ہوتا اس کا نازک ہاتھ زور سے اپنے بڑی سی ہتھیلی میں چھپا گیا تھا۔ پری نے کسمسا کر اپنا ہاتھ آزاد کیا۔

اینجل ایک بار پنکی پرومیس کریں۔ ضارب نے اپنی چھوٹی انگلی نکال کر اس کے سامنے کیا۔ ضارب کی معصومیت کو دیکھتے ہوئے وہ اب پھر سے پر سکون ہوئی تھی اس لیئے مسکرا کر اپنی انگلی اسکی انگلی سے جوڑا۔

اچھا اب آپ مجھے بتایں کی یہ پلے کیسے ہوتا۔ ضارب نے گیٹار اٹھایا۔ اب پری بھی کافی پر سکون ہو چکی تھی اس لیئے وہ بھی اسے بتانے لگی تھی۔ اور وہ اس کے بتائے کے مطابق عمل کر رہا تھا۔

اس وقت عنایت ہاؤس میں کوئی بھی بڑا موجود نہیں تھا۔ کیونکہ سبھی راحبہ بھابھی کے ساتھ ہوسپٹل میں تھے۔ صبح اللہ نے انہیں بیٹی جیسی نعمت سے نوازا تھا۔ جس پر جہاں سب بہت خوش تھے۔

وہیں احتشام صاحب کے سوال ختم نہیں ہو رہے تھے۔ بے بی کہاں سے آیا؟ کون لایا؟ وغیرہ وغیرہ۔ مشال اور پری تو سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی اس کے سوالوں پر۔ پھر مرزا جو ہوسپٹل سے لنچ لے جانے آیا تھا۔ اس نے اس کو یشن بینک کو سمجھایا تھا۔

مشی بھائی نے آدھے گھنٹے پہلے کہا تھا کی دس منٹ میں پہونچ رہے ہیں۔ ابھی تک نہیں آئے ڈنر لے جانے ماما لوگ کو بھوک لگ رہی ہوگی۔ اپر سے کھانا الگ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ پری نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا جہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

وکیل ہے جھوٹ بولنا تو ان کا پیشا ہے اور مرزا صاحب نے تو خیر سے جھوٹ بولنے میں دو تین ڈیپلوما زیادہ ہی کیا ہوا ہے عام وکیلوں کے مقابل۔ مشال کو تو بس مرزا کی برائی کرنے کا موقع چاہیئے ہوتا تھا۔

چھپکلی اللہ نے تمہیں زبان اس لیئے تو نہیں دیا کی جب بھی منہ کھولو معصوم مرزا کے خلاف ہی بولو۔ مرزا ان کے پاس کچن میں آتے ہوئے مشال کو گھور کے بولا۔

معصوم۔ شکل دیکھی ہے اپنی کبھی آئینہ میں جو اتنی خوش فہمیاں پالے بیٹھے ہیں۔ مشال بے نیازی سے ناک چڑھا کر بولی۔

روزانہ صبح اٹھ کر پہلے آئینہ کے آگے کھڑے ہو کر اپنی شکل نہار کر ہی کمرے سے باہر نکلتا ہوں تبھی دن اتنا اچھا جاتا ہے۔ تمہاری طرح تھوڑی ہوں جس کا اپنی شکل دیکھ کر اپنا ہی دن خراب ہو جاتا ہے۔ مرزا پانی کا گلاس منہ کو لگاتے ہوئے بولا۔

ہنہہ بڑئے آئے جھوٹا وکیل لایر۔ مشال اسے تیکھے چتونوں سے گھورتے ہوئے نخوست سے بولی۔

پری تمہیں پتا ہے یہ بار بار وکیل وکیل کیوں کرتی ہے؟ ایکچولی یہ مجھ سے بہت زیادہ جیلس فیل کرتی ہے۔ میں کہاں اتنا بڑا وکیل اور یہ میڈم کہاں مس یم اے۔ مرزا بات پری سے کر رہا تھا پر دونو کی نظریں مشال پر تھی جو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مرزا کو سالم نگلنے کا ارادہ کئے ہوئے تھی۔

جلو جلو جتنا جلنا ہے جلو میں بڑا نہیں مان رہا کیونکہ میں تمہارے درد کو سمجھتا ہوں۔ مرزا نے کچھ اور آگ میں پیٹرول ڈالا۔

پری میں نا۔۔۔ میں نا۔۔ اس مرزا الطوفی کا آج قتل کر دونگی پھر زندگی میں تو نہیں لیکن موت کے بعد انہیں ایک سچا کیس لڑنے کا سنہرا موقع مل جائے گا جھوٹے لایر۔ مشال مرزا کا رکھا ہوا کانچ کا گلاس لے کر اس کی طرف بڑھنے والی تھی کے ملازم وہاں پر آیا۔ جیسے مرزا نے پیک کیا ہوا ٹفن دیتے ہوئے ڈرائیور کو دینے کی ہدایت کی تھی۔

میں اب گھر میں ہوں ٹفن ڈرائیور پہونچا دیگا۔ مرزا نے پری کے سوال کرتی نظروں کا جواب دیا۔ وہ گھر ہی اس لیئے آیا تھا کی اسے گھر رکنا تھا۔ ضارب کو دوائی کھلانی تھی۔ پھر ماما کی غیر موجودگی میں رات میں اس کے پاس رکنا بھی تھا۔

پھر مشال کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر اسے کچھ جلانے کے غرض سے اس نے اپنے کورٹ کے اندر ہاتھ ڈالا۔ مشال کو اگنور کرتے ہوئے پری کے عین مقابل کھڑا ہوا۔

خوبصورت سویٹ لڑکی کے لیئے سویٹ تحفہ۔ مرزا ہاتھ میں چوکلیٹ لیئے پری کے آگے جھکا تھا۔ جیسے پری مسکراتے ہوئے تھام گئی تھی۔ اور چوکلیٹ دیکھتے ہی مشال اپنا بدلہ بھلائے گلاس واپس ٹیبل پر رکھتی مرزا کے پاس آئی۔

؛

اور میرا؟ مشال نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ میرے آگے آپ کو چین کی روایت نبھانے کی ضرورت نہیں ہے ایسے ہی دے دیں۔ مشال کا اشارہ اس کے جھکنے کی طرف تھا۔

سوری مشال جی شائد آپ نے ٹھیک سے سنا نہیں میں نے کہا خوبصورت لڑکی۔ لفظ خوبصورت پر خصوصی توجہ فرمائیں پلز۔ مرزا خوبصورت پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔ پھر دو قدم پیچھے ہو کر بالکل پری کے ساتھ کھڑا ہوا کیونکہ سیفٹی کمز فسٹ۔

اور اسکے بعد آئینہ کے آگے کھڑے ہو کر ایک بار اپنا تفصیلی جائزہ لیں۔ اٹس اڈوائیس۔ مرزا کے سنجیدگی سے کہنے پر مشال نے سچ میں اپنا اپر سے نیچے تک جائزہ لیا تھا۔ لیکن جیسے ہی سر اٹھا کر مرزا کی طرف دیکھا تو سب سمجھ آگیا۔ جہاں مرزا اور پری منہ پر ہاتھ رکھے اپنے ابل ابل کر آنے والے قہقہ کا گلا گھونٹ رہے تھے۔

مرزا!!!!!!!!!!!!!!!۔ مشال چلّاتے ہوئی مرزا کے جانب بڑھی تھی۔ جواب پری کے پیچھے ہو گیا تھا۔

کیا کروں یار منشی وکیل ضرورہ وں لیکن چھوٹ سے سخت قسم کا پرہیز کرتا ہوں۔ مرزا نے معصومیت سے مشال کو اور آگ لگائی۔

اچھا وکیل صاحب آپ شائد بھول گئے دو دن پہلے اسی خوبصورت لڑکی نے اپنے چہرے پر خوبصورت شفقت والی مسکراہٹ سجا کر اپنے خوبصورت لبوں سے اس دنیاں کا خوبصورت لفظ "بھائی "ادا کیا تھا خصوصاً آپ کے لیئے۔ مشال بھی اب اسی کے ٹون میں آئی۔ جس پر مرزا تڑپ کے پری کے پیچھے سے نکلا تھا۔

افففف!!! ظالم کیا یاد کرادیا۔ کیوں ایک جوان ہینڈسم قابل وکیل سے اس ملک کو محروم کرنا چاہتی ہو۔ مرزا اپنے سینے پر ہاتھ رکھے ہارٹ اٹیک کی اکٹینگ کرتے ہوئے پیچھے کی جانب جھکتے ہوئے بولا۔ لہجے میں جتنا درد پیدا کر سکتا تھا کر رہا تھا۔

اور پری تمہیں قسم ہے اس چھپکلی کی جو تم نے آج سے مجھے مرزا بھائی کہا۔ بلکہ آج سے تم مجھے صرف بھائی کہنا۔ آخری بات وہ بلکل پری کے قریب ہو کے بولا تھا جو مشال کے سماعت سے محروم رہ گیا۔

پری۔۔۔پری۔۔تمہیں اس مرزاالطونی کی قسم ہے تم اسے ابھی کے ابھی بھائی کہو۔مشال مٹھیاں بھینچتے ہوئے پری کے قریب آئی۔جبکہ خونخوار نظریں مرزا پر تھی۔

نہیں نیکی کی پری تم ایسا نہیں کر سکتی میرے ساتھ۔مرزا اسے کچھ اور آگ لگانے کے لیئے تڑپ کر بولا۔کیونکہ مشال کی جلن اسے بہت مزہ دے رہی تھی۔

پری میں نے کہا انہیں بھائی کہو ابھی کے ابھی۔مشال کو اب ضد چڑھ گئی تھی۔

مجھے شائد حباء ماما بلا رہی ہیں۔آپ لوگ اپنی بحث جاری رکھیں جو جیت گیا میں اس کی بات مان لونگی۔ابھی میں چلتی ہوں۔فائیٹ سیفلی پلز اینڈ آل دی بیسٹ۔پری دونو کو تھمس اپ کرتی وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی تھی۔ان کی بحث تو رکنی نہیں تھی لیکن پری نے ان کے بیچ سینڈوچ بن جانا تھا۔سو یہاں سے جانے میں ہی عافیت تھی۔

اوووو۔۔۔مرزا کی پری ماما گھر میں نہیں ہے۔اور تم اپنے معصوم مرزا کو اس جنگلی بلی کے چنگل میں کیسے چھوڑ کے جا سکتی ہو۔مرزا نے پیچھے سے ہانک لگائی۔وہ جلانا کسی اور کو چاہتا تھا۔لیکن وہاں پر جل کوئی اور گیا تھا۔

مرزا ائینجل صرف ضری کی ہے اس لیئے تم انہیں میری نہیں بلا سکتے۔ ضارب جوڈنر کے لیئے نیچے آیا تھا مرزا کی ہانک سن کر ڈائینگ حال میں جانے کے بجائے سیدھا تن فن کرتا کچن میں آیا تھا۔ اب وہ مرزا کے مقابل کھڑا انگلی اٹھا کر اسے وارن کر رہا تھا۔ مرزا کا تو صدمہ سے منہ ہی کھل گیا جبکہ مشال کو ٹھنڈ پڑی تھی۔

نہیں کہتا میرے بھائی پری صرف ضارب بھائی کی ائینجل ہے۔ ان کے علاوہ وہ کسی کی نہیں خود کی بھی نہیں ہے۔ اب چلیں ڈنر کرنے۔ مرزا بحث کیئے بغیر بولا جس پر ضارب سر ہلاتا اس کے ساتھ کچن سے نکل گیا۔

دو دن پہلے ہی راحبہ بھابھی ہوسپٹل سے آئیں تھیں۔ ابھی وہ اپنے کمرے میں بے بی کو سلانے کے لیئے لے کر گئی تھی۔ صابر کے کسی کیس کی آج سنوائی تھی اس لیئے وہ ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ جبکہ شاہین بیگم اور مرزا جباء بیگم کو لیکر ہڈی کے ڈاکٹر کے پاس گئے ہوئے تھے۔

مغرب کا وقت تھا۔ پری اور مشال ٹی وی لاؤج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اور احتشام کچھ دور پر بیٹھا اپنے ٹیب لیٹ میں اپنی کتاب سے دیکھ دیکھ کر کچھ سرچ کر رہا تھا اور ضارب شائد اپنے کمرے تھا۔

مشی خدا کے واسطہ بند کرو اس ٹی وی کو۔ مطلب موووی نا ہوئی قصاب کی دکان ہو گئی۔ جس سین کو دیکھو بس مار کارٹ سے بھرا ہے۔ پری اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولی۔ کیونکہ ابھی ٹی وی آئیڈ آرہا تھا۔ اور آئیڈ ختم ہونے سے پہلے وہ موووی بن کروانا چاہتی تھی۔

مشال کو اکشن موویس بہت پسند تھے اور گھر میں کوئی اسے ایسی موووی دیکھنے نہیں دیتا تھا۔ اس لیئے اس نے آج ہولیوڈ کی کوئی اکشن موووی لگا کر بیٹھی تھی اور ساتھ پری کو زبردستی بیٹھایا ہوا تھا جو بے چاری آدھے گھنٹے سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے مشال کو ٹی وی بند کرنے کا کہہ رہی تھی اور مشال بی بی اس کے بعد اچھا سین ہے کہہ کر اسے ٹال رہی تھی۔

بریک ٹائم ختم ہوا تھا اب ٹی وی میں کوئی گاڑی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی اور اس کے پیچھے کئی گاڑیوں میں لوگ بندوق لے کر فائر کر رہے تھے۔ پری بھی اب انہماک سے دیکھ رہی تھی جب اچانک
سامنے سے آتی پیٹرول ٹینک کی ٹرک سے اس گاڑی کی ٹکڑ ہوتی ہے۔ اور گاڑی کا آدھے سے زیادہ حصہ ٹرک کے اندر چلا گیا۔ اتنے بھیانک حقیقت کا روپ لیئے سین دیکھ پری کا کلیجہ ڈر سے منہ کو آیا تھا ۔ اس نے فوراً ریموٹ لے کر ٹی وی بند کرتی اپنے آنکھوں پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

جبکہ دوسرا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن چیخ کی آواز ابھی بھی آرہی تھی۔ جس پر اس نے حیرانی سے اپنا ہاتھ منہ سے ہٹا کر سائیڈ پر دیکھا تھا۔ چیخ کی آواز مشال کی تھی

لیکن وہ ٹی وی دیکھ کر نہیں چیخ رہی تھی بلکہ پیچھے دیکھ کر چیخ رہی تھی۔ پری نے پلٹ کر دیکھا تو اسکی آنکھیں مارے وحشت سے کھلی کی کھلی رہ گئی۔

جہاں ضارب جنونی انداز میں اپنے بال دونوہاتھوں سے نوچتے ہوئے ڈائینگ ٹیبل سے ایک چیز اٹھا اٹھا کے نیچے پھیک رہا تھا۔ ساتھ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

ضض۔۔۔۔ضارب۔۔نے بابا کو۔۔نہیں بچایا۔۔اس۔۔۔نے چاچو۔۔۔۔۔نہیں ۔۔۔۔بچایا۔۔۔۔۔۔۔

وہ ساری چیزیں پھینکنے کے بعد اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے اونچی آواز میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ ساتھ نظریں ادھر ادھر گھماتے کچھ ڈھونڈھ بھی رہا تھا۔

جبکہ پری احتشام اور مشال تینوں ایک دوسرے سے چپکے کھڑے وحشت زدہ سے ضارب کو دیکھ رہے تھے۔ تبھی ضارب نے اچانک جھک کر زمین سے کچھ اٹھایا تھا۔

پپپ۔۔۔۔۔پری۔۔۔۔ککک۔۔۔کچھ۔۔۔کرو۔ ضارب کے ہاتھ میں چاقو دیکھتے ہوئے مشال نے اسکا کاندھا ہلایا تھا۔

ممم۔۔۔میں۔۔کیا کروں؟۔پری خوف سے پیچھے ہوتے ہوئے بولی۔

پری پلز کچھ کرو اب تم ہی کچھ کر سکتی ہو بھائی لوگ کوئی گھر میں نہیں۔۔۔۔۔۔نہیں بھائی نہیں۔۔۔۔۔مشال بات کرتے کرتے دور کے ضارب سے کچھ فاصلہ پر جا کھڑی ہوئی تھی۔جو چاقو گھماتے ہوئے دھیرے دھیرے اپنی کلائی کی طرف لے جا رہا تھا۔

پری!!!!!!!!پلیز کچھ کرو۔مشال نے روتے ہوئے پھر ایک بار بت بنی پری کو آواز لگائی تھی جس پر وہ فوراً دور کر ضارب کے قریب آئی تھی اب جو بھی کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا۔

ضری چاقو مجھے دیں۔پری اسکی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔جس پر ضارب نفی میں گردن ہلاتے ہوئے چاقو کو اپنی کلائی کے اور قریب لے جانے لگا۔

ضری میں نے کہا چاقو اینجل کو دیں۔ضری اچھا بچہ ہے نا پلز دے دیں۔پری اسے پچکارتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔اور وہ چلاتے ہوئے پیچھے ہوا تھا۔

نہیں ہے ضری اچھا بچہ اس نے اپنے بابا کو نہیں بچایا چاچو کو نہیں بچایا ضری اچھا بچہ نہیں ہے۔ اس کے اس طرح چلّانے سے پری جو دو قدم آگے ہوئی تھی سہم کر چار قدم پیچھے ہوئی۔

تت۔۔۔ تو آپ اینجل کی بات نہیں مانیں گے کوئی بات نہیں پھر اینجل بھی ضری کو چھوڑ کر بابا اور چاچو کے پاس چلی جائے گی۔ پری نے اپنے اندر ہمت جمع کرتے ہوئے دوسرا طریقہ اپنایا تھا۔ جس پر ضارب چاقو وہیں پھینکتا دور کر پری کے گلے لگا تھا۔

نہیں!! اینجل۔۔۔۔۔ ضری کو چھوڑ۔۔۔۔۔۔۔۔ کر کہیں۔۔۔۔۔۔ نہیں جائے گی۔۔۔۔۔۔۔ ضری اینجل۔۔۔ کی۔۔۔ ساری باتیں۔۔۔ مانے گا۔ ضارب اس کے گلے لگے ہچکیوں کے درمیان بول رہا تھا۔ اور پری بھی کسی کی پرواہ کیئے بغیر اس کے گرد اپنے دونوں بازو پھیلا گئی تھی۔

نہیں جائے گی نا اینجل بابا اور چاچو کے پاس اپنے ضری کو چھوڑ کے۔ وہ کافی دیر بعد پری سے الگ ہوتا اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر پوچھ رہا تھا۔ جس پر پری نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

لیکن ضارب کو پرومیس کرنا ہوگا کی وہ ایسا دوبارہ کبھی نہیں کریں گے ورنہ اینجل چلی جائے گی۔ پری اپنا ہاتھ آگے کرتی ہوئی بولی جس پر وہ بنا دیر کیئے اپنا ہاتھ رکھ گیا تھا۔

اور کون کہتا ہے کی ضری اچھا بچہ نہیں ہے۔ بلکہ ضری اس دنیاں کا سب سے اچھا بچہ ہے۔ پری اسکے آنسوں پوچھتے ہوئے بولی۔

ضری اچھا بچہ نہیں ہے اینجل ضارب نفی میں سر ہلاتے ہوئے بول کر وہاں سے سیڑھیوں کی طرف بھاگ گیا۔

پری کچھ سوچتے ہوئے پیچھے پلٹ کر مشال کو دیکھنا چاہا تھا۔ لیکن وہاں تو گھر کے سبھی افراد موجود تھے۔ جباء بیگم سے لیکر راجہ بھابھی تک۔ اور سب کے چہرے بتا رہے تھے کی وہ سب دیکھ چکے ہیں۔ پری کو اپنی کچھ دیر پہلے کی حرکت یاد آئی تو شرم سے اسکا چہرہ لال ہوا۔

میں ضارب کو دیکھتی ہوں۔ جباء بیگم پری کی شرمندگی دیکھتے ہوئے بولی۔

نہیں ماما آپ فریش ہو کر آرام کریں میں ضری کو دیکھتی ہوں۔ پری ان سے کہتی وہاں رکی نہیں تھی بلکہ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ کر اپر چلی گئی تھی۔ حباء بیگم کی پر سوچ نگاہوں نے اس کے نظروں سے اجھل ہونے تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ پھر بنا کچھ بولے وہاں سے چلی گئی۔

پری لمبی راہ داری سے گزرتے ہوئے عین ضارب کے کمرے کے باہر آ رکی تھی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر ادھ کھلے دروازے کو کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔ جہاں مکمل اندھیرا تھا۔ اس نے سائیڈ پر ہاتھ مار کر کئی بٹن دبائے جس سے کمرہ ایک دم جگمگا اٹھا تھا۔

اسکی بے ساختہ نظر بیڈ پر گئی تھی جہاں ضارب منہ مکمل تکیہ میں چھپائے ہوئے آوندھا لیٹا تھا۔ پری چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی۔ پھر بنا اسے آواز لگائے اس کا بیڈ سے نیچے لٹک رہے ہاتھ کو پکڑ کر ہلایا جس پر اس نے تکیہ سے سر نکالتے ہوئے سرخ آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ پری
اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی خود گلاس ڈور کھول کر روم سے منہلک ٹیرس پر چلی گئی۔

ضارب جب وہاں پہونچا تو وہ آسمان میں جگمگا رہے ستاروں کو دیکھ رہی تھی کیونکہ چاند غائب تھا۔

ضری آپ کو پتا ہے جب اینجل فائیو ائیرس کی تھی ناتب ان کے بابا کو اللہ جی نے بلالیا۔ اور پھر چند مہینے پہلے انکی ماما بھی انکے بابا کے پاس چلی گئی۔ آپ کو پتا ہے اب اینجل کے ماما بابا کہاں ہیں؟ پری ضارب کی طرف گھومتے ہوئے بولی جو غور سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

کہاں ہے؟ ضارب نے معصومیت سے پوچھا۔

وہ۔۔ وہاں سب سے برائیٹ سٹار نظر آرہا ہے وہاں اور اسکے سائیڈ پر جو اسٹار ہے جانتے ہیں وہ کون ہے؟ پری دور آسمان میں چمک رہے ستارے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

کون ہے؟ ضارب نے تجسس سے پوچھا۔

آپ کے چاچو اور بابا۔ پری اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولی جو پل کے پل میں بدل گئے تھے۔ پھر دوبارہ اپنی نظر آسمان پر گاڑھے گویا ہوئی۔

اللہ جی کو جو لوگ بہت پسند آتے ہیں نا اللہ جی انہیں اپنے پاس بلالیتے ہیں۔ اور اللہ جی کو آپ کے بابا چاچو اور میرے ماما بابا بہت پسند آ گئے تھے اس لیئے انہوں نے انہیں اپنے پاس بلالیا آپ نے کچھ

نہیں کیا۔ وہ اب آسمان سے نظر ہٹائے ضارب کا ہاتھ پکڑ کے اسے اسکی زہنیت کے مطابق سمجھا رہی تھی۔

لیکن میں نے انہیں نہیں بچایا۔ ضارب نے پھر وہی بات کی۔

ضری آپ انہیں کیسے بچاتے انہیں تو اللہ جی لے گئے تھے نا۔ اب اللہ جی کے پاس سے چھین کر تو نہیں لاسکتے نا آپ۔ پری نے پوچھا جس پر ضارب نے نفی میں سر ہلایا۔

آپ ایسے روتے ہو خود کو بلیم کرتے ہو نا آپ کے بابا چاچو اور اللہ جی سب آپ سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہو کی وہ ضری سے ناراض ہو؟

نہیں! ضری ایسا نہیں چاہتا۔ ضارب اپنے آنسوں پوچھتا سر کو جنبش میں دی۔

ویری گڈ۔ تو اب ضری ان سے سوری کریں گے نا۔

ہاں! لیکن وہ تو یہاں ہے ہی نہیں۔ ضارب معصومیت سے بولا تو پری ہولے مسکرائی۔

ائنجل کے پاس میجک ہے یہ لیں اب سوری کریں ان سے ۔ پری نے دوپٹہ کے نیچے سے شہاب اوروہاب صاحب کی فوٹو نکال کر اسکے سامنے کی ۔ وہ چاہتی تھی کے ضارب اپنے ڈر کا مقابلہ کرے ۔

سوری بابا سوری چاچو ضری اب کبھی آپ کو ناراض نہیں کرے گا ۔ اب وہ کبھی خود کو بلیم بھی نہیں کرے گا پلز ضری کو معاف کردیں ۔ اور آپ اللہ جی سے کہنا وہ بھی ضری کو معاف کردے ۔ ضارب پری کے ہاتھ سے فوٹو لے کر ان سے مخاطب تھا جبکہ آنسوں ٹپ ٹپ فوٹو پر گر رہے تھے ۔

اس کے آنسوں سے پری کو تکلیف ہوئی تھی جبھی وہ اسکے ہاتھ سے تصویر لے کر اندر کی جانب بڑھی ۔

ضری آپ چینج کر کے نیچے آئیں ڈنر پر سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں ۔ پری دروازہ کے طرف جاتے ہوئے بولی ۔

ائنجل پھر آپ میرے کپڑے نکال دیں ۔ ضارب گلاس ڈور بند کرتا ہوا بولا ۔

لیکن مجھے تو نہیں پتا آپ کے کپڑے کہاں ہوتے ہیں ۔ پری واپس آتے ہوئے بولی ۔

وہاں واڈروب میں ہوتے ہیں۔ آپ نکال کر بیڈ پر رکھ دیں میں آتا ہوں۔ ضارب واڈروب کی طرف اشارہ کرتا واشروم میں چلا گیا پری بھی بنا کچھ بولے اسکے کپڑے نکال کر نیچے چلی گئی۔

پھر کچھ ہی دیر میں وہ ڈنر کے لیئے ڈائینگ ٹیبل پر موجود تھا۔ سب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔ سب کی خوشی اس وقت دوبالا ہوگئی جب ضارب نے بتایا کی اس نے بابا اور چاچو سے سوری کیا ہے۔ شاہین بیگم اور حباء بیگم کی تو آنکھیں جھلک پری تھی۔ پھر ڈنر کے بعد حباء بیگم نے شاہین بیگم صابر اور مرزا کو اپنے روم میں آنے کہتی چلی گئی تھی۔

حباء بیگم کے کمرے میں گمبھیر خاموشی تھی۔ مرزا صابر اور شاہین بیگم سب ہی حباء بیگم کی بات پر بت بنے کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔ جبکہ وہ ان پر دھماکا کر کے ایسے خاموش ہوئی جیسے نا بولنے کی قسم کھائی ہو۔

کافی دیر تک کمرے میں سرائیت کرتی خاموشی کو مرزا کے قدموں کے چاپ نے توڑا تھا۔ وہ چلتا ہوا عین حباء بیگم کے مقابل بیٹھ گیا۔

ماما پہلی بات تو آپ کا اوپریشن ابھی ہونا سخت ضروری ہے کیونکہ اس میں پہلے ہی چھ مہینے لیٹ ہوچکا ہے۔ اور ڈاکٹر نے جو روڈ آپ کے پیروں میں ڈالا تھا وہ ٹیمپروری تھا۔ جواب نا نکلا تو پھر بعد میں کبھی نہیں نکل سکتا لیکن زرا سے دھچکے سے بریک ہو کر آپ کو ساری عمر کے لیئے معزور

ضرور بنا سکتا ہے۔ اس لیئے پلزز ماما یہ فضول ضد چھوڑ دیں اور کل اوپریشن کے لیئے چلیں پلززز۔ مرزا حباء بیگم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے عاجزی وسے بولا۔ لیکن وہ کچھ نہیں بولی۔ کیونکہ ابھی انکا سخت ہونا ضروری تھا۔

باجی مرزا سہی کہرہا ہے آپ کے اوپریشن کا اور آپ کی ضد کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔ آپ ضد چھوڑ دیں خدا کے لیئے۔ اور پھر یہ بھی دیکھیں کی ضارب کا رشتہ پہلے سے ہی عرفہ سے طئے ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ شاہین بیگم بھی پلنگ پر ان کے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔

تائی ماما پلزا بھی مان جائیں۔ ایک بار آپ کا اوپریشن ہوجانے دیں پھر ہم اس بارے میں سکون سے بات کریں گے۔ صابر نے بھی انہیں کنوینس کرنا چاہا۔ لیکن وہ آج کسی کی نہیں سننے والی تھی۔ انہوں نے ایک ایک نظر سب پر ڈالی پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

شاہین تم نے کہا کی ضارب کا رشتہ عرفہ سے طئے ہے بے شک عرفہ ایک اچھی لڑکی ہے لیکن وہ امریکی ماحول میں پلی بڑھی ایک کامیاب ڈاکٹر ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے جب اسے ضارب کی کنڈیشن کا پتا چلے گا تو وہ ضارب سے شادی کے لیئے تیار ہوگی؟۔ حباء بیگم کے سوال پر شاہین بیگم نے سر جھکایا کیونکہ ان کی بھتیجی تو ابھی ہی اپنی جاب چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔

اینڈمرزا تمہارا کہنا ہے کی میری ضد فضول ہے۔ زرا اس بات کا حل تو بتانا کی جب میں پندرہ سے بیس دن تک ہوسپٹل کے بیڈ پر لیٹی رہونگی تو اس عرصے میں یہاں میرے بچے کا خیال کون رکھے گا؟۔ حباء بیگم کے سوال پر مرزا منہ کھولنے والا تھا جب انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

ہاں! اب تمہارا کہنا ہوگا کی تم رکھوں گے تو بیٹا صرف ضارب کو رات دو بار اٹھ کر دیکھنا ہی نہیں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں کام ہوتے ہیں اسکے جو میں خود کرتی ہوں یا پھر ملازمہ کی مدد سے کرواتی ہوں۔ اور اگر پری اسکے کچھ کام کر بھی دے گی تو وہ اپری اپری کام ہونگے ناشتہ دینا ضارب کو بہلائے رکھنا ایسے کام کر سکتی ہے کیا وہ بچی بنا کسی رشتے کے ضارب کا کوئی ذاتی کام کر سکتی ہے؟ ان کے سوال پر سب نے سر جھکایا یہ بھی تو ایک ناقابل فراموش سچائی تھی۔

اگر پری کرنا بھی چاہے تو میں اسے بنا کسی رشتے کے اس کی اجازت نہیں دونگی۔ بھلے ہی وہ ضارب کی دوستی میں میری محبت میں یا ہمدردی میں یہ سب کرنا چاہے گی لیکن سچائی یہی ہے کی ضارب اسکا نامحرم ہے۔ ابھی میں نے اسے ضارب کے ساتھ رہنے کی اجازت اس لیئے دی ہے۔

کیونکہ وہ اس کے ساتھ بہل رہی ہے۔ لیکن کل کو نہیں دونگی وہ میری بہن کی آخری نشانی ہے۔ جسے میں اپنی بیٹی بنا کر لائی ہوں۔ اب اگر تم لوگ چاہتے ہو کی کل میں ہوسپٹل جاؤں تو پہلے ضارب اور پری کا صبح نکاح ہوگا ورنہ دوبارہ گھر میں کوئی اپریشن کا ذکر نا کرے۔

آگر میری قسمت میں ایسے ہی مرنا لکھا ہے تو ایسے ہی سہی۔ حباء بیگم گلوگیر لہجے میں بول کر رخ پھیرنے والی تھی جب دھڑام کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور پری اندر آئی۔

ماما آپ جو چاہیں گی جیسے چاہیں گی ویسے ہی ہوگا۔ آپ کل کسی بھی حال اوپریشن کے لیئے جا رہی ہیں۔ اسی اوپریشن کے نام پر میں نے اپنی ایک ماں کھوئی ہے دوسرے کو کھونے کا نا میرے اندر ہمت ہے اور نا ہی میں پیدا کرنا چاہتی ہوں۔ پری بنا کسی کی طرف دیکھے مظبوط اٹل لہجے میں بولی۔ یہ اور بات تھی کے آواز میں کپکپاہٹ واضح تھی۔

پری حباء بیگم سے انکی طبیت پوچھنے آ رہی تھی کی انکی منہ سے اپنا نام سن کر دروازے پر ہی دم سادھے قدم روک گئی تھی۔ حباء بیگم کے منہ سے مرنے کی بات سن کر وہ تڑپ اٹھی تھی۔ اسکی ماما بھی ایسی باتیں کرتی تھی اور پھر اسے چھوڑ گئی۔

پری تم کیا بول رہی ہو کچھ اندازہ ہے تمہیں۔ صابر اور مرزا ایک زبان ہو کر بولے۔ جبکہ شاہین بیگم حیران تھی۔ ایک حباء بیگم تھیں جن کے چہرے پر دھیمی مگر جاندار مسکراہٹ تھی۔

میں صرف اتنا جانتی ہو۔ بھائی کی کل ماما اوپریشن کے لیئے ہوسپٹل جا رہی ہیں۔ ڈونٹ کیر کی انکی شرط کیا حقیقت یہ ہے کی انکی شرط پوری کی جائے گی۔ پری اپنی بات کہتی وہاں رکی نہیں تھی۔ پیچھے سب بس حیران پریشان کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔

پری انکے کمرے سے نکلی تو گھر سے ہی نکل گئی تھی۔ سیدھا اکر گارڈن کے جھولے پر بیٹھ کر لمبی لمبی سانس لینے لگی۔ جب کچھ ہی دیر میں جھولے پر ایک جانب صابر دوسری جانب مرزا آ کے بیٹھے۔

پری یہ سہی ہے کی ڈوکٹر نے کہا ہے کی ضارب میں بہت سی مثبت تبدیلیاں آئی ہے۔ لیکن وہ ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ ہم بھلے ہی ضارب سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن ایک بھائی کی محبت میں ہم اپنی بہن کی محبت نہیں بھلا سکتے۔ صابر اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

ہاں! پری ہم ماما سے بات کریں گے انہیں سمجھایں گے تم اس طرح انکی ضد میں انکا ساتھ دے کر ہمارے ہاتھ نا باندھو پلززز۔ مرزا نے بھی اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

بھائی آپ دونو کی محبت پر مجھے کوئی شک نہیں ہے نا ہی میں ماما کی یا اس گھر کے کسی بھی فرد کی محبت پر شک کر سکتی ہوں۔ لیکن میرا یہ فیصلہ لینے کی پیچھے کی وجہ صرف ماما کی شرط نہیں ہے بلکہ کچھ اور بھی ہے۔ پری جھولے سے کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ دونو نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

دوسری وجہ کیا ہے؟ صابر اسکے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ جبکہ مرزا بھی جواب طلب نظروں سے دوسری جانب آ کھڑا ہوا تھا۔

آپ لوگوں نے ضری میں ایک چیز نوٹس کی ہے؟

کیا؟ دونوایک زبان ہوئے۔

یہی کے جب عام طور پر کسی انسان کی یاداشت جاتی ہے تو وہ سب بھول جاتا اپنا مکمل ماضی۔ جبکہ ضری کے کیس میں ضری نے صرف اپنے آپ کو بھلایا ہے باقی انہیں سب یاد گھر پریوار آپ لوگ یہاں تک نوکر چوکیدار تک۔ جانتے ہیں ایسا کیوں؟ پری نے پلٹ کر دونوں کے چہرے کو دیکھا جو حیرانی سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

کیونکہ ضری نے اپنے گلٹ تلے اس ضارب عنایت کو دبا دیا ہے۔

گلٹ کیسا گلٹ؟ مرزا نے پوچھا۔

ماما نے بتایا تھا کی ایکسیڈنٹ کے بعد ضری بالکل ٹھیک ٹھاک گاڑی سے باہر نکلے تھے تو ظاہر سی بات ہے وہ گاڑی سے باہر ماما لوگوں کو ریسکیو کرنے نکلے تھے۔ اور نکلتے ہی ان پر حملہ ہوا اور کچھ دیر میں بے ہوش ہو گئے اور بے ہوش ہونے سے پہلے ان کے دماغ میں آخری خیال جو تھا وہ انکل لوگوں کو بچانے کا تھا اور وہ اسی خیال کے ساتھ کوما میں چلے گئے۔ پری کچھ دیر سانس لینے رکی پھر سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔

کوما میں جانے کے بعد یقیناً آپ لوگ ان سے ملنے گئے ہونگے انکے پاس بابا اور انکل کی ڈیت کی بات بھی کی ہوگی۔ جو انہوں نے اپنے کوما کی حالت میں سنا ہوگا۔ جیسا کے ہم جانتے ہیں کوما کے مریض سن سمجھ اور سوچ سکتے ہیں۔ ٹھیک ضری کے کیس میں یہی ہوا انہوں نے آپ لوگوں کی باتیں سنی اور اسے سوچتے گئے پچھتاتے گئے اور جس کے نتجہ میں جب انہیں ہوش آیا تو اپنے گلٹ کے ہاتھوں وہ خود کو فراموش کر بیٹھے۔ باقی سب کو یاد رکھا۔

پری کی بات ختم ہوتے ہی دونوں بھائیوں نے حیرانی سے اسے دیکھا انہوں نے سچ میں اس طرح نہیں سوچا تھا۔ لیکن پری کی باریک بینی کی وہ داد دئے بغیر نہیں رہ سکے۔

لیکن تم نے یہ سب کیسے انالائیز کیا؟ مرزا نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

جب پہلی بار ماما نے مجھے ضری کے بارے میں بتایا تھا۔ شک مجھے تبھی ہوا تھا اس لیئے میں نے انہیں نوٹس کرنا شروع کیا اور آج ٹی وی پر چل رہے سین پر انکا ردعمل دیکھ میرا شک یقین میں بدل گیا۔ اور اسکا حل مجھے اپرا نہیں سمجھانے جانے پر ملا کی اگر ہم ان کے اندر کے اس گلٹ کو نکال دیں تو وہ ضارب عنایت خود ہی آزاد ہو جائینگے۔

ہمممم!

بھائی کچھ دیر پہلے میں نے دیکھا کی جب میں نے ضری کو انکل لوگوں کی ڈیت کا رسان سے سمجھایا تو وہ فوٹوز دیکھ کر روئے ضرور لیکن کوئی شدید ردعمل نہیں کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کی یہ طریقہ کارآمد ہے۔

لیکن نکاح۔ مرزا جھٹ بولا۔

بھائی ماما کا اوپریشن ضروری ہے۔ اسکے لیئے ماما کی شرط پوری کرنا۔ اور اس سب کے لیئے مجھے زیادہ سے زیادہ ضری کے ساتھ رہنا ہوگا۔ اس لیئے جو جیسا ہو رہا ہے ہونے دیں آپ لوگ پریشان نا ہوں۔ پری اپنی بات مکمل کر کے اندر بڑھ گئی تھی۔ مرزا اور صابر بھی کچھ مطمئین ہو کر اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوئے اب کل نکاح کا انتظام بھی تو کرنا تھا۔

تمہیں محبت تو ہر کوئی کرے گا جاناں
کہاں سے لاؤ گے تعبداری ہمارے جیسی

اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے۔ اور ایک گھنٹے پہلے ہی فجر کے نماز کے بعد نکاح کا نیک فریضہ انجام پایا تھا۔ کیونکہ دو بجے جاء بیگم کا اوپریشن تھا اور ایک نو بجے انہیں گھر صدہو سپٹل کے لیئے نکلنا تھا۔

پری مہرون کلر کے گھیرے دار فراک پر وائٹ چوری دار شلوار پہنے سر پر ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے لمبے نم بالوں کو پشت پر یوں کھلا چھوڑے لبوں پر مہرون کلر کا ہی لیپ اسٹیک لگائے جاء بیگم کے پلنگ پر بیٹھی تھی۔ اور جاء بیگم پاس بیٹھی نجانے کتنی دیر سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

جاء بیگم نے رات خود مرزا کے ساتھ جا کر پری کے لیئے کپڑے لائی تھی۔ ساتھ ایک سونے کی چین اور انگوٹھی بھی تھی۔ اور پری کے لاکھ نا نا کرنے کے باوجود مشال نے اسے اچھا خاصہ تیار کر دیا تھا۔

جبکہ دولہے صاحب کو صابر اور مرزا نے وائٹ شلوار قمیض پہنا کر تیار کیا تھا۔ اور نکاح کے فوراً بعد ہی وہ اپنے کمرے میں آرام فرمانے چلے گئے تھے۔ جبکہ پری وہیں حباء بیگم کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

ماما کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟۔ کہیں بری تو نہیں لگ رہی؟ پری نے شرارت سے پوچھا۔

ارے نہیں میری بیٹی تو آج بلا کی خوبصورت لگ رہی ہے۔ میں یہ سوچ رہی ہوں کہیں آپ کی ماما نے آپ کے ساتھ ناانصافی تو نہیں کر دی۔ حباء اسکے من موہنے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

بیٹے اگر ماما نے سچ میں برا کیا ہے تو انہیں معاف کر دینا۔ اب شائد ماما واپس آ بھی سکے یا نہیں۔ وہ پری کا ہاتھ پکڑ کر۔ بولی۔

ماما پلز ایسی فضول کی باتیں نا کریں۔ کوئی ناانصافی نہیں کی آپ نے میرے ساتھ۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کی اب میں ساری عمر کے لیئے اپنی ماما کے آنچل تلے رہو نگی۔ اور ایک لڑکی کے لیئے اس سے زیادہ خوش نصبی کی بات بھلا کیا ہوگی۔ پری ان کا ہاتھ پکڑتی مسکرا کر بولی۔

اب آپ ان فضول سوچوں کو دفع کریں۔ اور کچھ دیر آرام کرلیں میں تب تک آپ کی کچھ ضروری چیزوں کی پیکینگ کردوں۔ پری کہتی بیڈ سے اٹھ کر کبرڈ سے چھوٹا سا سفری بیگ نکال کر اس میں حباء بیگم کے ضروریات کی چھوٹی موٹی چیزیں ڈالنے لگی۔

کیا ماما کچھ کہنا ہے آپ کو؟ پری انہیں مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کر بیگ سائیڈ پر رکھتی بیڈ کے قریب آئی۔

ہاں! بچے کہنا تو ہے لیکن سمجھ نہیں آرہا کہوں کیسے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگرتے ہوئے بولی۔

ماما ادھر دیکھیں۔ پری نے انکا چہرہ اپنی طرف کیا۔
ایک ماں کو اپنی بیٹی سے کچھ کہنے کے لیئے ہچکچانے یا سوچنے کی ضرورت نہیں ہوتی اب بتائیں کیا بولنا ہے آپ کو۔

وہ۔۔۔ میرے ہوسپٹل میں ایڈمیٹ ہونے کے بعد تو مرزا اور شاہین میرے ساتھ وہیں ہونگے۔ صابر کا کمرہ بھی نیچے ہے پھر راحبہ کا ابھی اوپریشن ہوا ہے اسے بھی صابر کی ضرورت ہوگی۔ اور گھر کے سارے کمرے بھی ساؤنڈ پروف ہے۔ وہ سوچ سوچ کر بول رہی تھی۔

ماما آپ کو میرے آگے تہمید باندھنے کی ضرورت قطعی نہیں ہے آپ وہ بات کریں جو آپ کو کرنا ہے۔ پری کو انکا تہمید باندھنا ذرا اچھا نہیں لگا۔

بیٹا میں چاہتی ہوں کی کم از کم میری واپسی تک آپ ضارب کے کمرے میں شفٹ ہو جائیں۔ خواہ میرے آنے کے بعد آپ واپس اپنے کمرے میں چلی جانا۔ دراصل رات میں کبھی کبھی ضارب کے سر میں درد ہوتا ہے۔ پہلے مرزا دیکھا کرتا تھا پر اب۔ وہ پری
کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتے ہوئے بولی۔ انہیں پری کے لیئے برا ابھی بہت لگ رہا تھا لیکن مجبوری تھی۔

جی۔ پری اتنا کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ پھر باقی کی پیکینگ پوری کرتی جباء بیگم کے پاس آئی انہوں نے اسے ضارب کے میڈیسن سے لیکر اسکے تقریباً سبھی ضروریات کے بارے میں
اسے اچھے سے سمجھایا۔ پھر ناشتے کے بعد وہ لوگ ہوسپٹل کے لیئے نکل گئے۔

پری کے باقی کا دن ضارب کے ساتھ کھیلتے کودتے اسکے چھوٹے موٹے کام کرتے گزر گیا تھا۔ وہ اس قدر ایک دوسرے میں مگن اور لاپرواہ تھے کے انہیں دیکھ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کی صبح ان دونوں کا نکاح ہوا ہے۔ مغرب کے وقت مرزا نے کال کر کے بتایا تھا کی جباء بیگم کا اوپریشن کامیاب رہا۔ جس

پر سب نے شکرانے کی نماز ادا کی تھی۔ پری نے ضارب کو بھی وضو کر کے اپنے ساتھ نماز ادا کرنے کو کہا اور حیرت انگیز طور پر ضارب نے بنا پری سے پوچھے نماز پڑھی۔

ڈنر کے بعد پری راحبہ بھابھی کی بیٹی جس کا نام رانیہ رکھا تھا اس کے ساتھ کھیل رہی تھی جب بھابھی وہاں آئی۔

پری لاؤ میں اسے سلا دوں تم بھی جا کر سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے۔ وہ رانیہ کو گود میں اٹھا کر بولی۔ پھر پری کی بے چینی دیکھتے ہوئے اسکے قریب بیٹھ گئی۔

پری میں اس وقت تمہارے دل و دماغ کی کشمکش سمجھتی ہوں۔ لیکن ضارب بھائی ایک بہت اچھے ذمہ دار اپنے رشتوں اور زمداریوں کو سمجھنے والے انسان ہیں۔ انہوں نے پری کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

میں جانتی ہوں بھابھی ضری اپنے رشتوں اور زمداریوں کو لیکر بہت حساس ہیں۔ اسی لیئے آج ان کی یہ حالت ہے۔ آپ فکر نا کریں جا کر پرنیسس کو سلایں دیکھیں کیسے پھوپھی کو گھور رہی ہے۔ پری رانیہ کو ٹکر ٹکر اپنی طرف دیکھتا پا کر بولی۔

ہاں !اپنی نئی نویلی بڑی چاچی کو دیکھ رہی ہے ۔ بھابھی شرارت سے کہتی اندر بڑھ گئی تھی ۔پیچھے پری اپنے سرخ ہوتے گال سہلا کر رہ گئی ۔

پھر ایک لمبی سانس خارج کرتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی ۔ وہ جب سے سب کے کمروں میں جانے کا ہی انتظار کر رہی تھی ۔ سب کی موجودگی میں تو وہ قیامت تک ضارب کے کمرے میں نا جاتی ۔ اب وہ کوئی عام دلہن تو تھی نہیں جو کوئی اسے ڈھیروں شرارتی جملوں اور قہقہوں کے ساتھ ضارب کے بیڈ پر بیٹھا آتا ۔ البتہ مشال نے اسکے کپڑے وغیرہ وہاں سیٹ ضرور کر دیا تھا ۔

پری اپنے کمرے پر ایک نظر ڈالتی ضارب کے کمرے کے باہر اکر رکی تھی ۔ ایک لمبی سانس فضاء کے سپرد کرتی دھڑکتے دل کے ساتھ ڈور کھول کر اندر داخل ہوئی ۔ پھر پلٹ کر ڈور لوک کیا جب عقب سے ضارب کی خوشی اور حیرانی سے ملی جھلی آواز آئی ۔

اینجل آپ یہاں ؟ ضارب ہاتھ میں وڈیو گیم پکڑے حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا ۔ پری اس پر ایک نظر ڈال کر بیڈ کی طرف بڑھی اب یہ مرحلہ بھی اسے ہی طئے کرنا تھا ۔

ماما گھر نہیں ہے نا تو اینجل کو اپنے کمرے میں اکیلے ڈر لگ رہا ہے کیا وہ ماما کے آنے تک ضری کے کمرے میں سو جائے ؟ ۔ پری کی بات پر ضارب اپنی جگہ کھڑا ہوا پھر جلدی سے بیڈ کے دائیں

سائیڈ سے کشنس ہٹائے بیڈ شیٹ ٹھیک کی تکیہ سہی کرتا مسکراتے ہوئے پری کی طرف مڑا جو سینے پر بازو باندھے اسکی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

اینجل آپ یہاں سو سکتی ہیں۔ پری اثبات میں سر ہلاتی سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھی۔ کیونکہ اب اتنے دن وہ صوفے پر تو سو نہیں سکتی تھی۔

اینجل میں نے میڈیسن نہیں لینی یہ بہت گندی ہوتی ہے۔ پری کے ہاتھ میں گولی اور پانی کا گلاس دیکھ کر ضارب منہ بسورتے ہوئے بولا۔ پری ہولے سے مسکرائی اسے حباء بیگم نے بتایا تھا کی وہ دوائی لینے میں بہت نخرے کرتا ہے۔

ضری نو کو مینٹس جلدی سے میڈیسن لین پھر میں آپ کا نائٹ سوٹ نکالتی ہوں۔ چینج کر کے سو جایں۔ پری سنجیدگی سے حکمیہ لہجے میں بولی۔ جس پر ضارب منہ بناتے ہوئے میڈیسن لے کر چینج کرنے چلا گیا۔ پھر اسکے آتے ہی پری بھی سادہ سا ڈریس لیکر چینج کرنے گئی۔ پھر نائٹ بلب جلا کر بیڈ پر سمٹ کر لیٹ گئی۔

کچھ دیر بعد پری نے ضارب کی طرف کروٹ لی تھی۔ جب اس نے ضارب کو بے چینی سے تکیہ پر سر کو ادھر ادھر مارتے دیکھا وہ فوراً پریشان سی اپنی جگہ اٹھ بیٹھی نائٹ بلب کی ہلکی پیلی روشنی میں بھی وہ ضارب کے پیشانی پر پسینہ کی ننھی ننھی بوندیں دیکھ سکتی تھی۔ پری نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیپ آن کیا۔

ضری کیا ہوا ہے سر میں درد ہے؟ پری ضارب کا بازو ہلاتے ہوئے بولی لہجے میں فکر نمایاں تھی۔ اسے ضارب کی ذرہ بے چینی درد برداشت کیوں نہیں ہوتا یہ وہ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

کچھ نہیں اینجل ضری نے بتایا نا کی وہ میڈیسن گندی ہے۔ اسکی وجہ روز میرے سر میں گرمی ہوتی ہے۔ ضارب آنکھیں موندے ہوئے ہی بولا۔

اب نہیں ہوگا اب اینجل میجک کرے گی۔ پری اسکے سر کے قریب ہوتے ہوئے ضارب کے سر میں اپنی انگلی چلانے لگی ساتھ کچھ گنگنا بھی رہی تھی۔

تو جہاں میں وہاں سنگ سنگ چلوں تیرے
جیسے تیرا آسماں

جو دھوپ نکلے چھایہ بن جاؤنگی

جو ہو تو اکیلا سایہ بن جاؤنگی
جو الجھن میں ہو من میں بہلا اونگی

تم آ گے ہو تو جینا آیا ہے
خوشیوں کا تم نے یہ جال بچھایا ہے
کھویا ہے خود کو یا سب کچھ پایا ہے

تو جہاں میں وہاں سنگ سنگ چلوں تیرے
جیسے تیرا آسماں

ہو غم کے بادل مجھ پے تھم جانے دے
بے چینیوں کو مجھ سے ٹکرانے دے
دکھتی ہو کوئی بات مجھ پے آنے دے

دل سوچتا تھا کے کوئی اپنا ہو
کوئی راز نا ہو جو اس سے رکھنا ہو
آنکھیں نا کھولوں میں شائد سپنا ہو

تو جہاں میں وہاں سنگ سنگ چلوں تیرے
جیسے تیرا آسماں

پری نے جب آنکھیں کھولی ضارب چہرے پر بچوں جیسی معصومیت سجائے گہری نیند سو رہا تھا۔

کیا ہیں آپ ضری کیوں آپ کی زرا سی تکلیف مجھے مضطرب کر دیتی ہے۔ کیوں؟ پری اسکے چہرے پر جھکی اس سے سوال کر رہی تھی۔ جو نیند میں بھی اسکا دل دھڑکا رہا تھا۔ پری نے جھک کر اسکے پیشانی پر سے پسینہ صاف کیا پھر اسی جگہ اپنے لب رکھتی اپنی جگہ اکر لیٹ گئی۔

صبح فجر کے اذان کے ساتھ پری کی آنکھ کھلی تھی وہ ایک نظر ضارب کو بے خبر سوتا دیکھ کر واشروم میں چلی گئی۔ نماز ادا کرنے کے بعد ٹیرس پر جا کر تلاوت کی پھر ضارب پر پھوک مار کر اپنے منصوبہ کے مطابق تیاری کرنے کے لیئے نیچے چلی گئی۔

.....
.....

پری کمرے سے نکل کر سیدھا کچن میں آئی تھی۔ شیف کی مدد سے جلدی جلدی کر کے سب کے لیئے ناشتہ تیار کروایا پھر انہیں واپس جانے کا کہتی خود کچن سے اپنی ضرورت کی چیزیں سیٹ کر کے باہر نکلی۔ سیڑھیوں کے پاس لگی گھڑی میں وقت دیکھا جو صبح کے ساڑھے آٹھ بجنے کا اعلان کر رہے تھا۔

وہ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھتی کمرے میں پہونچی جہاں گھپ اندھیرے کا راج تھا۔اور ضارب صاحب بیڈ پر خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ وہ چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی پردہ ہٹاتے ہو پورا کمرہ روشنیوں میں نہا گیا تھا۔ جس سے ضارب صاحب کے نیند میں بھی خلل پیدا ہوا۔ احتجاجی طور پر وہ بلینکٹ منہ پر ڈال گیا۔ پری مسکراتے ہوئے بیڈ تک آئی اور ایک جھٹکے کے ساتھ آدھا بلینکٹ کھینچ دیا۔

ماما!ضارب کی طرف نیند سے بوجھل آواز میں احتجاج ہوا تھا۔

استغفراللہ میں کہاں سے انہیں ماما نظر آتی ہوں۔ پری نے بڑبڑاتے ہوئے اپنا نیچے سے اپر تک جائزہ لیا پھر ضارب کو گھور کر دیکھا جو اپنی مشکل سے چوبیس گھنٹے پہلے بنی بیوی کو ماما کہہ رہا تھا۔

ضری میں ماما نہیں اینجل ہوں۔ اور آپ ایک منٹ کے اندر اندر بیڈ کی جان چھوڑ کر مجھے باتھروم میں نظر آئیں۔ پری رعب سے بولی۔ ضارب ایک جھٹکے سے اپنی جگہ اٹھ بیٹھا تھا معصوم صورت ڈال کر چاپلوسی کرنے کے انداز میں بولا۔

اینجل ابھی تو صرف ساڑھے آٹھ ہو رہے ہیں۔ نو بجے تک سونے دئیں پلز۔ جبکہ ماما مجھے ساڑھے نو تک سونے دیتی ہیں۔ ضارب کی بات پر پری نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورا۔

ضری میں نے ابھی ناشتہ بنانا ہے اور آپ میرے ساتھ کچن میں آ رہے ہیں۔ اور اگر آپ نہیں آئے تو میں نے آپ کے ساتھ کوئی گیم نہیں کھیلنی ہے۔ پری اپنی بات کہتی واڈروپ کی طرف بڑھ گئی۔ ضارب کا تو صدمہ سے منہ ہی کھل گیا۔

Angelthisisnotfair.

ضارب منہ بسور کے بولتا واشروم میں گھس گیا۔ پری نے مسکراتے ہوئے واشروم کا بند دروازہ دیکھا۔ پھر ضارب کے کپڑے اسٹینڈ پر رکھتی کمرہ سمیٹنے لگی۔

پری نے بیس منٹ کے اندر تقریباً کمرہ سمیٹ دیا تھا لیکن ان چیزوں کو بکھرا چھوڑ دیا جو اس ضارب اور اس ضارب میں مشترکہ تھی۔ ابھی وہ کشنس کو زمین پر بکھرا چھوڑ کر سائیڈ ٹیبل سے میڈیسنس ہٹا کر دراز میں رکھ کر پلٹی تھی جب ضارب واشروم سے ٹاول پہن کر باہر آیا۔

آئیئیئی۔ ضری یہ کیا ہے؟ پری آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے شرم سے لال چہرے کے ساتھ بولی۔

کیا کیا ہے اینجل۔؟ ضارب انسٹینڈ سے کپڑے اٹھاتا حیرانی سے پوچھا۔

آپ بنا کپڑوں کے باہر کیوں آئے؟

میرے کپڑے باہر تھے تو میں اندر سے پہن کر کیسے آتا۔ اور پھر میں روز ہی اپنے کپڑے باہر رکھتا ہوں۔ ضارب کاندھے اچکاتا کپڑے لیکر سائیڈ پر بنے ڈریسینگ روم میں چلا گیا۔

اللہ ایسا رہا تو ان کی تو صرف یادداشت گئی ہے۔ میں نے تو پاگل ہو جانا ہے؟ پری آسمان کی طرف سر اٹھا کے بولی۔ کچھ دیر بعد ضارب کے باہر آتے ہی وہ کشنس کو غلط سیٹ کرنے لگی۔

ان کشن کور کے پیچھے کا بھی ایک راز تھا انہیں ضارب امریکہ سے لیکر آیا تھا۔ اور جب سارے کشنس پر کور لگا کر ترتیب سے سیٹ کیا جاتا تو بڑا سا گلاب بنتا تھا۔ اب وہ ضارب کو دیکھتی جان بوجھ کر کشن ادھر ادھر کرنے لگی۔

اینجل یہ کشن ایسے بیچ میں رکھتے ہیں تب جا کر فلاور سیٹ ہوتا ہے۔ اس واس کو یہاں رکھتے ہیں۔ اور اس بیڈ کور کے ساتھ نیلے رنگ کا کمفرٹر لیتے ہیں۔ ضارب اسے سب کچھ الٹا پلٹا کرتا دیکھ کر آیا تو پھر ٹھیک کرتا چلا گیا۔ جبکہ پری کو سمجھ نہیں آرہا تھا کی وہ پلان کو کامیاب ہوتا دیکھ کر خوش ہو یا ضارب کی سگھر پن دیکھ حیران۔

واہ! ماما نے بالکل سہی کہا تھا کی ضارب عنایت کافی سگھر انسان تھے۔ پری منہ ہی منہ بڑبڑائی جب ضارب اسکے سامنے آتے ہوئے اشاروں میں پوچھا کیا ہوا؟ وہ نفی میں سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی تو ضارب بھی اسکے پیچھے ہوا۔

پری کچن میں رکھے چھوٹے سے ٹیبل پر بیٹھی اچھے اچھے اناڑیوں کو بھی مات دیتے ہوئے پیاز کاٹ رہی تھی۔ اور سامنے ضارب بیٹھا وڈیو گیم میں مصروف تھا۔

پری زور زور سے پیاز کٹ کرتی کھٹ کھٹ کی آواز پیدا کر رہی تھی کے ضارب متوجہ ہو لیکن جناب کو تو وڈیو گیم سے فرصت ہی نہیں تھی۔

پری کوئی اچھی کوکینگ نہیں جانتی تھی لیکن اتنی اناڑی بھی نہیں تھی کے آملیٹ کے لیئے انگلی جتنی موٹی موٹی پیاز کٹ کر دیتی۔۔

پری نے اسے متوجہ کرنے کے چکر میں سات آٹھ پیاز کاستیاناس مار کر ڈسٹبین میں ڈال چکی تھی۔ لیکن اس نے نظر بھی نہیں اٹھائی تھی۔ اب کی بار پری نے زور سے چاقو ٹیبل پر پٹکا لیکن بے سودھ۔

ضری! پری نے آخر کار جھنجھلا کر اسے آواز دے ڈالی۔

ہمممم! نظر اٹھائے بغیر جواب آیا۔ پری نے اسکی اس غیر توجہی پر مشکل سے اپنا غصہ ضبط کیا پھر اسکے ہاتھ سے وڈیو گیم لیتی ہوئی بولی۔

ضری میں ناسب کے لیئے ناشتہ میں آملیٹ اور پراٹھا بنا رہی ہوں بتائیں تو اتنے پیاز میں کتنے انڈے ڈالوں۔ پری معصوم شکل بنا کر بولی۔ جس پر ضارب نے پیاز کی طرف دیکھا اور صدمہ سے بے چارے کا منہ ہی کھل گیا۔

اینجل یہ پیاز آپ نے آملیٹ بنانے کے لیئے کاٹے ہیں؟۔ وہ پیاز کا ایک ٹکڑا اٹھا کر بولا جو اسکی انگلی جتنا موٹا تھا۔

ہاں! پری اس کی شکل دیکھ کر اپنے بے وقت آرہے قہقہ کا گلا گھونٹتے ہوئے صرف سر ہلا کر ہاں کہا۔

ایسے پیاز نہیں کاٹتے۔

تو پھر کیسے کاٹتے ہیں؟ پری نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائی۔

اب آپ کے اندر کا شیف باہر آئے گا ہیڈ شیف صاحب۔ پری سر نیچے کر کے من ہی من بڑبڑاتے ہوئے ابھی سہی سے خوش بھی نہیں ہوئی تھی۔ جب دو مردانہ ہاتھوں نے اسے مکمل اپنے حصار میں لیا۔

ایسے چاقو کو پکڑتے ہیں پھر ایسے دھیرے دھیرے سلائٹلی کٹ کرتے ہیں۔ ضارب اسکے کان کے پاس بھاری سرگوشی کرتے ہوئے نیچے مہارت سے باریک پیاز کاٹ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے نازک جان پری کا دھان پان سا وجود مکمل ضارب کے وجود میں چھپ سا گیا تھا۔

اینجل دیکھیں ادھر اسے کہتے ہیں آملیٹ آنین۔ ضارب اسے چپ دیکھ پھر سرگوشی کی۔ پری کا دھیان اس طرف تو جب جاتا جب اسکے جسم میں جان ہوتی وہ تو اسکی قربت پر پگھلنے لگی تھی۔ وہ مسلسل بولے جارہا تھا جس سے اسکے ہونٹ پری کے کان کے لو کو چھو رہے تھے۔

آہم آہم۔ مشال مصنوعی گلا کھنگارتی کچن میں داخل ہوئی۔ جس پر دونو ایک سکینڈ میں ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔

شائد میں نے نیولی میریڈ کپل کا رومانس اینٹرپٹ کیا۔ بٹ کیا کروں مجھے پیاس لگی تھی۔ مشال اپنی سانسیں بحال کر رہی پری کو شرارت سے آنکھ مار کر بولی۔ جبکہ ضارب اس پر دھیان دئے بغیر اپنا وڈیو گیم اٹھا چکا تھا۔

ضری آپ چلیں میں ناشتہ لے کر آتی ہوں۔ پری نے ضارب کو وہاں سے بھگانا ضروری سمجھا۔ جس پر وہ فوراً عمل کرتا باہر چلا گیا۔

کیا بات بھابھی جی سین تو کافی فلمی چل رہا تھا۔ مشال پری کے قریب آتی اسے کاندھا مار کر بولی جس پر پری کچھ اور سرخ ہوئی۔ پھر مشال کا ہاتھ پکڑتی اسے کرسی پر بٹھایا پھر خود بھی دوسری کرسی پر بیٹھ کر گویا ہوئی۔

مشی پچھلے ڈیڑھ سال سے ہوٹل کون دیکھ رہا ہے؟

تم کیوں پوچھ رہی ہو؟

نہیں ماما نے بتایا کی ہوٹل کی ساری زمداری ضری پر تھی۔ اور ایکسیڈنٹ کے بعد باہر سب کو یہی بتایا گیا ہے کی ضارب اوٹ اوف کنٹری ہیں۔ پھر ہوٹل۔

ہوٹل کی پوری زمداری مینجر پر ہے۔ ہاں ایک دو دن میں مرزا یا صابر بھائی وزٹ کر لیتے ہیں۔ لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو؟

میں سوچ رہی تھی کے کسی طرح ہم ضری کو ہوٹل لے جا پاتے تاکہ انکی وہاں کی یادیں تازہ ہوتی لیکن اب یہ ممکن نہیں۔ اب مجھے اس کچن کو ہی اس طرح استمعال کرنا ہوگا۔ پری کچھ
سوچتے ہوئے بولی۔ جس پر پری نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر تو یہ پری کے روز کا معمول بن گیا تھا روز کچھ نا کچھ الٹا سیدھا پکاتی یا کرتی اور ضارب اسے سدھارتا ایسے ہی کرتے کرتے ہفتہ گزر گیا تھا۔ اس بیچ ضارب میں بہت سی خوشگوار تبدیلیاں آئی تھی۔

ایسا نہیں تھا کی اب وہ ضارب کے ساتھ کھیلتی نہیں تھی۔ اب تو ایسا ہو گیا تھا کی ضارب اور پری ایک پل کے لیئے الگ نظر ہی نہیں آتے جہاں ہوتے ساتھ ہوتے۔ اب تو ضارب کی ان تمام اکٹوٹی میں ایک کا اور اضافہ ہو گیا تھا رانیہ کے ساتھ کھیلنا۔

ابھی بھی ڈنر کے بعد راحبہ بھابھی احتشام کی ضد پر اسکے لیئے نوڈل بنانے گئی ہوئی تھی۔ ضارب اور پری حال کے قالین پر رانیہ کو لٹائے اس سے باتیں کرنے میں کھیلنے میں بزی تھے۔ ضارب اشتیاق سے کبھی بے بی کے ہاتھ کی نرماہٹ محسوس کر کے خوش ہوتا تو کبھی بے بی کو ہاتھ پیر مارتا دیکھ کر خوش ہوتا۔

اینجل بے بی کے ہاتھ کتنے سوفٹ سوفٹ ہے نا۔ ضارب کی بات پر پری نے ہاں میں سر ہلایا۔

اینجل دیکھیں یہ آپ کو دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔ بے بی آپ کو بھی اینجل اچھی لگتی ہے؟۔ اب وہ پری کے ساتھ ساتھ رانیہ سے بھی مخاطب تھا۔ پری بس مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی کیونکہ یہ اسکے روز کا معمول تھا۔

اینجل ہم بے بی کو اپنے کمرے میں لے کر چلیں۔ ہم ان کے ساتھ بہت سارا کھیلینگے اور پھر ہمارے ساتھ ہی سلا لینگے کتنا مزہ آئے گا نا۔ ضارب اپنا عظیم پلان بتا تا اب تالی بجا کر خوش ہو رہا تھا۔

لیکن ضری ہمارے پاس بے بی کارٹ نہیں ہے ہم کہا سلا ینگے بے بی کو۔ پری اسکی روز کی خواہش کو ٹالتے ہوئے بولی۔

ہمممم !ضارب اپنے مخصوص انداز میں منہ پر انگلی رکھتا کچھ سوچنے کے بعد چہک کر بولا۔

اینجل ہم بے بی کو ہمارے بیڈ پر سلا ینگے۔

لیکن بے بی تو بیڈ سے گر جائے گی نا۔ پری اسکی معصومیت پر مسکراتے ہوئے بولی۔

ہم بے بی کو ہمارے بیچ میں سلا ینگے پھر وہ نہیں گرے گی۔ ضارب نے ایک اور حل نکالا اب کے پری کھلکھلا ہنسی۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔ ضری یہ بھابھی کی بے بی ہے وہ نہیں دینگی ہمیں اپنے کمرے میں سلانے۔ پری کی بات پر ضارب کا منہ بن گیا۔

اینجل پھر ہم اپنا بے بی لالینگے۔ ضارب کی بات پر پری کا دل زور سے دھڑکا۔ اسنے تھوڑا سا سر کو جنبش دے کر اسے دیکھا جواب مزید بول رہا تھا۔

ہم پھر پورا دن اپنے بے بی کے ساتھ کھیلنگے۔ میں بے بی کے لیئے بلیو کلر کا بے بی کارٹ بھی لاؤنگا۔ لیکن بے بی کارٹ میں اپنے سائیڈ سیٹ کرونگا ہاں بے بی کے لیئے آپ فیڈر بنانا لیکن سیر لیک میں بناؤنگا۔ کیونکہ آپ کو کوکینگ بالکل نہیں آتی۔ لیکن یہ تو بتائیں ہم بے بی لائنگے کہاں سے؟ ضارب پری کی حالت دیکھے بغیر بس بولے جا رہا تھا۔ پھر اتنی شیخ چلی کے خواب دیکھنے کے بعد جناب کو یاد آیا کی بے بی ہی ابھی اریینج نہیں ہوئی۔

دوسری طرف اسکی ہر بات پر پری کی دھڑکنیں منتشر ہو کر اسکے گالوں کی سرخی میں اضافہ کر رہی تھی۔

اینجل بتائیں نا؟ اسے خاموش دیکھ کر ضارب نے اسکا کاندھا ہلایا جس سے وہ ہوش میں آئی۔

اپنے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اسکا چہرہ دیکھنا چاہا جہاں ہمیشہ کی طرح معصومیت کا راج تھا۔ اب اسکے سمجھ یہ نہیں آرہا تھا کی وہ کیا کرے رانیہ کو چھوڑ کر وہ اٹھ سکتی نہیں تھی۔ اور اگر کچھ بول دیا تو یہ الٹے آنتیں گلے پڑانے والی بات ہوگی۔ کیونکہ اسکے بعد ضارب میں احتشام کی روح آجانی تھی۔

آپ کو نہیں پتا میں بھابھی سے پوچھ لونگا۔ اسے خاموش دیکھ کر ضارب نے یہی اندازہ لگایا اس سے پہلے کی پری اسے روکتی وہ اندر آتی بھابھی تک پہونچ چکا تھا۔ پری بھی دور کر اس تک پہونچی۔

بھئی کس بات کی ریس لگی ہے دونوں میں؟ بھابھی دونو کو دیکھتے ہوئے بولی۔

بھابھی ہم نے پوچھنا تھا آپ بے بی کہاں سے لائی ہیں؟

ضری! پری نے اسے روکنا چاہا جس پر ضارب ایک ہاتھ سے اسکا منہ بند کرتا ہوا گویا ہوا۔

اینجل بات کرنے دیں نا۔ ہاں بھابھی آپ بتائیں نادر اصل ہمیں بھی اپنے لیئے بے بی لانی ہے۔ ضارب کی بات پر جہاں بھابھی نے قہقہ لگایا وہیں۔ پری ضارب کا ہاتھ جھٹک کر تھوڑا سختی سے بولی۔

ضری کمرے میں جائیں۔

لیکن۔

ضری آئی سیڈ گو۔ کمرے میں جائیں ورنہ میں نے آج آپ کے لیئے کوئی گانا نہیں گانا ہے۔ پری کی دھمکی پر ضارب منہ بسورتا اپر چلا گیا اب وہ اینجل کا سونگ سنے بغیر تو سو نہیں سکتا تھا لیکن ناراضگی دکھانے کا ارادہ کر کے گیا تھا۔

ہاں! تو بھئی بے بی چاہیئے آپ لوگوں کو؟۔ بھابھی شرارت سے پری کو کاندھا مارتے ہوئے معنی خیزی سے بولی۔

بھابھی میں چلتی ہوں۔ پری نے پہلی فرصت میں وہاں سے دور لگائی تو پھر بریک کمرے میں آ کر ہی لگایا تھا۔ جہاں اسکا معصوم شوہر منہ پھلا کر بیٹھا۔

پری خاموشی سے کمرہ لوک کر کے بیڈ کے پاس آئی پھر اسی خاموشی سے ضارب کی طرف میڈیسن بڑھائی جسے وہ خاموشی سے کھا گیا تھا۔ پھر کپڑے چینج کرنے سے لے کر بیڈ پر لیٹنے تک دونو کے درمیان وہی خاموشی تھی۔

پری روزانہ کی طرح ضارب کے سرہانے بیٹھ کر اسکے سر میں انگلیاں چلانے لگی۔
ضری!

ضری!خاموشی۔

ضری ناراض ہیں اینجل سے؟

ضری کچھ بولیں نا۔ پری کی آواز بھیگی تھی۔ لیکن دوسری طرف ہنوز خاموشی ہی تھی۔ پری کا ضبط یہیں تک تھا وہ اسکے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ جس پر ضارب ہڑبڑا کر اٹھا۔

کیا ہوا اینجل؟۔ ضارب اسے کھینچ کر اپنے اندر بھینچتے فکرمندی سے بولا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ اسکا کمر سہلا رہا اسکے انداز سے زرا نہیں لگ رہا تھا کی وہ ضری ہے۔ بلکہ یہ تو ضارب عنایت تھا۔

ضری۔۔۔۔ایم سوری۔۔۔۔اینجل۔۔۔کو معاف کردیں وہ کبھی۔۔۔۔آپ کو نہیں ڈانٹے گی۔۔۔۔۔غصہ بھی۔۔۔۔۔۔نہیں کرے گی۔۔۔۔پری ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔اس سے ضارب کی زرا سی ناراضگی خاموشی برداشت نہیں ہوئی تھی۔

پھر پرومیس کریں آپ ہمارا بے بی لائینگی۔ضارب اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

ضری جو بار بار سب کے آگے بے بی بے بی کرتے ہیں نا اللہ انہیں بے بی نہیں دیتا اس لیئے اب آپ کسی کے پاس کچھ نہیں بولینگے پھر اللہ خود ہی آپ کو بے بی دے دیگا۔پری نے اب اسے اسی کے انداز میں سمجھایا۔

سچی!

مچی!اب آپ لیٹیں ورنہ صبح اٹھنے میں آپ کے نخرے نہیں ختم ہونے ہیں۔پری اسے واپس لٹاتی اسکے سر میں انگلیاں چلانے لگی۔جس پر وہ پر سکون ہوتا نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔

ضری آپ کی ائینجل آپ کی زرا سی ناراضگی نہیں برداشت کر سکتی۔ اگر آپ اسے بعد میں بھول گئے شائد وہ جی ہی نا پائے آپ کو دس منٹ نا دیکھوں تو ویسے بھی میری سانسیں رکنے لگتی ہے۔ پری اپنے روز کے الفاظ ادا کرتی اسکی پیشانی پر لب رکھتی اپنی جگہ لیٹ گئی۔

آج جباء بیگم کے اوپریشن کو دس دن ہو گئے تھے۔ مرزا کے کسی کیس کی اچانک تاریخ نکل آئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ گھر آگیا تھا۔ اور اسکی جگہ صابر ہوسپٹل چلا گیا تھا۔ ویسے بھی اگلے ہفتہ ڈاکٹر نے انہیں ڈسچارج کر دینا تھا کیونکہ وہ تیزی سے ریکور کر رہی تھیں۔ جب انسان کا دل خوش اور مطمین ہو تو آدھی بیماری تو اسی سے چلی جاتی ہے۔ جباء بیگم کا بھی یہی حال تھا وہ روز پری اور ضارب کو ویڈیو کال پر ساتھ دیکھ نہال ہو جاتی تھی۔ پھر ڈاکٹر کے کہے پندرہ منٹ کی واک وہ خوشی میں آدھا گھنٹہ کر جاتی۔ ڈاکٹر الگ حیران تھا کی تیز رفتاری سے ریکوری پر۔
اب ڈاکٹر صاحب کو کون بتائے کی انہیں گھر جا کر دونوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ساتھ دیکھنے کی کتنی جلدی ہے۔

عنایت ہاؤس میں ڈنر ہو چکا تھا۔ پری ضارب کو لے کر کمرے میں چلی گئی تھی۔ اب وہ اسے جلدی سلا دیا کرتی تھی۔ ورنہ جناب صبح اٹھنے میں بہت نخرے دیکھایا کرتے تھے۔

مرزا حال میں اپنے کیس کی سارے فائلس کھولے بیٹھا لیپ ٹاپ میں بزی تھا جب مشال اسکے لیئے کافی لے کر حاضر ہوئی۔

مرزا کافی۔ مشال ٹیبل پر کافی رکھتے ہوئے بولی جس پر مرزا نے صرف سر ہلایا جبکہ سارا دھیان لیپ ٹاپ اور فائل پر ہی تھا۔ مشال بھی کچھ سوچتی وہیں بیٹھ گئی۔

مرزا ایک سوال پوچھوں میں آپ سے؟ مشال نے اپنے لیپ ٹاپ میں انہماک سے کام کرنے میں مگن مرزا کو مخاتب کیا۔

اگر میں نا کہوں تو نہیں پوچھو گی؟ مرزا نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹائے بغیر پوچھا کیوں وہ اسے اس سے زیادہ بہتر طریق سے جانتا تھا۔

نہیں! پوچھونگی تو میں پھر بھی۔ مشال نے فوراً جواب دیا۔

پھر بکو! مرزا بھی اسی انداز میں بولا۔ مشال نے مشکل سے اس انداز کو ہضم کیا تھا ویسے ابھی وہ اس کا حساب برابر کرنے ہی والی تھی۔

داجی کو مرزا غالب کے شعر و شاعری بہت پسند تھے اس لیئے انہوں نے آپ کا نام مرزا غالب عنایت رکھا۔ رائٹ ؟ مشال نے تائید چاہی۔

ہمم !اس نے مصروف انداز میں صرف ہمم کہا۔

سوچیں اگر داجی کو شوگر نا ہوتا اور انھیں کلّو حلوائی کی مٹھائی بہت پسند ہوتی تب آپ کا نام کیا ہوتا ؟ مشال معصوم چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔

کیا ہوتا ؟ مرزا نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

کلّو حلوائی عنایت۔ کتنا پیارا نام لگتا نا۔ مشال نے دونو ہاتھوں کو اشتیاق سے آپس میں مسلتے ہوئے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا جو ابھی تک اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر سمجھ آتے ہی خطرناک ارادوں کے ساتھ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

میں بتاتا ہوں تمہیں چھپکلی کتنا پیارا لگتا۔ مرزا دانت پیس کر کہتا اسکے پیچھے گیا جس نے پہلے ہی دوڑ لگا دی تھی۔ اب صورت حال یہ تھی کی مشال کھلکھلاتے ہوئے آگے تھی اور مرزا دانت پستتے ہوئے اسکے پیچھے۔

بھابھی۔۔۔۔۔ بھابھی۔۔۔بچائیں۔ آپ کا دیور مجھ معصوم کا شکار کرنے نکلا ہے۔ مشال حال میں داخل ہوتی پری کے پیچھے ہوئی۔

بھابھی!اس چھپکلی کو آپ میرے حوالے کردیں میں
اسے چھوڑونگا نہیں۔ مرزاا سے گھورتے ہوئے پری سے مخاطب تھا۔

لیکن بھائی ہوا کیا ہے ؟

بھابھی میں نے مرزا غالب عنایت سے اتّوسا سوال کیا۔ مشال نے انگلی کی مدد سے اتّوسا کا اشارہ کیا۔ اب یہ کورٹ میں اتنے لوگوں سے سوال کرتے ہیں کیا ہمارا نہیں حق کی کبھی ہم بھی ان سے سوال کریں۔ مشال معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔ جبکہ مرزاا سے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

اچھا بھئی سوال کیا تھا؟ پری نے جلدی سے پوچھا کیونکہ وہ ضارب کو کمرے بیٹھا کرا بھی آتی ہوں کہکر آئی تھی۔ وہ جلدی نا لوٹی تو وہ خود باہر آجاتا۔

پروبلم سوال سے نہیں جواب سے ہوا ہے۔ مشال نے جواب دیا۔ ابھی پری اس سے جواب کی نوعیت پوچھتی کے پیچھے سے ضارب نے اسے اپنے حصار میں لے کر اسکے کاندھے پر اپنی ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے نیند سے بوجھل ہوتی آواز میں گویا ہوا۔

ایسنجل مجھے نیند آرہی ہے چلیں نا۔ پری کی آواز تو اسکے گلے میں ہی اٹک گئی تھی۔ وہ لاکھ اس بات پر زوردیتی کی ضارب اٹھائیس سال کا مرد ہونے کے باوجود بھی اسکی ذہنیت ایک آٹھ سال کے بچے جیسی ہی ہے۔ لیکن حقیقت سے منہ نہیں موڑ پارہی تھی کے وہ اس کے علاوہ اسکا شوہر ہے۔ وہ نادان اورانجان تھا لیکن پری تو نہیں تھی۔ اس لیئے جب بھی ضارب اس کے قریب آتا اسکی حالت ایسے ہی ہوجایا کرتی تھی۔

بھابھی آپ بھائی کا خیال رکھیں ہم چلتے ہیں۔ مرزا نے اسکے سرخ ہوتے چہرے اور ضارب کے اسکے کاندھے پر ٹکی ٹھوڑی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ساتھ مشال کا ہاتھ پکڑ کے وہاں سے نکل گیا تھا۔ اسے تکلیف ہوتی تھی اپنے بھائی کی ایسی حالت دیکھ۔ کیا تھا اسکا بھائی اور ایک سال میں کیا ہوگیا تھا۔

ضارب۔۔۔۔ضارب۔۔اٹھیں۔کتنی بار کہا ہے۔ایسا نہیں کرتے منہ سے آواز لگاتے ہیں۔پری خود کو سنبھالتے ہوئے اسکا سر اپنے کاندھے سے ہٹا کر اسے کھڑا کیا جو نیند میں جھول رہا۔کیونکہ ابھی ابھی اسے وہ میڈیسن دے کر آئی تھی۔

اینجل نیند آرہی ہے۔ضارب نے آنکھیں کھولے بغیر ہی کہا۔پری نفی میں سر ہلاتی اسے لے کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

ضارب کیا آپ کی یاداشت آنے کے بعد بھی آپ کو اپنی اینجل یاد رہے گی؟۔پری نے ہمیشہ کا سوال دہرایا لیکن اپنے دل میں۔پھر بیڈروم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے احتیاط سے اسے بیڈ پر لٹایا اس پر اچھے کمفرٹر ڈالتی اپنی جگہ اکر لیٹ گئی۔

پھر اپنے دماغ میں چل رہے ہمیشہ کے سوال سے مجبور ہو کر اٹھ بیٹھی۔ضارب کی طرف دیکھا تو نائٹ بلب کی ہلکی پیلی روشنی میں اسکا سویا ہوا من موہنا مکھڑا دل دھڑکا گیا۔وہ بے ساختہ جھک کر اسکے سر پے اپنا سر ٹکا کر بھاری آواز میں التجاء کی۔

ضری ٹھیک ہو کر پلز اپنی اینجل کو نا بھولنا کیونکہ اب آپ اسکی آتی جاتی سانسوں کی وجہ بن چکے ہیں۔آپ سے دور ہو کر وہ مر جائے گی۔پلززز ضری پلززز۔پری بھیگی آواز میں التجاء کر رہی تھی

جب ضارب نے اپنے دونوںn ہاتھ اپر اٹھا کر اسکے کمر پر باندھتے ہوئے کروٹ لی ایسے کی اب وہ نیچے تھی اور ضارب اپر۔

ضارب عنایت سانس لینا بھول سکتا ہے۔ جینا بھول سکتا ہے لیکن اپنی اینجل کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ ضارب اس پر جھکا مظبوط گھمبھیر آواز میں بولا۔ پری نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

لیکن یہ کیا یہ ضری تو نہیں تھا جس کے چہرے پر معصومیت ہوتی تھی۔ یہ تو ضارب عنایت تھا فوٹو والا ضارب عنایت۔ جس کے چہرہ جذبوں سے چمک رہا تھا آنکھوں ایک عجب سا خمار تھا۔ پری اس پہلے کچھ سمجھتی اسے ہٹاتی یا روکتی سوال کرتی یا اپنی حیرانی کا اظہار کرتی۔

وہ اسکے فرار کے سارے راستہ بند کرتا اس پر جھک چکا تھا۔ پھر ضارب نے اپنی ساری حدیں پار کر دی تھی۔ اور ضری اور اینجل کے اس انوکھے رشتہ کو ایک مقام دے گیا تھا۔

جھجھک سی ہے کوئی ہلکی
کوئی پردہ ہے ہلکا سا
شرم کی رنگت ہلکی

حیا کا ہے رنگ ہلکا

خواہشوں کی جنتوں میں
آپ اپنے سنگ لے جائیں ہمیں

دھڑکنوں سے ہے گزارش
ڈور میں یوں باندھ لے جائے ہمیں

ہر الجھن کو سلجھائے
کسک میٹھی سی دے جائے

آخری دل ہے نا دل ہے نا
یہ دل ہے یہ دل ہے یہ دل ہے
سب اس دل کی ہی تو مشکل ہے

پری کی آنکھ فجر کی اذان کے ساتھ ہی کھل گئی تھی اور اب اذان ہو کر تقریباً پندرہ سے بیس منٹ ہو چکے تھے۔ لیکن وہ ساکت وجود کے ساتھ بنا حس حرکت ویسے ہی چت لیٹی تھی۔ کیونکہ ضارب کا ایک ہاتھ اسکے پیٹ پر تھا جو ہٹانے کی ہمت وہ اتنی دیر میں بھی نہیں جٹا پائی تھی۔

اتنی دیر میں ہاتھ ہٹانا تو خیر دور کی بات اسنے ضارب پر ایک نظر ڈالنے کی تک ہمت نہیں کی تھی۔ جبکہ روزانہ اٹھ کر پہلے وہ اسے ہی دیکھتی تھی۔ الارم کی ایک بار پھر آواز آئی مطلب تیسری بار جس کا مطلب تھا آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے اور اب نماز کے لیئے صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے ورنہ نماز قضاء ہو جانی ہے۔

خوف خدا کی وجہ سے شرم وحیا جھجھک کو سائیڈ پر رکھتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔ بیڈ سے اٹھ کر سیدھا کبرڈ کے پاس پہونچی اپنے کپڑے نکال کر واشروم میں گئی۔

نہانے کے بعد جائے نماز اور قران لے کر ضارب پر بنا نظر ڈالے ہی ٹیرس پر چلی گئی۔ فجر کے نماز کے بعد اپنے اللہ سے ڈھیروں راز و نیاز کرنے کے بعد قران پاک کی تلاوت کی۔ پھر اٹھ کر ٹیرس سے گارڈن میں دیکھنے لگی۔ جبکہ روزانہ وہ تلاوت کے بعد ضارب پر پھونک مارنے جایا کرتی تھی۔ لیکن آج تو اسکے خیال سے ہی ہتھیلیاں بھیگنے لگی تھی۔ چہرہ الگ سرخ ہو رہا تھا اور دل کی دھڑکنوں کی رفتار تو کسی بریک فیل گاڑی کی طرح تھی۔

پری وہیں کھڑی صبح کا خوبصورت نظارہ دیکھ رہی تھی۔ اب تو دھوپ بھی کافی نکل آئی تھی۔ جس کی وجہ سے پتوں پر جمع شبنم کی بوندیں موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ قدرت کے اس نظارے میں اس طرح گم ہوئی کے وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہیں چلا۔

اس خواب ناک منظر سے اسکی آنکھ تو تب کھلی جب دو مظبوط ہاتھوں نے ریلینگ پر ہاتھ جمع کر اسے نامحسوس انداز میں اپنے حصار میں لیا۔

اینجل اٹس ایٹ تھرٹی۔ اور آپ نے مجھے جگایا نہیں۔ پھر آپ بعد میں کہنگی کے ضری آپ جلدی نہیں جاگے اس لیئے اینجل اب آپ کے ساتھ نہیں کھیلے گی۔ پری جو ضارب کی قربت پر پگھل رہی تھی۔ اسکی ضری والی ٹون پر ایک جھٹکے سے پلٹ کے اسے دیکھا۔ جہاں کل رات کا شائبہ تک نا تھا۔

پری کا دل پل کے پل میں اداس ہوا آنکھیں نجانے کیوں بھیگی تھی۔ بلاوجہ ہی آنسوں نے گال کا رخ کرلیا وہ فوراً اسکے حصار سے باہر آئی۔

اینجل آپ رو رہی ہیں؟ ضری نے کچھ رونگ کیا؟ ۔ ایم سوری اینجل ضری کو معاف کر دیں پلززز۔ ضارب نے اسکا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی جس پر نامحسوس انداز میں پری نے ہاتھ اپنے پیچھے کیا۔

ننن۔۔۔ نہیں ضری آپ نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ اینجل کی آنکھوں میں کچھ چلا گیا ہے۔ آپ چلیں میں آپ کے کپڑے نکال دوں۔ پری اپنی بات کہتی وہاں رکی نہیں تھی۔ بلکہ خاموشی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ضارب بھی اسکے پیچھے ہی اندر داخل ہوا تھا پھر پری کو کبرڈ کے پاس دیکھ کر خود واشروم میں چلا گیا۔

واشروم کے ڈور بند ہونے کی آواز پر پری نے پلٹ کا بند دروازے کو دیکھا۔ دونوں ہاتھوں کی مدد سے اپنے آنسوں صاف کیئے۔

میں کیا کروں ضری آپ کو تو بلیم بھی نہیں کر سکتی۔ پری بے بسی سے بولی۔ اسٹینڈ پر کپڑے رکھ کر کمرے میں سے باہر نکل گئی۔ کیونکہ کمرے میں اسے گھٹن سی ہو رہی تھی۔ رات میں بنا گیا خواب دن کے اجالے میں غائب ہو گیا تھا اب پھر سے اسے حقیقت کا سامنا کرنا تھا۔

پری نے نیچے اکر مرزا سے بات بھی کی تھی جس پر مرزا نے کہا کی ضارب میں آئی مثبت تبدیلیوں کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے اس بار ضارب کی میڈیسن بدلی ہے تو ایسا پوسیبل ہے۔ اور یہ ایک اچھا سائن ہے۔ پری کچھ خوشی کچھ اداسی سے زبردستی مسکراتی اس کے پاس سے چلی گئی تھی۔

پھر پورا دن وہ چاہ کر بھی اپنا موڈ خوشگوار نہیں کر پائی تھی۔ ضارب سے بھی کتراتی ہی رہی تھی۔ لیکن وہ بھی ڈھیٹ تھا مجال ہے جو ایک پل کو پری سے دور ہوا ہو۔ اینجل اینجل کرتا اسکے پیچھے گھومتا رہا۔

دوسرے دن مرزا کے کیس کی سنوائی تھی۔ اور ان چوبیس گھنٹوں میں پری نے بھی حقیقت کو قبول کر لیا تھا۔ اس لیئے اب وہ پھر ضارب کے ساتھ نارمل ہو گئی۔ جس کی ایک وجہ ضارب کا رات میں بنا کوئی حرکت کیئے سو جانا تھا۔

مرزا کورٹ سے مغرب کے وقت آیا تھا اکر وہ سیدھا سب کے ساتھ ٹی وی لاؤج میں بیٹھ گیا۔ جہاں سوائے ضارب کے سب ہی موجود تھے کیونکہ آج پری ضارب سے کوئی اٹالین ڈش بنوا رہی تھی۔

مرزا اور مشال کا سامنا ہوا ساتھ ایم اے اور لا پر بحث شروع ہو گئی تھی۔ اتنے میں پری بھی ضارب کے کچن سے فارغ ہونے پر اسے کمرے میں ہاتھ لینے کے لیئے بھیج کر آ گئی تھی۔ اب بیٹھ کر دو نوکی نوک

جھونک انجوئے کر رہی تھی۔ جب مشال کمر پر ہاتھ رکھے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ اور مرزا کو دیکھتے ہوئے بھابھی سے مخاطب ہوئی۔

پیدا ہوا وکیل تو شیطان نے کہا
لو آج ہم بھی صاحبِ اولاد ہو گئے

یقین کریں بھابھی میں ایسے حجاب کو پن کرتی بیاگ اور فائل اٹھا کر بیڈ پر بیٹھ کر اپنے سینڈل کے سٹیپ بند کرنے کے بعد اپنا فون اٹھانے جھکی تھی کے میرا فون بلینک ہوا۔ اور سکرین پر اس شعر کا صرف وکیل تک کی لائن نظر آ رہی تھی تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے فنگر پرنٹ کی مدد سے فون ان لوک کیا اور اس نوٹیفیکشن پر کلک کیا جہاں پر میری نظر اس شعر پر پڑی۔ مشال ہاتھ گھماتے ہوئے مکمل ڈرامائی انداز میں بول رہی تھی۔ اور تینوں بڑے انہماک سے اس ڈرامہ کمپنی کو دیکھ رہے تھے۔

پھر! پری نے مزید سننے کی خواہش سے مجبور ہو کر پوچھا۔

پھر کیا۔ پھر میرے دماغ میں خیال آیا اتنی محنت سے پڑھ کر وکیل میں شیطان کی اولاد کہلانے کے لیئے بنوں نا بابا نا۔ مشال نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

تبھی ۔ ۔ تبھی میں نے ایک بڑا فیصلہ لیا کی میں بے اسے کر لونگی لیکن لا نہیں کرنا بس اتنی سی بات ورنہ لا پڑھنا کونسا مشکل کام ہے ۔ مشال بات کے آخر میں مرزا کے آگے جا کر ناک سے مکھی اڑائی ۔ مرزا مشال کے اس کیوٹ سے انداز پر اپنی مسکراہٹ دانتوں میں دبائے اسے چھیڑنے کے غرض سے بولا ۔

بھابھی وہ محاورہ تو سنا ہوگا ۔ ناچ نا جانے آنگن ٹیڑھا وہی حساب ہے آپ کی نند اور میری چھپکلی کا اپنی نالائقی کو کورس کے کور میں پیک کرنا چاہ رہی ہے میڈم ۔ مرزا کی بات پر مشال نے لاپرواہی سے کاندھے اچکائے جیسے کہنا چاہ رہی ہو جو سمجھنا ہے سمجھو سچ تو یہی ہے ۔

بھابھی آپ تو یہاں پچھلے آٹھ سال سے ہیں ۔ آپ نے ان کی تو تو میں میں کا کوئی حل نہیں نکالا ۔ پری نے راحبہ بھابھی سے کافی سنجیدگی سے پوچھا ۔

بھابھی نے دونو پر ایک ایک نظر ڈالا جو ابھی بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر بچوں کی طرح منہ کے زاویہ بگاڑتے ہوئے ایک دوسرے کو چڑھا رہے تھے ۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس فضاء کے سپرد کرتی ہوئی گویا ہوئی ۔

حل کیا نکالنا ہے دونوں الٹی کھوپڑی کو ساتھ باندھ دو خود ہی سیدھے نظر آ نگے لوگوں کو خواہ وہ سیدھے ہوں یا نا ہوں۔

ہننن۔ کیا مطلب؟ ہمیشہ سے بول کر سوچنے والی مشال نے پوچھا۔ جبکہ مرزا اور پری بھابھی کی بات سمجھ کر مسکرا رہے تھے۔

مرزا بے چارے کی تو یہ بچپن کی خواہش تھی اس چھپکلی کو ہمیشہ کے لیئے اپنے پاس رکھنے کا۔ بھابھی کے خیالات جان کر تو خوشی اور دوبالا ہو گئی تھی۔ لیکن مشال کو ستانے کے غرض سے بولا۔

بریک پر پیر رکھیں بھابھی میں نہیں کر رہا اس چھپکلی سے شادی وادی میں تو ایسی لڑکی سے شادی کرونگا۔ مرزا نے کنکھیوں مشال کو دیکھا جو بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے مزید جلانے کے لیئے سب کچھ مشال سے الٹ بولنے لگا۔

جس کے بال کمر سے نیچے آتے ہونگے۔ جس کی آنکھیں بٹن کی طرح بڑی بڑی نہیں ہوگی۔ اور چاول کے آٹے کی طرح سفید بھوتنی تو بالکل نہیں ہوگی۔

بلکلہ گندمی رنگت ہوگی کیونکہ وہ بہت اٹریکٹو ہوتا اور ہاں سب سے امپورٹنٹ وہ بی اے تو بالکل نہیں کری ہوگی۔ سوچ کر بولنے والوں میں سے ہوگی مطلب عقلمند ہوگی۔ تاکہ جب کہیں میرے ساتھ کھڑی ہو تو لوگ دیکھ کر کہیں کی یہ مرزا غالب عنایت کی نصف بہتر ہے۔ اس چھپکلی کو دیکھ کر تو لوگ پوچھیں گے بھئی مرزا نصف یہاں ہے بہتر کہاں ہے؟۔ مرزا مشال کو جلانے کے غرض سے بس بولے جارہا تھا یہ سوچے بغیر کی مشال کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ اور اسکے یہ الفاظ آنے والے دنوں میں اسے کتنے مہنگے پڑنے والے ہیں۔

آپ سچ میں ایک قابل وکیل ہیں مرزا آپ کو ایسی لڑکی آسانی سے مل جائے گی۔ پھر بھی ہم نے اپنا پورا بچپن ساتھ گزارا ہے میں دعا کرونگی کی آپ کو ایسی لڑکی ضرور ملے وہ بھی جلد سے جلد۔ اور بھابھی کے بات کو مائنڈ نا کریں وہ مذاق کر رہی تھی۔ مشال اپنی بات کہکر پلکوں میں نمی چھپاتی وہاں سے چلی گئی۔

بھابھی اور پری نے افسوس سے جبکہ مرزا نے حیرانی سے اسکی پشت کو نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھا۔

تم مائنڈ نا کرنا مرزا میں سچ میں مذاق ہی کر رہی تھی۔ بھابھی کی سنجیدہ آواز پر مرزا اور پری نے پلٹ کر بھابھی کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ جس پر بھابھی مزید گویا ہوئی۔

دراصل مشی تھوڑی لااوبالی سی ہے نا تو میں شادی کے نام پر اسکاریکشن دیکھنا چاہتی تھی ۔ وہ کل ماما کا فون آیا تھا وہ بتا رہی تھی کے پھوپھو نے عارف کے لیئے مشی کو مانگا ہے ۔ بھابھی کی بات پر مرزا اسپرینگ کی طرح اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا ۔

کککک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا مطلب ؟ اس سے یہ الفاظ بہت مشکل سے ادا ہوئے تھے ۔ ایک تو مشال کی غیر معمولی خاموشی سے چلی جانا پھر بھابھی کی بات ۔

بھئی اس میں مطلب سمجھانے جیسا کیا ہے ۔ بھابھی ہنستی ہوئی بولی ۔

بھابھی پلز آپ کلیئر لی بتائیں ۔ مرزا سنجیدگی سے بولا ۔

ارے اس میں اتنا سنجیدہ ہونے والی کیا بات ہے ۔ پھوپھو چاہتی ہیں کی انکی بھائی + نند کی بیٹی اب انکی بہو بن جائے یعنی عارف کی دلہن ۔ الفاظ تھے کی تیز دھار چھری جو مرزا کے روح کو چیر تا دل کے ٹکرے کر گیا ۔

بھابھی ابھی بھی پری کو کچھ بتا رہی تھی ۔ لیکن مرزا کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے ۔

ماما نے کیا جواب دینا ہے پھوپھو نے پوچھا تھوڑی نا ہے بلکہ بتایا ہے کی اگلے مہینے وہ آکر کچھ نا کچھ کر کے جائیں گی۔ اس سے زیادہ سننے کا مرزا میں ہمت نہیں تھی۔

مطلب اسکی چھپکلی جس کا نام کب سے اسکے دل پر نقش ہے وہ بھی نہیں جانتا اسے کسی اور کے نام کے ساتھ جوڑنے کی بات کی جارہی تھی۔ بلکہ بار بار جوڑا جارہا تھا۔ وہ کیسے برداشت کرتا۔ اس لیئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ لاؤنج نکلا تو پھر گھر سے ہی نکل گیا۔

پھر ڈنر پر مشال اور مرزا دونوں ہی غائب تھے۔ مشال پڑھائی کا بہانا کرتی نہیں آئی تھی۔ کیونکہ کچھ دنوں میں اسکے فائنل امتحانات ہونے والے تھے۔ جبکہ مرزا گھر ہی نہیں آیا تھا فون کرنے پر بتایا کی وہ کیس کے سلسلے میں آیا ہے لیٹ ہو جائے گا۔ جبکہ وہ سڑکیں ناپتا گھوم رہا تھا۔

مرزا بارہ بجے کے قریب گھر میں داخل ہوا تھا۔ بھوک تو ویسے بھی مر چکی تھی۔ اس لیئے بکھرے حلیہ کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھا اپنے کمرے میں جانے سے پہلے مشال کے کمرے کی طرف دیکھا جہاں لائٹ جل رہی تھی مطلب وہ جاگ رہی تھی۔ مشال امتحانات کی وجہ سے دیر رات تک جاگنے لگی تھی۔

مرزا سر جھٹکتا کمرے میں داخل ہوا فریش ہاتھ لینے کے بعد بے چینی سے کمرے میں مارچ کرنے لگا جب آدھے گھنٹے کے بعد بھی چین نہیں آیا تو ڈور کھولتا مشال کے کمرے پاس جا رکا۔

مشی! ہلکے نوک کے ساتھ نام بھی پکارا گیا تھا۔

مشال جب سے کمرے میں آئی تھی نیچے بیٹھ کر بیڈ سے ٹیک لگائے بس روئے جا رہی تھی۔ اسے یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی اسے مرزا کی باتیں آخر اتنی بری کیوں لگی۔ کیوں دل کو یہ جان کر تکلیف ہوئی کی اس میں مرزا کو کچھ نہیں پسند یا مرزا کے پسند جیسا اس میں کچھ نہیں ہے وہ مرزا کی معیار پر نہیں اتر رہی۔

۔ وہ تب سے اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی ڈنر پر بھی بھابھی کو ٹیکسٹ کر کے بتا دیا تھی وہ نہیں کھائے گی۔ کیونکہ اس میں ابھی خود کا سامنہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وقت گزرتا گیا لیکن اسکی پوزیشن میں تبدیلی نہیں آئی۔ ابھی نوک کے ساتھ آئی آواز پر اسکے پورے جسم میں برقی لہر دور گئی۔ وہ فوراً اپنے آنسوں پوچھتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

مشی! پلز ڈور کھولو یار۔ مرزا کے کافی دیر انتظار کرنے کے بعد دروازہ کھلا تو اس نے پھر نوک کیا۔

مشال سیدھا واشروم کی طرف بڑھی۔ کیونکہ بنا اس سے ملے تو وہ جانے والا نہیں تھا۔ منہ دھو کر نکلتی وہ دروازے کے طرف بڑھی تھی۔ ایک بار پھر گہری سانس لیکر خود کو کمپوز کیا۔ پھر ڈور کھولنے کے ساتھ ہی پلٹ گئی۔ وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اسکے آنسوں اور دل دونو نے ہی غلط وقت پر دغا دے دینا تھا۔

مرزا ڈور کھولتے ہی بھاری قدموں کے ساتھ اسکے پشت پر نظریں ٹکاتا اندر داخل ہوا۔ اب پریشانی سے اپنے ہاتھوں کو مسل رہا تھا سمجھ نہیں آرہا تھا کی بات کیسے کرے۔ وہ مرزا عنایت جو جب بولتا تو اچھے اچھوں کو بولنے کے قابل نہیں چھوڑتا اسے آج بولنے کے لیئے سوچنا پر رہا تھا۔ سچ محبت بڑے بڑوں کو بے کار کر دیتی ہے۔

مشی! وہ۔۔۔ وہ۔۔ میں تب۔۔۔ ویسا۔۔ نہیں کہنا چاہتا تھا۔۔ اگر تمہیں برا لگا تو۔۔۔۔ ایم سوری۔۔۔۔ ایم ریلی سوری۔۔۔۔ مرزا اٹک اٹک بولتا دھیرے دھیرے قدم اٹھا رہا تھا۔

مجھے کیوں برا لگنے لگا اپنی پسند رکھنا یا بتانا گناہ تو نہیں ہے۔ ویسے مجھے آپ کی پسند جان کر خوشی ہوئی۔ اور میں یقین کے ساتھ کہ سکتی ہوں گھر میں آپ کی پسند کو اہمیت دی جائے گی۔ مشال پلٹے بغیر بولی آواز میں تو نہیں پر گالوں پر نمی ضرور آگئی تھی۔

مشی تمہاری آواز اتنی بھاری کیوں ہو رہی ہے ؟ ۔ مرزا فوراً آگے انا چاہا۔ پر وہ دوسری طرف رخ کر گئی۔

زرا سی سردی ہو گئی ہے ۔ رات بہت ہو چکی مجھے سونا ہے ۔ مشال اسکے تفتیشی مراحل سے گزرنے سے بچنے کے لیئے دوسرے لفظوں میں اسے جانے کا کہا۔

ٹھیک ہے کمرے سے میڈیسن لاتا ہوں ۔ مرزا اسکا مطلب سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر بولا جب وہ بیچ میں ہی ٹوک گئی۔

میں لے چکی آپ بے کار میں پریشان نا ہوں ۔ اور جا کر آرام کریں ۔ اب تو رکنے کی کوئی گنجائیش ہی نہیں رہی تھی ۔ وہ اسکی پشت پر ایک نظر ڈالتا کمرے سے نکل گیا ساتھ دروازہ بھی بھیڑ گیا ۔ مشال ایک جست میں پہونچ کر دروازہ بند کرتی وہیں دروازہ سے ٹیک لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی ۔ جبکہ اسی دروازے سے دوسری جانب پشت ٹکائے مرزا بھی بیٹھا بار بار اپنے گال صاف کر رہا تھا ۔ مصیبت یہ تھی کے عنایت ہاؤس کے سارے دیوار ساؤنڈ پروف تھے ۔

میں سچ میں آپ کے قابل نہیں مرزا۔ آپ کہاں ایک قابل وکیل جو ہمیشہ سے ہر میدان میں نمبر ون رہا اور کہاں میں۔ آپ کو تو کوئی آپ جیسی لڑکی ہی سوٹ کرے گی سپر اسمارٹ قابل نمبر ون۔ آپ چاند سے میں عام سی ہمارا کیا جوڑ کیسا ملن۔ مشال سوچتی اپنے آنسوں پوچھ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

مشی! اتنا پرایا ہو گیا تمہارا مرزا الطوفی تمہارے لیئے کی اسے اپنا چہرہ تک دیکھانا گوارا نہیں کیا تم نے۔ جس کی صبح ہی تمہارے نام کے ساتھ ہوتی ہے۔ مرزا بڑبڑاتے ہوئے اپنے سینے سے ٹی شرٹ ہٹا کر دیکھا جہاں دل کے مقام پر بڑے سے یم کے بیچ بڑی مہارت کے ساتھ مشی لکھ کر ڈیزائن کے زریعہ لوگوں کی نظر سے چھپایا گیا تھا۔

پھر ایک لمبی سانس لے کر ٹی شرٹ برابر کرتا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ بند ڈور پر ایک نظر ڈال کر اپنی آنکھیں رگرتا وہاں سے چلا گیا۔

خاموش تم خاموش ہم کیسی ہے یہ دوریاں
ہم منتظر تم بے خبر دونو کی ہے مجبوریاں

مرزا پورچ میں گاڑی کھڑی کرتا اندرونی حصہ کی طرف بڑھا ہی تھا جب اسے گارڈن کے جھولے پر مشال کتاب لیئے بیٹھی نظر آئی۔ وہ بنا ایک پل گوائے اس تک پہونچا۔

پچھلے پانچ دنوں سے اسکا اور مشال کا سامنا نہیں ہوا تھا کچھ وہ اپنے کیس میں الجھا تھا کچھ مشال بھی اب اپنے کمرے میں ذیادہ رہنے لگی تھی۔ سب کے آگے وہیں بہانہ تھا کی امتحانات کی تیاری کر رہی ہوں۔ جبکہ اندر معملہ تو کچھ اور ہی تھی۔

ہائے کیسی ہو چھپکلی؟ مرزا اسکے ساتھ جھولے بیٹھتا جتنا ہو سکتا تھا اپنا لہجا عام اور پہلے جیسا رکھنے کوشش کرتے ہوئے بولا۔

دلِ گمراہ کو اے کاش یہ معلوم ہو جاتا
محبت دلچسپ ہے تب تک جب تک ہو نہیں جاتی

ٹھ۔۔ ٹھیک۔۔ مشال جو بک ہاتھ میں لیئے اپنے خیالوں میں گم تھی۔ مرزا کی آواز پر اپنے حواسوں میں واپس آئی۔

کیسی چل رہی ہے تیاری ؟ ویسے آج کل بہت زیادہ دھیان دینے لگی ہو پڑھائی پر تم کہیں ٹاپ کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے ؟ ۔ مرزا اسے چھیڑنے کے غرض سے بولا۔ لیکن مشال کو یہ صاف اپنا مذاق اڑاتا محسوس ہوا۔ جس پر وہ فوراً اپنی جگہ کھڑی ہوئی ۔

میں کتنا بھی پڑھ لوں مرزا صاحب جانتی ہوں آپ جتنی قابل نہیں ہوں ۔ اور رہی بات ٹاپ کرنے کی تو اسکا مجھے کوئی شوق نہیں پاس ہو جاؤں یہی غنیمت ہے ۔ مشال تڑخ کر کہتی اندر بڑھنے لگی تھی ۔ کے مرزا نے غصہ سے اسکا بازو جکڑا۔

کیا بدتمیزی ہے مشی !اور یہ کیا اول فول بولے جا رہی ہو۔ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارے ۔ مرزا اسے دوبارہ جھولے بیٹھاتا تقریباً چلا کے بولا۔

اول فول بولنا اور بنا سوچے سمجھے بولنا یہ عادت تو میری بچپن سے ہی ہے جس سے آپ بخوبی واقف ہیں ۔ اور دماغ میرا کافی خراب ہے تبھی بہت کچھ بے کار سوچتا رہتا تھا ۔ ہاں !آج آپ نے ایک اور نئی اطلاع دی ہے کی میں بدتمیز بھی ہوں ۔ اسکے لیئے آپ کا اسپیشل شکریہ ۔ اب بازو چھوڑیں ۔ بات کرتے کرتے اسکا گلا رندھ گیا تھا ۔ ساتھ اپنا بازو چھرانے کی کوشش جاری و ساری تھی ۔

دوسری طرف مرزا تو اسکے شدید رد عمل پر ہی حیران تھا۔ مطلب اس نے ایسا بھی کیا کہدیا تھا۔ وہ اسے اس سے بڑی بڑی باتیں کہ جاتا تھا اور اسے لڑا کرتی تھی روئی تو کبھی نہیں تھی۔

مرزا ہاتھ چھوڑیں پلززز۔ مشال ایک ہاتھ سے اپنے ان غدار آنسوں کو پوچھتے ہوئے ہاتھ چھوڑا رہی تھی جو غلط وقت پر باہر آ کر اسکا بھرم توڑنے پر تلے تھے۔

مشی کیا ہوا ہے یار میری کوئی بات بری لگی ہے۔ تو بولو تم جتنی بار کہو گی اتنی بار جیسے کہو گی ویسے معافی مانگونگا۔ لیکن رو مت اپنے آنسوں کو بے مول نا کرو تکلیف ہوتی مجھے۔ مرزا تھکے ہوئے انداز میں اسکا چہرہ اپنی جانب موڑتا ہوا بولا۔

کچھ نہیں ہے مرزا۔ مشال اسکی گرفت ہلکی پڑتے ہی اپنا بازو آزاد کرتی ہوئی بولی۔

اگر کچھ نہیں ہے تو ہمارے بیچ اتنی دوریاں کیسے آ گئی۔ مشی ہمارا بچپن کا ساتھ ہے یار ہم بیسٹ فرینڈس۔ کیا آج سے پہلے کبھی ایسا ہوا جب ہم پانچ گھنٹے بھی ایک دوسرے سے بات کیئے بغیر رہے ہوں۔

ہاں! ہم بیسٹ فرینڈز ہیں صرف بیسٹ فرینڈز نتھینگ الس۔ مشال منہ ہی منہ بڑبڑاتی اسکی طرف دیکھے بغیر وہاں سے بھاگ گئی۔

مرزا اپنے خالی ہاتھ دیکھتا وہیں جھولے پر آنکھیں موند گیا۔

کل صبح حباء بیگم نے گھر آنا تھا اس لیئے پری اور مشال مل کر دیر رات تک گھر کی صفائی وغیرہ کروا رہے تھے۔ جبکہ بھابھی رانیہ کی وجہ سے منیو تیار کر کے بیڈروم میں جا چکی تھی۔

پری حباء بیگم کے روم کی بیڈشیٹ وغیرہ چینج کرتی باہر آئی تھی۔ تب تک مشال شاہین بیگم کا روم صاف کر کے آ چکی تھی۔

کیا بات ہے بھابھی جی گیارہ بجنے جا رہے ہیں۔ اور آپ کے ضری نے آپ کو باہر رہنے کی اجازت دے رکھی وہ بھی اکیلے۔ مشال سیڑھیوں کے پاس لگی گھڑی پر وقت دیکھتی ہوئی پری کو چھیڑا۔

میں انہیں سمجھا کر آئی ہوں کچھ وہ بھی ماما کی آمد کا سن کر ایکسائیٹڈ ہیں۔ سو مان گئے۔ پری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور تم یہ مجھے بھابھی نا بلایا کرو پرسوں ضری پوچھ رہے تھے کی اینجل مرزا اور مشی آپ کو بھابھی کیوں کہتے ہیں؟

ہاہاہا۔۔۔۔۔ پھر تم نے کیا کہا۔ مشال قہقہ لگاتے ہوئے بولی۔

میں نے کیا کہنا ہے ادھر ادھر کی باتوں میں انہیں بہلا دیا۔ اب تم بنا کوئی اور سوال کیئے جاؤ سونے مجھے بھی سونا ہے صبح بہت سارے کام ہے ماما لوگ دس سے گیارہ کے بیچ آنے والے ہیں۔ پری اسے مزید سوال کرنے کا موقع دئے بغیر اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔ مشال بھی ہنستی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی پری کی پہلی نظر بیڈ پر گئی تھی جہاں پر سے ضارب غائب تھا۔ اس نے بے چینی سے واشروم کی طرف دکھا وہاں کی لائٹ بھی اوف تھی۔ نیچے سے تو وہ خود ہو کر آرہی تھی وہاں کی ساری لائٹس بھی اوف تھی اور ضارب بھی کہیں نہیں تھا۔

ابھی وہ نیچے دوبارہ چیک کرنے جانے کا ارادہ کر رہی تھی کے ٹیرس پر کچھ گرنے کی آواز کے ساتھ کراہ نے کی آواز بھی آئی تھی۔ پری بنا ایک پل گوائے ٹیرس کی طرف بڑھی تھی۔ ابھی اس نے ٹیرس

پر قدم ہی رکھا تھا جب اس کی نظر ٹوٹے ہوئے گملے کے پاس اپنا پیر پکڑ کے بیٹھے ضارب پر پڑی ۔ وہ دور کے اسکے پاس پہونچی ۔

ضری ۔ ۔ ۔ ۔ ضری کیا ہوا ہے ۔ وہ ضارب کا ہاتھ ہٹاتی پیر دیکھنے لگی تھی جب ہاتھ پر نمی محسوس ہوئی ۔

خخ ۔ ۔ ۔ ۔ خون ۔ ۔ ضری کہاں لگی ہے آپ کو؟ پری کے آنسوں فوراً گلابی گالوں پر پھسلے تھے ۔

ضری کچھ بولیں کہاں لگی ہے آپ کو؟ اور آپ یہاں کر کیا رہے تھے ؟ میں تو آپ کو میڈیسن دیکر کمرے میں سلا کر گئی تھی نا ۔ پری آنسوں پوچھتی فکرمندی سے بول رہی تھی ۔

اینجل آپ نہیں تھیں مجھے نیند نہیں آرہی تھی ۔ اس لیئے میں یہاں چاند دیکھنے آیا تھا ۔ اور پھر اس وال پر بیٹھ کر آپ کا انتظار کرنے لگا ابھی کمرے میں آپ کی اہٹ ہوئی تو بس جلدی جلدی اترنے کے چکر میں گر گیا آپ پریشان نا ہوں ۔ میں ٹھیک ہوں ۔ اب اندر چلیں ۔ ضارب ساری تفصیل بتاتا دیوار کی مدد سے کھڑا ہوا ۔ سیدھے ہاتھ پر کافی کھروچیں تھی ۔

ضری نیند نہیں آرہی تھی آپ نیچے آجاتے پتا ہے آپ کو کمرے میں نا دیکھ کر اینجل کتنا ڈر گئی تھی ۔ پری اسکے گلے لگتے ہوئے بولی ۔ ضارب اپنا ایک ہاتھ اسکے گرد پھیلایا ۔

ہاں !اور پھر آپ کہتیں کے ضری گندہ بچہ ہے بات نہیں سنتا ۔ ضارب اسے خود سے لگ کر تا منہ بسور کر بولا ۔ جس پر وہ کھل کر ہنسی لیکن ضارب کے ہاتھ پر نظر پڑتے ہی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی ۔

ضری کتنا چوٹ آیا ہے ہاتھ پر اتنے سے گملے سے اتنا خراش ۔ پری اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی ۔

اینجل پیر میں بھی درد ہو رہا ہے اندر چلیں ۔ ضارب کی بات پر پری سر ہلاتی اسے سہارا دیکر کمرے میں لے آئی ۔

پھر واشروم کے گیزر سے گرم پانی لا کر اسکا زخم صاف کیا ۔ اسے پین کلر دے کر فسٹ ائیڈ اپنی جگہ رکھتی کپڑے چینج کر کے وہ ابھی بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کے ضارب کی فرمائش پر اچھل کے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی ۔

اینجل میرے کپڑے بدل دیں ان کپڑوں پر مٹی لگ گئی ہے ۔ ضارب نے تو کافی سکون سے کہا تھا پر پری کا سکون غارت ہوا ۔

بٹ۔۔۔ ضری آپ کے ہاتھ۔۔۔۔ اور پیر میں درد ہے۔۔۔۔ آپ چینج کیسے کریں گے؟۔ پری اسے ٹالنے کے لیئے بولی۔

یہی تو میں کہرہا ہوں آپ کردیں۔ میں ان کپڑوں میں نہیں سوسکتا۔ ضارب نے اپنی بات دوبارہ سمجھانی چاہی۔ جس پر پری کے اوسان سہی معنوں میں خطاء ہوئے۔

ضری میں کیسے کر سکتی ہوں۔

آپ ضری کی اینجل ہیں کیوں نہیں کر سکتی۔ ضارب نے اسے یاد کرایا۔ پھر چاروناچار پری کو اسکی شرٹ بدلنی ہی پری کیونکہ اس پر خون کے دھبے زیادہ لگے تھے۔ لیکن پینٹ کے معمالے میں وہ ضارب کو پیر کا درد یاد دلاتی ٹال گئی۔

ابھی وہ اسکی میلی شرٹ رکھ کر بستر پر بیٹھی ہی تھی جب ضارب ایک اور فرمائش کے ساتھ اسکی گود میں اپنا سر رکھ گیا۔ کی اسے اب گانا سننا ہے۔ پری نے بے بسی سے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں بارہ بج رہے تھے پھر اپنے گود میں سر رکھے اپنے بھولے شہزادے کو۔ پھر مسکراتے اسکے بالوں میں انگلی چلانے لگی۔

دل کا بھولا ہے طبعیت کا بڑا ہے سادہ
وادئے عشق سے آیا ہے میرا شہزادہ

جب وہ چلتا ہے تو سینے میں دھمک ہوتی ہے ۔
بات کرتا ہے تو شہنائی سی بج اٹھتی ہے ۔

ایک نظر دیکھ جسکو وہ وہیں تھم جائے
اسکی آنکھوں میں قیامت کی ادا ہوتی ہے ۔

اسکی تعریف حقیقت سے ہوئی کچھ زیادہ
وادئے عشق سے آیا ہے میرا شہزادہ

اسکی تصویر بنانے کو مصور سوچے
اس پے لکھنے کو غزل وقت کا شاعر سوچے

اسکی مغرور جوانی کے لیئے دریا کیا
شور کرتی ہوئی موجوں کا سمندر سوچے

جب بھی ملتا ہے تو کھلتا ہے وہ آدھا آدھا
وادئے عشق سے آیا ہے میرا شہزادہ

پری نے گانا ختم کر کے نیچے دکھا۔ جہاں اسکا شہزادہ سچ میں شہزادوں کی طرح بے خبر نیند کی وادیوں میں گم تھا۔ پری مسکرا کر ہمیشہ کی طرح اسکے پیشانی پر لب رکھتے ہوئے احتیاط سے اسکا سر تکیہ پر رکھا اور خود بھی لیٹ گئی۔

رات دیر سونے کے باوجود پری کی آنکھ صبح جلدی کھل گئی تھی۔ وہ نماز پڑھ کر تلاوت کے بعد ضارب کے کپڑے اسٹانڈ پر رکھتی کمرے سے نکل گئی۔ لیکن آج اس نے خاص طور سے ضارب کے لیئے شارٹس نکالنے کے بجائے بلیو پینٹ پر وائٹ شرٹ نکال آئی تھی۔ جو وہ پہلے ہی دن دائیں طرف کے کبرڈ میں دیکھ چکی تھی۔

نیچے آنے کے بعد ادھر ادھر کے کاموں میں وقت کے گزرنے کا اسے پتا ہی نہیں چلا اور نا ہی ضارب کو اٹھانے کا یاد رہا۔ اس بیچ دس بج گئے تھے۔ پری ابھی ڈیزرٹ فریج میں رکھ رہی تھی جب ضارب کی اینجل اینجل کی پکار اسکے کانوں میں پڑی ساتھ بھابھی اور مشال کے دبی دبی ہنسی کی بھی۔

جائے اینجل جی ورنہ آپ کے ضری نے یہیں آجانا ہے۔ اور مفت میں ہمیں کوئی رومانٹک سین دیکھنے کو مل جائے گا۔ مشال اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے بولی۔

ہمیں دیکھنے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن کیا ہے نا دیورانی جی پھر کام نہیں ہوگا۔ بھابھی نے بھی مشال کا ساتھ دیا۔ پری ان کے طرف دیکھے بغیر سرخ چہرہ لیئے کچن سے نکل کر سیدھا اپنے روم کی راہ لی۔

کیا ہوا ہے ضری سب تو میں نکال کر گئی تھی۔ پھر آوازیں کیوں دے رہے ہیں پتا ہے نا آج ماما آنے والی ہے کتنے کام ہے گھر میں۔ پری بولتے ہوئے ہی کمرے میں انٹر ہوئی تھی۔

اینجل میرے ہاتھ میں درد ہے اور آپ نے کپڑے بھی کیسے نکالے ہیں۔ کیسے پہنوں میں۔ ضارب پینٹ پہن کر ہاتھ میں شرٹ پکڑے اسکے سامنے آیا۔ پری نے تو اسکا حلیہ دیکھ کر دھڑکتے دل کے ساتھ رخ موڑ گئی تھی۔

یا اللہ۔ ضری ایسے کھلے بدن کے ساتھ کون گھومتا ہے۔ اور ایسے ہی باہر آ گئے تھے رائٹ تبھی بھابھی لوگ مجھے پریشان کر رہے تھے۔ پری رخ موڑے ہی خفگی سے بولی۔

اینجل ادھر کیا دیکھ رہی ہیں ñ۔ میں یہاں ہوں جلدی سے پہنا دیں نا۔ ورنہ ماما آجائے گی۔ پھر میں ایسے ہی چلے جاؤنگا۔ ضارب پری کو کندھوں سے تھام کر اسکا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔ لگے ہاتھوں دھمکی بھی دے ڈالی۔

جس پر پری ناچار اپنی نظریں نیچے کرتے ہوئے اسکے ہاتھ سے شرٹ تھام کر کانپتے ہاتھوں سے اسے پہنانے لگی۔

اینجل ضری کو نا آپ کے یہ لیپس کا پاس والا مول بہت پسند ہے آئی لواٹ۔ ضری اسے چھو کر دیکھے ؟۔ ضری کی بات پر پری کا اسکی آستین کا بٹن بند کرتا ہاتھ رکا۔ اس نے ایک جھٹکے سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جو اشتیاق سے اسکے ہونٹ کے نیچے موجود تل کو دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے کی پری اسے کچھ کہتی وہ اس تل پر اپنے لب رکھ گیا تھا۔ پری نے اسے دھکا دے کر خود سے الگ کیا۔

ضری یہ کیا بدتمیزی ہے۔ پری نے سرخ چہرے کے ساتھ پوچھا۔

اینجل آپ اور ماما بھی تو میرے فورہیڈ پر کس کرتی ہیں۔ بیکاؤز یو لوو می۔ ویسے ہی آئی لوو دیس مول۔ ضارب نے معصومیت سے کہا۔ پری کا تو مانو منہ ہی کھل گیا۔

تبھی باہر سے ہارن کی آواز آئی۔

لگتا ہے ماما آگئی۔ ضارب چہک کر کہتا ڈور کی طرف بھاگا اور اسے آدھی تیاری کے ساتھ اپنے پیر درد کی پرواہ کیئے بغیر بھاگتا دیکھ کر پری بھی اسے آواز دیتی ہیر برش اٹھا کر اسکے پیچھے بھاگی۔

ضری۔۔۔۔ ضری سنیں تو

ارے کم از کم بال تو ٹھیک کرلیں۔
پری کے کمرے سے نکلنے تک وہ سیڑھیوں تک پہونچ چکا تھا۔ پری کے آواز دینے پر وہ رکا۔

اینجل پہلے ماما سے مل لوں پھر آپ جو کہیں گی وہی ہوگا۔ ناؤ بائے بائے۔ ضارب ہاتھ ہلاوہ پلٹا ہی تھا کی سیڑھی پر اسکا درد والا پیر پڑا اور بیلینس بگڑا۔ ساتھ ضارب اور پری کے دل خراش چیخ کے ساتھ پورا عنایت ہاؤس گونج اٹھا۔

ضارب لڑکتا ہوا آخری سیڑھی سے نیچے گرا تھا۔ سر خون میں لت پت ہو چکا تھا۔ پری حواس باختہ سی اسکا نام پکارتی نیچے بھاگی تھی۔ جب تک باقی سب بھی اس تک پہونچ چکے تھے۔

ضری۔۔۔۔۔ضری۔۔۔کیا ہوا ضری آنکھیں کھولیں۔۔ضری آنکھیں کھولیں پلززز۔ پری اس کا خون آلود سر اپنے گود میں لیئے گڑگڑا رہی تھی۔ لیکن ادھر ہوش کیسے تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بسا کر خود کو میری آنکھوں میں کہاں چلے تم
یہ شہر عشق ہے یہاں ہجرت کی اجازت نہیں ہوتی۔

پورا عنایت ہاؤس ہوسپٹل میں موجود تھا۔ سب کا رو رو کے بڑا حال تھا۔ سب سے زیادہ مشکل تو پری اور جاء بیگم کو سمبھالنے میں ہو رہی تھی جو رونا بند ہی نہیں کر رہے تھے۔ مرزا اور شاہین بیگم جاء بیگم کو جبکہ راحبہ اور مشال پری کو سمبھال رہے تھے۔۔ان لوگوں نے ہوسپٹل میں ایک کمرہ لے لیا تھا جہاں وہ سب دو دن سے رہ رہے تھے۔

صبح سے دوسرے دن کی رات ہوگئی تھی لیکن ضارب کو ہوش نہیں آیا تھا۔ جبکہ وہ لوگ فوراً بنا وقت گوائے اسے لے کر ہوسپٹل پہونچے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا بھی تھا کی کوئی سیریس انجری نہیں ہے۔ معمولی سا سر پر چوٹ ہے اور پیر میں فریکچر آیا ہے۔ لیکن ہوش کیوں نہیں آیا اس بات سے تو ڈوکٹر جو ضارب کا دوست بھی تھا وہ خود بھی بہت پریشان تھا۔

پریشانی یہ بھی تھی کے ڈاکٹرس کسی کو ضارب سے ملنے بھی نہیں دے رہے تھے۔ پری تو پہلے روتے رہی تھی دوپہر میں بھابھی کے سمجھانے پر جو سجدے میں گئی تو سر ہی نہیں اٹھا رہی تھی۔ ابھی وہ جائے نماز پر بیٹھی تھی جب ڈوکٹر اندر آیا۔

کیا ڈاکٹر کوئی نیوز۔ صابر بے چینی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

نو! ہارٹ بیٹ اینڈ باقی سب نارمل ہے پھر ہوش کیوں نہیں آرہا یہ ابھی بھی سوال کا سوال ہی ہے۔ بٹ اگر صبح تک ضارب کو ہوش نہیں آیا تو ان کے دوبارہ کوما میں جانے کے چانسیس ہیں۔ آپ بس دعا کریں کی اللہ خیر کرے۔ ڈاکٹر کی بات پر پری تڑپ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

آپ کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ہیں یہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ ہوا میرے۔۔ ضری۔۔۔۔۔۔۔ کو وہ ابھی۔۔۔۔۔ ہوش میں آ

ئینگے۔۔۔۔۔۔۔ دیکھنا آپ۔ پری اٹک اٹک کر کہتی ڈاکٹر کو کم خود کو زیادہ یقین دلا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے افسوس سے اس دیوانی لڑکی کی دیوانگی کو دیکھا۔ جس کی عمر مشکل سے بیس اکیس سال ہوگی۔

بھائی ہم۔۔۔۔ ہم۔۔ ضری۔۔۔۔۔ کو کہیں اور۔۔۔۔ لے چلتے ہیں۔۔۔۔۔ ناپلز بھائی ۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے انکے منہ سے۔۔۔۔۔۔ اینجل سننا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ پلزز نا۔۔۔۔۔ بھائی پلززز ۔۔۔ اب وہ مرزا اور صابر کا ہاتھ پکڑے التجاء کر رہی تھی۔ اسکی یہ حالت دیکھ کر مرزا اور صابر کی آنکھیں بھی جلنے لگی تھی۔

نہیں میرا بچہ دیکھنا ابھی تمہارا ضری ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے بچے کو بھائی پر بھروسہ ہے نا؟۔ صابر اسے ساتھ لگاتا ہوا بولا جس پر وہ اسے کا ہاتھ پکڑ کر رو دی۔ پھر سر اٹھا کر بولی۔

بھائی میں نے ضری کو دیکھنا ہے ابھی۔ لہجا اٹل تھا۔

لیکن۔

بھائی میں نے کہا نا مجھے دیکھنا ہے ضری کو ابھی۔ پری کے ضدی انداز پر صابر نے بے بسی سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ شائد اسے بھی پری کی اجڑی حالت پر رحم آگیا تھا تبھی سر ہلاتا اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

پری صابر کے ساتھ لگے ہی اس روم تک گئی۔

ایک ہی اندر جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر کی بات پر صابر سر ہلاتا پری کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

پری کانپتے پیروں کے ساتھ اندر داخل ہوئی جہاں وہ دشمنِ جان سامنے ہی بیڈ پر لیٹا تھا۔ سر پر سفید پٹی بندھی تھی۔ سیدھے پیر جس پر اس دن چوٹ آئی تھی اس پر بھی اپر تک پٹی بندھی تھی۔ دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھا تھا اور ایک ہاتھ میں ہلکی خون سے رنگی پٹی تھی۔ پری دھیرے دھیرے چلتی بیڈ کے قریب آئی۔ پھر بیڈ کے پاس رکھے سٹول پر بیٹھ گئی۔

اب وہ ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ شائد ان تیس گھنٹوں کا کثر نکال رہی تھی۔ پیاسی آنکھیں سیراب ہوئی تو خود ہی جھلک پڑی۔ پری اپنا ضبط کھوتی اٹھ کر ضارب کے ہاتھوں پر اپنا سر ٹکا گئی۔

ضری آنکھیں۔۔۔۔۔۔ کھولیں نا ضری اینجل کو۔۔ آپ کی آنکھیں دیکھنی ضری کھولیں نا۔ آنکھیں۔ ضری بات کریں۔۔۔۔۔۔۔۔ نا ضری مجھے۔۔۔۔۔۔ اینجل بلایں۔۔۔۔۔۔ ضری پلز

نا ایک۔۔۔۔۔۔۔۔ بار آنکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کھول کے اینجل۔۔۔۔۔۔۔ کو دیکھیں
ضری۔۔۔۔ پلززز۔۔۔۔۔ وہ اسکے سینے پر پیشانی ٹکائے رو رہی تھی التجاء کر رہی تھی لیکن اسکا ضری
بے حس و حرکت لیٹا تھا۔

ضری میں۔۔۔۔۔ بتا رہی۔۔۔۔۔ ہوں اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب اگر آپ نے آنکھیں نہیں
کھولی۔۔۔۔۔ تو اینجل بھی۔۔۔۔۔۔۔ اپنا پرومیس بریک۔۔۔۔۔۔ کر دے گی چلی
۔۔۔۔۔۔۔۔ جائے گی بابا اور۔۔۔۔۔۔ چاچو کے پاس۔ وہ روتے ہوئے اسے دھمکی دے رہی
تھی۔ اسکے پیشانی کے نیچے موجود ہاتھ میں حرکت ہوئی۔ لیکن وہ اپنے رونے میں اس پر دھیان نہیں
دے پائی۔

سر تو اس نے تب اٹھایا جب اسکے پیشانی کے نیچے ہاتھ کھینچا گیا پری نے حیرانی اور خوشی کے ملی جھلی
نظریں اٹھا کے اسے دیکھا جو ٹکر ٹکر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آاپ نے۔۔۔۔۔۔۔۔ آنکھیں کھولی۔۔۔۔۔۔۔ مممم۔۔۔ مما کو۔۔۔ بب۔۔ بول
کر۔۔۔۔۔۔۔ آتی ہوں۔۔۔ پری خوشی سے کانپتی آواز میں اسے بے یقینی سے دیکھتی دروازے کی
طرف بھاگی۔

ممم۔۔ماما۔۔۔ضض۔۔ضری۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ڈور پکڑ کے لمبے سانس لیتی اتنا ہی بول پائی تھی کے سب پاگلوں کی طرح کمرے سے بھاگے حباء بیگم نے تو اپنے درد کا بھی خیال نہیں کیا۔جبکہ پری حواس باختہ سی وارڈ سے نکلتے ڈاکٹر کے طرف
گئی۔

ڈاکٹر بھی شائد اس دیوانی کی دیوانگی دیکھ کر سمجھ گیا تھا کی ماجرا کیا اس
لیئے مسکراتے ہوئے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا خود لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وارڈ کی طرف بڑھا۔

ڈاکٹر اندر داخل ہو چکے تھے جبکہ پری سرشاری میں ایک قدم ادھر تو دوسرا ادھر رکھتی ہوئی ان سے چار قدم پیچھے چل رہی تھی۔ابھی وہ دروازے تک پہونچی تھی کان اینجل کی
پکار سننے کے لیئے تیار تھے جب اندر سے آتی اجنبی آواز نے اسے اپنی جگہ پتھر کا بنا دیا تھا۔

ماما میرے پاس وہ لڑکی کون تھی؟ ضارب کی نقاہت زدہ آواز آئی۔الفاظ تھے یا پگھلے ہوا سیسہ سب پری کی طرح ہی پتھر کے بن گئے تھے۔پری نے گرنے سے بچنے کے لیئے دروازے کا سہارا لیا تھا جس کی وجہ سے خاموش کمرے میں کھٹ کی آواز آئی۔ڈاکٹر کے ساتھ سب نے ایک جھٹکے سے پلٹ کر پیچھے دیکھا تھا۔

جہاں پری بت بنی مشکل سے دروازے کے سہارے کھڑی پتھریلی نظروں سے ضارب کے اجنبی چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ ضارب کی نظر جباء بیگم کی پشت پر تھی۔

ماما کون تھی وہ لڑکی؟ ضارب کی دوسری آواز پر پری اپنے منہ پر دونوں ہاتھ جماتی اپنے چیخوں کا گلا گھونٹتی وہاں سے بھاگی تھی۔

مرزا میری بچی!!!!!!!!!!۔ جباء بیگم مرزا کا ہاتھ پکڑ کر گرتے ہوئے بولی۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کی پری کے پیچھے جاتا۔ مرزا جباء بیگم صابر کے حوالے کرتا وہاں سے تقریباً دوڑتے ہوئے نکلا تھا۔

پری ہوسپٹل سے اندھا دھند بھاگتے ہوئے نکلی تھی۔ اسکے کان میں بار بار ضارب کے اجنبی جملے گونج رہے تھے۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھے بھاگ رہی تھی۔ لیکن بازگشت مسلسل ہو رہی تھی۔

وہ آکر گرنے کے انداز میں گھٹنوں کے بل ہوسپٹل کے گارڈن میں بیٹھ گئی تھی۔

میں آپ کو اینجل کہونگا ضری کی اینجل۔ معصوم آواز۔

ماما میرے پاس وہ لڑکی کون تھی۔ اجنبی آواز

اینجل صرف ضری کی ہے۔ ضدی آواز۔

ماما کون تھی وہ لڑکی؟ اجنبی حیران آواز۔ پری نے زورا پنے کان بند کیئے۔

کیا بہت ضروری تھا؟
خواب پوش آنکھوں میں
آنسوں کا بھر جانا؟
حسرتوں کے ساحل پر
تتلیوں کا مڑجانا؟
جس کی ہواؤں میں
خوشبوں کا ڈرجانا؟
دل کی گرم صحرا میں
حشر ہی بپا ہونا؟
دردلا دوا ہونا
کیا بہت ضروری تھا؟

وہ گارڈن کی گھانس کو اپنے مٹھیوں میں جکڑے بے دردی سے نوچتی اپنے دل کے درد کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن آنکھوں میں ایک آنسوں کا قطرہ نہیں تھا دو دن سے رو رو کر سارے آنسوں سوکھ چکے تھے۔

مرزا جب ہوسپٹل سے اسے ڈھونڈھتا ہوا باہر آیا تو وہ گارڈن میں اکیلے وجود کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا اس لیئے بھاگ کر اس تک پہونچا پری کی ایسی حالت دیکھ کر مرزا کے دل کو کسی نے پکڑ کے بھینچا اس نے جھک کر اسکے سر پے ہاتھ رکھا۔

گڑیا!۔ مرزا کی آواز پر وہ جھٹکے سے اٹھ کر اسکے مقابل کھڑی خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسکی ویران خالی آنکھیں دیکھ کر مرزا نے نظریں چرائی۔

گڑیا!

بھائی مجھے گھر جانا ہے۔ پری نے کھوکھلی آواز میں کہا۔ مرزا نے اثبات میں سر ہلایا۔

چلو میں چھوڑ آتا ہوں بلکہ مشی کو بھی بلاتا ہوں۔ مرزا اسے بازوں کے حصار میں لیتا ہوا بولا۔ جیسے پری نے ایک منٹ میں توڑ دیا تھا۔

نہیں میں اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔ پری نے اجنبی انداز میں کہا۔ مرزا چاہ کر بھی آگے سے کچھ نہیں کہہ سکا۔ بس فون نکال کر ڈرائیور کو آنے کہا۔ ڈرائیور کے آتے ہی پری بنا اسکے طرف دیکھے لڑکھڑاتے قدموں سے گاڑی میں جا بیٹھی۔

اسی دن سے میں ڈرتا تھا ماما ایک کو ٹھیک کرنے کے چکر میں اپنے دوسرے کو مریض بنا دیا۔ مرزا دور جاتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے جاء بیگم سے مخاطب تھا۔

پھر سر جھٹکتا ہوسپٹل کے اندر بڑھ گیا۔ جہاں اسکے سب کو پری کے حالت کے بتانے سے پہلے ہی صابر نے اسے اطلاع دی کے ضارب کی یادداشت واپس آچکی ہے۔ لیکن اسے پچھلی زندگی یاد نا دلائی جائے۔ ورنہ اسکے ذہن پر زور ڈالنے سے کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ مرزا وہیں بینچ پر ڈھے گیا تھا۔ باقی سب کا حال بھی اس سے کم نہیں تھا۔ اسکے لیئے ضارب کی خوشی تو پری کی حالت میں کہیں دب ہی گیا تھا۔ جاء بیگم جو کل تک بیٹے کے لیئے رو رہی تھی آج بیٹی کے لیئے انکے آنسوں نہیں رک رہے تھے۔

کتنی معصوم خواہش ہے اس دیوانی لڑکی کی
چاہتی ہے محبت بھی کرے اور خوش بھی رہے۔

وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح ہوسپٹل سے عنایت ہاؤس لوٹ آئی تھی۔ جہاں پورا عنایت ہاؤس اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ بالکل اسکے وجود میں سرایت کرتی خاموشی کی طرح۔ اس نے گھر میں داخل ہونے کے بعد بھی لائٹ اون کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

جب انسان کے اندر خاموشی اور اندھیرے نے اپنی حکومت قائم کی ہو تو پھر اسے فرق نہیں پڑتا باہر اندھیرے ہے یا اجالا خاموشی ہے یا شور۔

اسکا حساب بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اسکی اجڑی ہوئی حالت قابل رحم تھی۔ وہ جو کبھی بنا دوپٹہ کے اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی تھی آج دوپٹہ سے بے نیاز تھی۔ دوپٹہ شائد داخلی دروازہ پر ہی چھوٹ گیا تھا۔ ہمیشہ چٹیا یا پھر جوڑے میں قید رہنے والے خوبصورت کالے گھنے بال اب کچھ پشت پر اور کچھ سینے پر بے ترتیبی۔ سے بیکھرے ہوئے تھے۔۔ روشن آنکھیں دو دن سے مسلسل رونے کی وجہ سے سوج گئی تھا۔ اس پر تھکن اور ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیوں کے بوجھ سے نڈھال وجود۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ اسنے اپنے کمرے کے بجائے اسکے کمرے کی راہ لی تھی۔ شائد آخری بار اس کے کمرے کو دیکھنا چاہتی تھی وہاں کی خوبصورت یادیں تازہ کرنا چاہتی تھی اسکی خوشبو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ وہ سیدھا چلتی ہوئی بیڈ کے اس سائیڈ پر آئی تھی جہاں وہ سویا کرتا تھا۔ اسکے تکیے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسی پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔

نجانے رات کے کس پہر ان خوشگوار یادوں میں کھوئے اسے نیند آئی تھی۔ صبح اسکی آنکھ توجاء بیگم ki ممتا بھرے لمس اور پکار کے ساتھ کھلی تھی۔

پری میرا بچہ !وہ پری کے الجھے بالوں میں اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ اسکی اجڑی حالت دیکھ کر انکا دل کٹ کے رہ گیا تھا۔

جاء بیگم مرزا کے لاکھ روکنے پر بھی صبح صبح گھر آگئی تھی ویسے بھی ضارب اب بالکل ٹھیک تھا۔ بس اسکے پیر کی وجہ سے اور کچھ دن انڈر ابزرویشن رکھنے کے لیئے ڈاکٹر نے اسے روک لیا تھا۔

پری اپنی سوجی ہوئی موٹی موٹی ویران آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا انہوں نے تڑپ کر اسے گلے لگایا۔ وہ بھی ان کے گلے لگتے ہی زار و قطار رونے لگی۔

ممم۔۔۔۔ ماما وہ مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھول گیئے ماما وہ۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنی اینجل کو۔۔۔۔۔۔۔ بھول گیئے ماما میں۔۔۔۔۔۔۔۔ نے ان سے کہا تھا کی مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔ نا بھولنا ماما وہ۔۔۔۔۔۔۔ پھر بھی مجھے بھول گیئے۔۔۔۔۔ ماما۔ وہ ہچکیاں لیتی بول رہی تھی۔ حباء بیگم کے پاس الفاظ نہیں تھے کی وہ اسے چپ کراتی اس لیئے اسے رو کر اپنا غبار نکالنے دیا۔

کافی دیر جب اسکی ہچکیاں بند ہوئی۔ تب انہوں نے اسے خود سے الگ کیا۔

بچہ ماما کپڑے نکالتی ہیں آپ جا کر فریش ہو جاؤ۔ وہ اپنے پیر پر زور ڈالتی اسے لیکر کھڑی ہوئی۔ پھر پری کے کپڑے نکال کر اسے اپنی نظروں کے سامنے واشروم میں بھیجا اسکے باہر نکلنے تک وہیں بیٹھ کر اسکا انتظار کرتی رہیں۔ اور باہر آتے ہی اسے زبردستی لے کر نیچے چلی گئی۔ انکا ایک بچہ ٹھیک ہوا تھا اور دوسرا بیمار۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کی وہ خوش ہوں یا روئے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جو زمانے بھر کا اصول ہے وہ اصول تو نے خوب نبھایا
یہ رسم ٹھہری ہے معتبر مجھے بھول جانے کا شکریہ

پری گارڈن میں جھولے پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں ضارب کا فٹ بال تھا جس پر وہ ہر ایک منٹ بعد اپنے لب رکھ رہی تھی۔ ساتھ بڑی محبت اور توجہ کے ساتھ اس پر ہاتھ بھی پھیر رہی تھی۔ جہاں لکھا تھا۔

Thisballbelongstozariandhisangeldon'tdaretotuchitwith orwithoutpermission.

پری کو اس بلیومار کر سے لکھے گئے لائن پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ دن یاد آیا جب وہ اور ضارب گارڈن میں بال کھیل رہے تھے اور وہاں احتشام اور مرزا آئے تھے۔

چلیں بھائی ہمیں بھی کھیلائیں۔ مرزا بال اچکتے ہوئے بولا۔ جس پر ضارب نے گھور کر اسے دیکھا کیونکہ یہ بال اسکی اینجل اٹھانے والی تھی بیچ میں مرزا نے کیچ کر لیا۔

ضری! بھائی بھی کھیلنگے زیادہ مزہ آئے گا۔ پری اسے غصہ آتا دیکھ اسکے قریب جا کر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ جس پر ضارب کا غصہ پل میں غائب ہوا چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ نے جگہ لی۔

تو پھر ڈن ہوا بڑے چاچو اور میں ایک ٹیم پری آپی اور چھوٹے چاچو ایک ٹیم۔ احتشام چہک کر بولتے ہوئے پری کا ہاتھ پکڑ کے مرزا کے سائیڈ کرنے لگا تھا جب ضارب نے پری کی کلائی تھام

کر اپنی طرف کھینچا۔ پری اس کیلیے تیار نہیں تھی سو سیدھا آ کر ضارب کے کاندھے سے لگی۔ لیکن ضارب اسکی بوکھلاہٹ پر دھیان دئے بغیر احتشام کو گھور رہا تھا۔

شامی!! اینجل صرف ضری کی ہے میں نے بتایا تھا نا پھر وہ مرزا کی ٹیم میٹ کیسے بن سکتی ہے؟۔ اینجل صرف ضری کی ٹیم میٹ بنے گی ہے نا اینجل؟ وہ شامی کو گھورتا ہوا اپنے ساتھ لگی پری سے تصدیق چاہ رہا تھا۔ پری اپنی بوکھلاہٹ میں سر ہلا گئی۔ جس پر مرزا کا بے ساختہ قہقہ ابلا۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔ ضری اور اینجل کی جوڑی کمال کی ہے یار۔ ضری نے جو کہا اینجل کو قبول اینجل نے جو کہا ضری کو قبول۔ اب چل بھئی شامی اب ضری اور اینجل کو جو قبول وہ ہمیں قبول۔ مرزا احتشام کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

چلیں بڑے چا چو دیکھتے ہیں کون جیتتا ہے۔ احتشام بھی اپنے ہاف سلیوٹی شرٹ کچھ اور اپر چڑھاتے ہوئے اداکاری سے بولا۔

اینجل آپ نے زیادہ نہیں دورنا آپ کو چوٹ لگ جائے گی ضری ہے نا وہ ہماری ٹیم کو وِن کرادیگا۔ ضارب پری کو ہدایت دیتا ہوا بولا۔ اسکی اس فکرمندی پر پری پورے دل سے مسکرائی تھی۔

پھر گیم شروع ہوا ضارب اور مرزا کسی ماہر فٹ بالر کی طرح ایک دوسرے سے بال چھیننے میں مصروف تھے۔ جبکہ احتشام بس دونوں کے پیچھے بھاگ بھاگ کر ہلقان ہو رہا تھا۔ البتہ پری کو ضارب سیفلی سائیڈ پر ہونے کا کہدیا تھا۔

اب پندرہ منٹ سے اپر ہو گیا تھا۔ اور بال دونوں میں سے کسی کے پاس ٹک ہی نہیں رہا تھا۔ مرزا کے ہاتھ سے ضارب اڑا لے جاتا تو ضارب کے ہاتھ سے مرزا نکال لے جاتا۔ احتشام نے تو دونوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک کر وہیں گھانس پر لیٹ گیا تھا۔ البتہ پری بڑی دلچسپی سے گیم دیکھ رہی تھی۔

گیم کیا دیکھ رہی تھی اسکی ساری توجہ کا مرکز تو ضارب تھا۔ جس کا چہرہ مسلسل حرکت کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا بال پسینہ سے بھیگ چکے تھے اب تو پسینہ پانی کی طرح بہ رہا تھا۔ پسینہ کی وجہ سے ٹی شرٹ بھی بدن سے چپک کر کسرتی جسم کو نمایا کر رہے تھے۔

پری ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ جب دونو کا رخ پری کی طرف ہوا ضارب بال کو ٹپ دیتا پری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور مرزا اس سے بال لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک پری کے من میں کیا سمائی کی وہ بال کو اچکنے کے لیئے آگے بڑھی تبھی مرزا نے بال لینے کے لیئے ہاتھ بڑھایا۔

جس سے پری کا بیلنس بگڑا اس سے پہلے کی وہ زمین بوس ہوتی ضارب نے اپنے ہاتھ میں آئے بال کو دور اچھالتا اسے اپنی باہوں میں سمیٹا۔ مرزا موقع کا فائدہ اٹھا گیا۔

یاہو!!!!!!!!ہم جیت گئے۔ احتشام نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ ضارب فوراً پری کو سہی سے کھڑا کرتا بال کی طرف بڑھا۔

اب میں نہیں کھیل رہا تم لوگوں کے ساتھ تمہاری وجہ سے اینجل گر جاتی انہیں چوٹ آجاتی۔ ضارب خفگی سے کہتا پری کا ہاتھ پکڑتا چل دیا۔

پھر کمرے میں آکر اپنے دراز سے مارکر ڈھونڈھ کر اس پر کچھ لکھنے لگا۔

ضری کیا کر رہے ہیں؟ پری نے اسے بال پر جھکا دیکھ کر اشتیاق سے پوچھا۔

یہ دیکھیں اینجل میں نے اس پر لکھ دیا ہے کی یہ بال ضری اور اسکی اینجل کا ہے کوئی اسے ٹچ نہیں کر سکتا۔ ضارب بال اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

اور آپ نے ایسا کیوں لکھا؟ پری نے حیرانی سے پوچھا۔

کیونکہ آج ہم نے مرزا اور احتشام کو اپنے ساتھ کھیلنے دیا اگر بال پکڑتے آپ گر جاتی تو۔ اس لیئے اب اس بال سے صرف ضری اور اسکی اینجل ہی کھیلینگے۔ ضارب فیصلہ کن انداز میں بولا۔ اسکے اس فکر پر پری نے کھل کر قہقہ لگایا تھا ایسے کی اسکی آنکھیں بھر آئی تھی۔

آنکھیں تو خیر آج بھی اس یاد پر بھر آئی تھی۔ لیکن آج حالات جذبات احساسات الگ تھے۔

خود کو بسا کر میری سانسوں میں
مجھے سانس سانس کا محتاج کر گیا

پری کے آنسوں ٹپ ٹپ بال پر گر رہے تھے۔ ٹھیک ضری کی لکھائی کی جگہ۔ اسنے دونوں ہاتھوں سے آنسوں صاف کرتے ہوئے بال پر دیکھا تو پریشانی سے ہتھیلی کی مدد سے صاف کرنے لگی۔ جس سے ضری لکھا شیڈ ہو کر خراب ہو گیا۔ اب اسکی آنکھیں اور بہنے لگی تھی۔ ویسے تین دنوں سے اسے بس رونے کا بہانہ چاہیئے ہوتا تھا۔

پری!

پری بچہ کہاں ہو؟ جبا بیگم کی آواز پر اس نے فوراً اپنے آنسوں صاف کیئے تھے۔ ویسے بھی وہ اسے لیکر تین دن سے بہت پریشان تھی۔

جباء بیگم نے اس دن کے بعد ہوسپٹل کا تک چکر نہیں لگایا تھا۔ ہوسپٹل میں شاہین بیگم اور مرزا تھے۔ وہ گھر پر سارا دن بس پری کی پرچھائی بنی رہتی۔ اگر خود ادھر ادھر جاتی تو فوراً مشال کو اسپیشل ہدایت دے جاتی کے وہ پری کے ساتھ رہے جبکہ مشال خود پری کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ انہوں نے تو پری کا سامان بھی اپنے کمرے میں سیٹ کروالیا تھا۔ سو بھی پری دو رات سے انہیں کے پاس تھی۔ وہ دیر رات تک اسکے سر میں اپنی انگلیاں چلاتی رہتی پھر رات میں کئی بار اسے اٹھ کر بھی دیکھتی تھیں۔ جبکہ انہوں نے دونوں رات پری کو نیند کی گولی دی تھی تاکہ وہ پر سکون رہے لیکن ماں تھی کیسے بے چین نہیں ہوتی۔

ماما ابھی آپ سہی سے ٹھیک نہیں ہوئی ہیں آپ کے لیئے اتنا چلنا نہیں ٹھیک۔ پری انہیں جوس گلاس لیکر وہاں پر آتی دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی فکرمندی سے بولی۔

میں بالکل ٹھیک ہوں اس سے تو میرا اچھا خاصا واک ہو رہا ہے۔ جباء بیگم نے مسکراتے ہوئے اسکی طرف جوس بڑھایا۔

ماما دو بجے آپ نے میرا لنچ کروایا ساڑھے تین بجے نوڈل اور ساڑھے پانچ بجے جوس ہو کیا گیا ہے آپ کو؟ دیکھیں میری طرف بالکل ٹھیک ہوں میں۔ پری ان سے دو قدم پیچھے ہو کر انہیں اپنا جائزہ لے نے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

کیا خاک ٹھیک ہوا تنا سا منہ نکل آیا ہے چہرہ الگ زرد ہو رہا ہے۔ جباء بیگم خفگی سے اسکے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھماتے ہوئے بولی۔

ماما آپ میری فکر نا کریں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پری نے اپنی بات پر زور دیا۔ آپ اپنا خیال رکھیں آپ ابھی بھی پوری طرح ری کور نہیں ہوئی ہیں۔ پری لاکھ افسردہ سہی لیکن اسے جباء بیگم کا اس طرح اپنے لیئے خود کو فراموش کر دینا اپنی درد کی پرواہ نا کرنا برا لگ رہا تھا۔ انہیں بھی تو ہوسپٹل سے آئے ہوئے پانچ دن ہی ہو رہے تھے۔

میں ٹھیک ہوں بچے۔ آپ ماؤں کی پریشانی نہیں سمجھ سکتیں ابھی۔ ایک ماں کے خوشی غم کا تعلق اسکے بچوں سے ہوتا وہ خوش ہوں تو وہ بھی مطمعین ہوتی ہیں۔ وہ دکھی ہوں تو چین اسے بھی نہیں آتا۔ جباء بیگم کی بات پر پری نے انہیں دیکھا وہ صرف شکل میں نہیں اوصاف میں بھی اسکی ماما جیسی تھیں۔ اور پھر گلاس منہ کو لگا گئی۔

گڈاب اندر چلو اندھیرا ہونے والا ہے۔ حباء بیگم اسکے جوس کا گلاس ختم ہوتے ہی اسے لیکر اندر بڑھی۔

ایک ہی شخص پے مرکوز تھی دونیاں میری ❤️
یہی ایک شخص عرض و سماں جیسا تھا ❤️

اب اندھیرے اجالے کا فرق کہاں معلوم ہوتا ہے ماما جو ایک شخص بہاروں کی روشنی لیکر آیا تھا وہ تو اپنا موسم سمیٹ کر خزاں کے اندھیرے میری جھولی میں ڈال گیا۔
دل تو اس بات پر روتا ہے کی اسے اپنی مہربانیاں میری دیوانگی یاد تک نہیں۔ پری انکے ساتھ چلتی اپر ضارب کے روم کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کمرے میں اسکا بسیرا بہت کم وقت کے لئے تھا لیکن لگتا تھا پوری زندگی جی آئی ہو وہاں۔

مرزا نے جب پورچ میں گاڑی روکی اس وقت گیارہ پندرہ ہو رہے تھے۔

وہ پچھلے تین دنوں سے ہوسپٹل میں تھا۔ ضارب کے پیر میں فریکچر کی وجہ سے اسے واشروم وغیرہ جانے کے لیئے سہارے کی ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ آج صابر نے اسکی تھکن زدہ چہرہ دیکھتے ہوئے اسے گھر جانے کا کہا تھا۔ اور وہ خود شاہین بیگم کے ساتھ ہوسپٹل میں رک گیا تھا۔ مرزا ہوسپٹل سے نو بجے ہی نکل گیا تھا لیکن دوستوں کی طرف جانے کے وجہ سے لیٹ ہو گیا۔

اس نے جب گھر میں قدم رکھا پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا جگہ جگہ ہلکے پیلے بلب جل رہے تھے۔ ہاں ٹی وی لاؤنج سے روشنی آرہی تھی۔ وہ کچھ حیرانی سے اس طرف بڑھا۔

السلام علیکم! تم ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو؟ مرزا نے مشال کو دیکھ کر سلام کے ساتھ سوال بھی کیا۔

وہ بھائی نے بتایا تھا کی آپ آنے والے ہیں۔ سو بس۔ مشال دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے ہوئے بولی۔ مرزا اسکی اس پرواہ پر ابھی سہی سے خوش بھی نہیں ہوا تھا کی مشال کی وضاحت نے اسکے ارمان ٹھنڈے کیئے۔

وہ اکچول تائی ماما پری کی وجہ سے جلدی سو گئی تو میں نے سوچا میں آپ کا انتظار کرلوں ویسے بھی مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ مشال اسکے ہونٹوں کو پھیلتا دیکھ فوراً وضاحت دینے لگی اسے یہی لگا تھا کی وہ اس بات پر بھی اسکا مذاق بنائے گا۔ ویسے بھی اس دن کے بعد وہ بہت حساس ہو گئی تھی۔ پری کے واقع کے بعد تو اس میں اور اضافہ ہوا تھا۔

ٹھیک! میں چینج کر کے آتا ہوں تم اگر مناسب سمجھو تو کھانا لگا دو۔ مرزا کہتا وہاں سے نکل گیا۔ مشال اسکی پشت کو دیکھتی کچن میں چلی گئی۔

مشال کھانا گرم کرنے تک مرزا بھی چینج کر کے آچ کا تھا۔ ۔ مشال ٹیبل پر کھانا لگا کر کچن سے جانے لگی جب پیچھے سے مرزا نے آواز لگائی۔

مشی! جب جانتی ہو میں اکیلے نہیں کھاتا۔ اور اگر تمہیں بیٹھنا نہیں تھا تو کھانا کیوں نکالا۔ مرزا نے غصہ یا طنز نہیں کیا تھا بس عام سے انداز میں بولا۔ اس کی شکل دیکھ کر ہی لگ رہا تھا کی وہ کتنا تھکا ہوا ہے اس لیئے مشال بنا بحث کیئے آ کر ایک چیر پر بیٹھ گئی۔ مرزا نے کھانا شروع کیا تھا۔

پری کیسی ہے؟ مرزا نے پانی پیتے ہوئے پوچھا۔ جس پر مشال نے ایک لمبی سانس فضاء کے سپرد کی پھر خلاء میں دیکھتے ہوئے بولی۔

اسے کیسا ہونا ہے؟ مشال کا اداس بھیگی آواز پر مرزا نے کھانے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا جو خلاء میں دیکھ رہی تھی۔

کتنی مشکل لگتی ہے نا مرزا تب زندگی جب آپ کو پتا چلے کی کوئی آپ کی زندگی بن چکا ہے۔ اور اسکی زندگی میں آپ کہیں نہیں ہیں اسے تو آپ کا آپ کے محسوسات کا علم تک نہیں ہے۔ مشال پری کی بات کر رہی تھی یا خود کی یہ تو اسے خود بھی نہیں پتا تھا۔

ہاں !اور تب زندگی اور بھی مشکل لگنے لگتی ہے جب کوئی آپ کی سلطنت دل کا حکمراں ہو اور حاکم خود اچانک بنا کچھ کہے کچھ سنے اس سلطنت سے غافل ہو جائے ۔ مرزا بھی خلاء میں نظر جمائے بولا ۔

اچھا بھائی کیسے ہیں ؟ مشال نے بات بدلی ۔

ٹھیک !مرزا نے دوبارہ چمچہ اٹھاتے ہوئے کہا ۔ اسے تو سمجھنا نہیں تھا تو کیا فائدہ اپنا دردِ دل کھول نے کا ۔

بھائی نے پری کے بارے میں کچھ پوچھا ؟

ہاں !پوچھا تھا نا وہ لڑکی کون تھی ؟ میرے پاس بیٹھ کر کیوں رو رہی تھی ؟ مرزا چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولا ۔

تو آپ نے کیا کہا ؟ مشال نے جلدی سے پوچھا کیونکہ اس دن سب جان بوجھ کر ضارب کا سوال گول کر گئے تھے ۔

سچ تو بتا نہیں سکتے تھے کی وہ لڑکی پر لیشے ضارب عنایت ہے ۔ تو اسکا اس گھر سے دوسرا رشتہ بتا دیا کی وہ صباء آنی کی بیٹی ہے آنی کی تین مہینے پہلے انتقال ہوگیا اس لیئے ماما اسے لیکر یہاں آگئی ۔ اور وہ رو اس لیئے رہی تھی کی اسکی ماما بھی اسی طرح بیڈ پر لیٹے لیٹے اسے چھوڑ گئی تھیں ۔ مرزا نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے عام سے انداز میں کہا پھر اپنی چیر ہٹا کر کھڑا ہوگیا ۔

مرزا چائے بناؤں ؟ مشال نے اسکے تھکن کو دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

نہیں شکریہ ! مرزا آگے بڑھا ۔

مرزا آپ بہت تھک گئے لگتے ہیں ۔ چائے پئینگے تو سکون محسوس کریں گے ۔ مشال نے ایک اور کوشش کی ۔ جس پر مرزا پلٹ کر بالکل اسکے قریب آیا ۔ جس سے وہ دو قدم پیچھے ہوئی مرزا اسکے پیچھے ہٹنے کا نوٹس لیئے بغیر قدم بڑھاتا رہا ۔ ایسے کے اب مشال بالکل سلیب سے لگ چکی تھی ۔ مرزا نے جھک کر اپنی بھاری آواز میں اسکے کان میں شعر پڑھا ۔

کون کرتا ہے وفاؤں کا تکازہ صاحب ❤️
ہم تو چھوٹی سی تسلی کے طلبگار تھے بس ❤️

آگر میرے سکون کی اتنی ہی پرواہ ہے نامشال وہاب عنایت تو مرزاالطونی کو اسکی چھپکلی لوٹادو۔ مرزااپنی طلب اپنے سکون کا رازاسکے کانوں میں انڈلتا اسکی میچی ہوئی انکھوں پرایک نظر ڈال کر نکل گیا تھا۔ اسکے جاتے ہی مشال نے اپنی آنکھیں کھولی تھی جو ایک پل میں بھیگ بھی گئی تھی۔

معاف کردیں مرزاآپ کی چھپکلی نے ہماری بچپن کی پاکیزہ دوستی میں ملاوٹ کردیااپنی محبت کا۔ یقین کریں مرزااس دل اورجذباتوں کے ریلے نے مجبور کردیاہے آپ کی چھپکلی کو بدلنے کیلیے۔ ورنہ اسے بھی اپنے مرزاالطونی کو سنجیدہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے۔ مشال دروازے کو دیکھ کر بول رہی تھی کیونکہ سننے والا تو جاچکا تھا۔

رات پیاس سے پری کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے اٹھ کر سائیڈ ٹیبل سے پانی پیا گلاس رکھتے ہوئے اسکی نظر کھلی کھڑکی پر پڑی جہاں سے چاند کی روشنی چھن کر روم میں آرہی تھی۔ پری کمفٹر ہٹاتی جاء بیگم پرایک نظر ڈال کراپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آکھڑی ہوئی۔ چاند کو دیکھتے ساتھ ایک خوبصورت یادنے اسے اپنے حصار میں لیا۔

کیادیکھ رہی ہیں اینجل؟ ضارب پری کے پیچھے کھڑا ہوتا کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پری نے پلٹ کر چاند کی روشنی میں اسکا معصوم چہرہ دیکھا پھر مسکرا کر بولی۔

چودھویں کا چاند۔

لیکن آج تو چاند آدھا ہی ہے۔ ضارب نے آدھے چاند کو دیکھ کر حیرانی سے کہا جس پر پری کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

اسے تشبیہ کیا دوں واسطہ کیا ❤️
وہ خود چاند ہے تو پھر چاند سا کیا ❤️

لیکن میرا چاند تو ہمیشہ پورا ہی ہوتا ہے۔ پری اسکے چہرے پر نظر جمائے ہوئے بولی۔

Youknowwhatangelyouarealsolikeamoononeand only.butyouaremine.
ضارب چاند کو دیکھتا ہوا بولا۔ اسکی آخری بات پر پری کھلکھلا کر ہنسی۔

آپ ہنس کیوں رہی ہیں؟ آپ سچ میں چاند جیسی ہو۔ ضارب خفگی سے اپنی بات پر زور ڈالتا ہوا بولا۔ پری نے نفی میں سر ہلایا۔

ارے !خفاء ناہوں میں آپ کی بات پر نہیں ہنسی۔ ایکو چل میری ماما بھی مجھے چاند سی کہتی تھی اور آج آپ نے بھی وہی بات کی اس لیئے بس ہنسی آگئی۔ پری نے اسکے پھولے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

ہاں !تو آپ ہو چاند جیسی!

میں سچ میں چاند جیسی ہوں تنہا اکیلی۔ پری اپنے آنسوں پوچھتے ہوئے کھڑکی کے پردے برابر کر گئی۔

آنسوں؛ آہیں؛ تنہائی؛ ویرانی؛ غم مسلسل ❤️
ایک ذرا سا عشق کیا تھا کیا کیا وراثت میں مل گیا ❤️

وہ بیڈ پر آکر لیٹ تے ہوئے دائیں جانب کروٹ لی اچانک اسے حباء بیگم کے چہرے میں ضارب کا چہرہ نظر آیا لیکن ہاتھ اٹھانے تک وہ واپس حباء بیگم کا چہرہ بن چکا تھا۔

ضری کس کس چیز سے کس کس کونے سے نظریں چراؤں اپنے آپ کو بچاؤں یہاں تو ذرے ذرے میں آپ کی یاد بسی ہے۔ دوسروں کا کیا ذکر کرنا میرا تو خود روم روم آپ کی یاد دلاتا ہے۔ پری تکیہ مٹھی میں دبوچتی اپنے آنسوں کو اس میں جذب کرنے لگی۔

آج ضارب نے بارہ بجے تک گھر آنا تھا۔ صبح سے گھر میں ایک افراتفری کا ماحول گرم تھا۔ کیونکہ ضارب کو صاف صفائی سے عشق تھا۔ اور صفائی کے معملے میں ملازم کیا جناب گھر والوں کو تک نہیں بخش تے تھے۔ تین دن سے چوکیدار مالی بابا سے لیکر احتشام صاحب کی تک دور لگی ہوئی تھی۔

مشال اور حباء بیگم نے تو کھڑے ہو کر اسکے کمرے کو دوبارہ پہلے جیسا سیٹ کیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے صبح جناب دوبارہ پورے کمرے کو اپنے ہاتھوں سے سیٹ کریں گے۔ ضارب کے پرانے کپڑے حباء بیگم نے چوکیدار بابا کے بیٹے کو دیا تھا۔ لیکن فٹ بال بیڈ منٹن اور ویڈیو گیم کے ساتھ ضارب کچھ یادگر لمحوں پر پہنے گئے کپڑے پری نے اٹھا کر اپنے میں کمرے لے آئی تھی۔ خاص کر انکے نکاح کی شلوار قمیض کو تو اس نے کسی سونے سے بنی پوشاک کی طرح کبرڈ کے پورا ایک سائیڈ خالی کر کے رکھا تھا۔

ان پندرہ دنوں میں پری کافی سنبھل گئی تھی بے شک وقت انسان کو سنبھال ہی لیتا ہے۔ اس نے اپنا سامان دوبارہ اپنے کمرے میں سیٹ کر لیا تھا۔ اب ایک دن دو دن کی بات تو تھی نہیں جو وہ حباء بیگم کے پلوّ میں چھپ کر گزار لیتی۔

پری ناشتہ کرکے نیچے چل رہی تیاریوں پر ایک نظر ڈال کر اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ کیونکہ نیچے اسکے ضری کی نہیں ضارب صاحب کی بات ہو رہی تھی۔ انکے آمد کی تیاریاں چل رہی تھی انکی پسند ناپسند کو ڈسکس کیا جا رہا تھا جباء بیگم خود آج کچن میں گھسی ہوئی تھیں۔

صابر نے سارے سرونٹس کو کھڑا کرکے اسپیشل ھدایات دی تھی کے کوئی پچھلے ضارب کی کوئی بات نہیں کرے گا۔ ویسے بھی عنایت ہاؤس کے ملازم بہت وفادار اور فرمابردار تھے۔ سو اسکی ٹینشن نہیں تھی۔

پری بیڈ پر لیٹے بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔ بالکنی کا دروازہ اسنے پہلے ہی کھلا رکھا تھا۔ طویل ہوتے انتظار سے تنگ آکر اسنے تکیہ کے نیچے سے ویڈیو گیم اٹھایا ہی تھا کی ہارن کی آواز آئی۔ وہ دوپٹہ گلے میں لپیٹتے ہوئے بالکنی کے کھلے دروازہ کی طرف بھاگی۔

گاڑی عنایت ہاؤس میں داخل ہوتے ہی ضارب جو فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا اسکی بے ساختہ نظر اپر کے تیسرے کمرے کی بالکنی کی جانب اٹھی تھی۔ اسے لگا جیسے وہاں کوئی بلیو دوپٹہ لہرایا ہے لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آیا جس پر وہ سر جھٹکتا اسے اپنا وہم قرار دے گیا کیونکہ بارہ بجے کی دھوپ میں کون پاگل بالکنی میں دھوپ سیکنے نکلے گا۔

گاڑی پورچ میں رکی تو جباء بیگم نے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ انکے پیچھے ہی راحبہ بھابھی رانیہ کو لیئے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ احتشام اور مشال بھی انکے ساتھ ہی کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

ضارب بھابھی کو سلام کرتا اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا رانیہ کے گال کو پیار سے چھوا پھر مشال کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ اسکے گلے لگ کر رو دی۔ پورے ڈیڑھ سال بعد اسکے ضارب بھائی واپس آئے تھے۔

اب آگیا ہوں نا مشی اب یہ آنسوں صاف کرو جانتی ہو نا بھائی مشی کو روتا نہیں دیکھ سکتے۔ ضارب اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔ تو وہ آنسوں بھری آنکھوں سے ہنس دی۔ مرزا جو گاڑی سے سامان نکال کر کھڑا تھا اس قاتل ادا پر اپنا دل سنبھال کر رہ گیا۔

ضارب احتشام کے سر پر ہاتھ رکھتا کسی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائی تھی۔

کیا ہوا بھائی؟ مرزا نے اپر پری کے دوپٹہ کا کونا دیکھ کر پھر ضارب کی کچھ تلاش کرتی نظروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

کک۔۔۔۔ کچھ نہیں اندر چلتے ہیں۔ ضارب سر جھٹکتا اندر بڑھ گیا۔

محبت میں بہت کشش و تپش ہوتی ہے بھائی اس دیوانی نے تو آپ سے دیوانگی کے حد تک عشق کیا ہے۔ اور اسی تپش نے آتے ہی آپ کو اپنے حصار میں لے لیا ہے۔ مرزا نے ضارب کی پشت کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ پھر کچھ اور سوچتا ایک نظر اپر بالکنی پر ڈال کر اندر بڑھ گیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ضارب کی آنکھوں نے ایک بار پھر اس بھیگی آنکھوں والی پری وش کو ڈھونڈا تھا۔ جو اسے ان پندرہ دنوں میں بیڈ سائیڈ سٹول دیکھتے ہی یاد آجاتی تھی۔ نامحسوس انداز میں اس نے ماما کے ساتھ اسکے اپنے تیمارداری کے لیئے آنے کا انتظار کیا تھا لیکن نا ماما آئی تھی اور نا ہی وہ پری وش۔ اور ان پندرہ دنوں کی طرح آج بھی اسکا انتظار انتظار ہی رہا کیونکہ سامنے سارے گھر والے اور ملازم موجود تھے لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔

ادھر پری جو پندرہ دنوں سے اس دشمنِ جان کو دیکھنے کے لیئے ترسی تھی۔ اسکی ایک جھلک دیکھنے کے لیئے تڑپ تڑپ کے انتظار کے لمحے کاٹے تھے۔ بالکنی کے گملے کے پیچھے سے ابھی اسکے ہونٹوں تک ہی دیکھا تھا جب اسے جھکتا دیکھ کر گملے کی پیچھے چھپ گئی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد سر اٹھایا تو وہ ماما لوگوں سے مل رہا تھا۔ لیکن وہ اسکا شارٹ پر سلیولیس ٹی شرٹ پہننے والا بکھرے بالوں کے ساتھ اسکی دھڑکنوں کو منتشر کرنے والا ضری نہیں تھا۔

یہ تو ضارب عنایت تھا جو آ تو ہوسپٹل سے رہا تھا۔ لیکن اسکی تیاری دیکھ کر لگ رہا تھا کی جیسے ایئر پورٹ سے آ رہا ہو۔ لائٹ لمن کلر کے شرٹ پر بلیک پینٹ پہنے بالوں کو اچھے سے سیٹ کر کے اپر کی جانب اٹھائے سینے پر شرٹ میں سن گلاسیس اٹکائے لبوں پر دھیمی جاندار مسکراہٹ لیئے وہ سب سے مل رہا تھا۔ بالکل وہ ویسا تھا جیسا گھر والے اسے ڈسکرائیب کرتے تھے۔ اس میں ضری جیسا کچھ نہیں تھا۔

پری اسکے اندر جاتے ہی وہیں بیٹھ گئی تھی۔ اسکی نظروں میں بار بار ضری اور ضارب کا عکس آ رہا تھا دونوں ایک دوسرے سے الٹ تھے۔ پری کافی دیر وہیں بیٹھی رہی بنا دھوپ کی پرواہ کیے۔ پھر خود کو سنبھالتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی جب اچانک اسکا سر گھومتا معلوم ہوا وہ گر ہی جاتی اگر اسنے بروقت پاس رکھے گملے کا سہارا نا لیا ہوتا۔ اپچھلے دو دن سے ایسے ہی چکر آ رہے تھے۔ لیکن اس نے کسی سے ذکر نہیں کیا تھا ورنہ ماما نے اسکی خوراک جو ابھی پانچ ٹائم کی تھی وہ دس ٹائم ہو جانی تھی۔

پری کچھ دیر سر پکڑ کے وہیں بیٹھی رہی پھر دیوار کا سہارا لیتی کمرے میں آ کر بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ پھر دوپہر سے شام شام سے رات ہو گئی وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ لنچ
اور ڈنر پر ماما خود اسکے لیئے کھانا لیکر آئی تھی اور اسے اپنے ہاتھ سے کھلا گئی تھی۔

پھر اسی طرح دو دن اور گزر گئے تھے لیکن اس نے نیچے جانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ ماما ہی روز اسکے لیئے تینوں ٹائم کھانا لیکر آتی تھی۔ ہاں جوس اور دودھ وغیرہ وہ ملازمہ کے ہاتھوں بھیج دیتی تھیں۔ لیکن ملازمہ کو بھی خاص ہدایت ہوتی تھی کے اسکے گلاس ختم ہونے تک وہاں سے نا ہلے۔

ابھی بھی پری عشاء کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر ہی بیٹھی تھی جب جباء بیگم ملازمہ کی مدد سے ٹرے لیئے اندر داخل ہوئی۔ پری جائے نماز اٹھا کر ان کے پاس آ گئی جواب اسکے لیئے کھانا پلیٹ میں ڈال رہی تھی۔ پری نے بنا کچھ کہے خاموشی کے ساتھ کھانا کھایا پھر ٹرے سائیڈ پر کرتی۔ انکی طرف دیکھا جو شائد کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔

کیا ماما کچھ کہنا ہے؟

بیٹا کب تک آپ کمرے میں بند رہنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟ انہوں نے سیدھا سوال کیا۔ پری خاموشی سے سر جھکا گئی اب وہ کیا کہتی وہ خود دو دن سے اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے باہر نکل سکے اسکا سامنہ عام انداز میں کر سکے۔ لیکن پھر وہی ضری کا عکس اسکی یادیں۔

بیٹا میں جانتی ہوں آسان نہیں ہے لیکن کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ جب تک کوشش نہیں کریں گی تو آگے کیسے بڑھیں گی؟ شائد بچے ماما نے حقیقت میں اپنی بیٹی کے ساتھ بہت

برا کیا ہے۔ جباء بیگم اسکی خاموشی محسوس کر کے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے گلوگیر انداز میں بولی۔ جس پر پری نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

نہیں ماما آپ نے کچھ برا نہیں کیا ہے میرے ساتھ آپ خود کو بلیم نا کریں مجھے زیادہ تکلیف ہوگی۔ مجھے بس ضری کی عادت ہوگئی تھی اور کچھ نہیں۔ مشکل ہوگا لیکن عادت چھوٹ ہی جائے گی۔ پری پر یقین ہوئی۔ لیکن یہ کہتے ہوئے اسکا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا۔

ان شاء اللہ! جباء بیگم نے صدق دل سے کہا۔ پھر پری کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

بیٹا یونیورسٹیس میں ائیڈمیشنس شروع ہو گئے ہیں۔ اور میں چاہتی ہوں کی آپ اپنی تعلیم دوبارہ جاری کریں۔ آپ جوڈیپارٹ جوائن کرنا چاہیں کر سکتی ہیں۔ بٹ انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ میں آپ کو اس لیئے نہیں کہ رہی کے یہ سب ہوا بلکہ اس لیئے کہہ رہی ہوں کی میں ہمیشہ سے چاہتی تھی میری بیٹی پڑھے۔ یہ سب نا بھی ہوتا تب بھی میں آپ کا ائیڈمیشن ضرور کراتی۔ جباء بیگم کی بات پری نے خاموشی سے سنی تھی۔ کیونکہ کہیں نا کہیں اس نے بھی کچھ ایسا ہی سوچ رکھا تھا۔

اور ہاں بیٹا میں آپ کو کل ناشتہ پر دیکھنا چاہتی ہوں۔ وہ دروازے کے پاس جا کر بولیں۔ لیکن پری کے جواب کا انتظار نہیں کیا خاموشی سے دروازہ بند کرتی نکل گئی۔

صبح کے نو بج رہے تھے پری بھاری بھاری قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ملازمہ اسے جباء بیگم کا پیغام دے کر گئی تھی کے انہوں نے ناشتہ پر بلایا ہے۔

پری جیسے ہی ڈائینگ حال کے ڈور کے پاس پہونچی اسکا دل کیا کے وہ یہیں سے واپس ہو جائے۔ کیونکہ سامنے ہی سر براہی کرسی پر ضارب نیوی بلیو تھری پیس میں سلیقے سے بال سیٹ کیئے معدب سا بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔

پری پلٹ نے ہی والی تھی لیکن بھلا ہو اسکے دوپٹہ کا جو جا کر دروازے کے ہینڈل سے لگ کر اسکی آمد کا پتا دے گئی۔ کھٹ کی آواز پر سب نے سر اٹھایا تھا۔ پری کو دیکھ حیران بھی ہوئے تو خوش بھی بہت ہوئے۔

سب کے مقابل ضارب نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی تھی جو لان کے سوٹ میں سر پر اچھے سے دوپٹہ لیئے ہلکے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آ رہی تھی۔

آؤ میرا بچہ یہاں ماما کے پاس بیٹھو۔ حباء بیگم خوشی سے اسے اپنی سائیڈ پر رکھی خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ پری بنا کسی کی طرف دیکھے وہاں بیٹھ گئی تھی۔ حباء بیگم نے خود اٹھ کر اسکے لیئے ناشتہ نکالنے لگی تھی۔ جبکہ وہ اضطرابی کیفیت میں اپنے ہاتھ مسل رہی تھی۔

کیس ہو گڑیا؟ صابر نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ پری اسکے پاس ہی بیٹھی تھی۔

ٹھ۔۔۔ ٹھیک۔ پری نظریں جھکائے ہی بولی۔ کیونکہ وہ اپنے اپر ضارب کی گاہے بگاہے اٹھتی نظریں محسوس کر سکتی تھی۔

ویسے نیکی کی پری آج میرے پاس تمہارے لیئے ایک زبردست آفر ہے اینڈ افسوس بس تمہارے لیئے ہی ہے۔ مرزا جوس کا گلاس اٹھاتا ہوا بولا۔

اچھا ہم بھی تو جانیں ایسا کیا آفر ہے؟ اب یہ نا کہدینا مرزا کی تمہارا کوئی کیس لڑدونگا۔ بھابھی نے مرزا کا مذاق بنایا جس پر سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

ہر گز نہیں بھابھی پروفیشن میں نو رشتہ داری۔ میں تو پری کو آج شہر گھمانے کی آفر کر رہا تھا۔ دراصل آج میں فری ہوں اینڈ پری کو آئے چار مہینے ہونے آرہے ہیں اس نے شہر بھی نہیں دیکھا سو میں یہ احسان کر دیتا ہوں۔ مرزا نے احسان کرنے والے انداز میں کہا۔

خیال بہت اچھا ہے۔ لیکن احسان کیسا بھائی ہو تم اسکے فرض ہے تمہارا۔ جباء بیگم نے کہا۔

اللہ اللہ کریں ماما بہن تو نا بنائیں۔ اب اتنی خوبصورت لڑکی کو بہن کون بناتا ہے۔ ویسے آپ ہی بتائیں کیا یہ میری بہن ہے۔ مرزا نے مصنوعی تڑپ کے کہا پھر آخری بات ضارب کے طرف دیکھ کر کہی تھی۔

ضارب کو دیکھتے ہوئے مرزا کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔ کیونکہ ضارب کی نظر بظاہر تو پلیٹ پر تھے لیکن ہاتھ میں پکڑے فوک پر اسکی گرفت بتلا رہی تھی کے اسے یہ بات پسند نہیں آئی ہے۔

مرزا یہ گھومنے کا پروگرام تم پھر کبھی بنالینا ویسے بھی یہ کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی۔ لیکن ہوٹل کا کام بھاگا جا رہا ہے میرے پیچھے ہوٹل تم نے دیکھا ہے سو میرے ساتھ آج ہوٹل چلو۔ ضارب سنجیدگی سے بولا۔ اب کے مرزا کھل کر مسکرایا۔

میں نے کوئی لطیفہ نہیں سنایا ہے جو تمہارے دانت باہر آرہے ہیں۔ ضارب جل کر بولا۔

سوری! میں آرہا ہوں آپ کے ساتھ ہوٹل خوش؟۔ مرزا ہاتھ اٹھا کے بولا۔ پھر پری کی طرف متوجہ ہوا۔

نیکی کی پری تم شام میں ریڈی رہنا ہم آئس کریم کھانے تو آج ضرور جائیں گے۔ تبھی کب سے خاموش بیٹھا احتشام بول اٹھا۔

پری آپی اب تو میں آپ کو اینجل آپی بلا سکتی ہوں نا کیونکہ اب تو آپ کے ضری نہیں ہیں غصہ ہونے کے لیئے۔ احتشام کی بات پر جہاں کمرے میں سناٹا پھیلا تھا وہیں پری کے گلے میں پھندا لگا تھا وہ بنا کسی کی طرف دیکھے کرسی چھوڑ کر بھاگی تھی۔ سب نے افسوس سے اسکی پشت کو دیکھا۔

انہیں کیا ہوا؟ ضارب نے حیرانی سے پوچھا۔

شامی آپ کے مینرس کہاں گئے؟ کیا آپ کو نہیں پتا کھاتے وقت بات نہیں کیا کرتے۔ صابر نے احتشام کو اڑے ہاتھوں لیا۔

سوری پاپا۔ احتشام نے سر جھکایا۔ وہ کافی سمجھدار بچہ تھا پری کا اس طرح اٹھ کر جانا وہ سمجھ گیا تھا۔ کچھ راحبہ نے اسے سمجھایا ہوا تھا لیکن آج خوشی میں منہ سے نکل گیا۔

بھائی بچے نے ایک بات کی تھی یہ محترمہ اتنا عجیب رد عمل کیوں دے گئی؟ اور یہ ضری کون ہے؟ ضارب کے سوال پر سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ضارب تم ہوٹل کے لیئے لیٹ ہو رہے ہو میرے خیال میں تمہیں جلدی جانا چاہیئے۔ حباء بیگم کہتی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ اور ضارب کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل گئی۔

رات کے نجانے کس پہر پری کی آنکھ شدید پیاس سے کھلی تھی۔ گلے میں جیسے کانٹے اگ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ مار کر سائیڈ لیمپ اون کیا۔ پھر اٹھ کر الارم کلاک میں وقت دیکھا جو رات کے دو بجے کا علان کر رہی تھی۔

اس نے سائیڈ ٹیبل سے گلاس اٹھایا لیکن جگ اٹھانے پر شدید مایوسی کا سامنہ کرنا پڑا کیونکہ جگ بالکل خالی تھا۔ وہ کمفرٹر اپنے اپر سے ہٹاتی ہوئی دوپٹہ سرہانے سے اٹھا کر اچھے سے اپنے گرد لپٹتی بیڈ سے نیچے اتر کر دروازے کی طرف بڑھی۔

صبح احتشام کی اس بات پر وہ کمرے میں آکر بہت روئی۔ پھر ماما کے خیال سے لنچ کے لیئے نیچے گئی تھی۔ لیکن ڈنر پر ضارب کی موجودگی کو مدع نظر رکھتے ہوئے نہیں جا سکی اور اسی کا نتیجہ نکلا کے اب اس کے پاس پانی نہیں تھا۔ کیونکہ ملازمہ ٹرے کے ساتھ جو پانی لے کر آئی تھی وہ ٹرے کے ساتھ واپس بھی لے گئی تھی۔

پری نے کچن میں آکر جگ میں پانی بھرا اسے بھوک بھی بہت لگی تھی کیونکہ ڈنر کے فوراً بعد ہی وامیٹنگ ہوگئی تھی۔ لیکن اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کے وہ کھانا گرم کر کے کھاتی اس لیئے پانی لیکر فریج پر ایک حسرت بھری نظر ڈالتی آگے بڑھی تھی کے ایک بار پھر سر چکرایا اس سے پہلے کی وہ زمین بوس ہوتی کسی مہربان بازو نے بڑی نرمی سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے گرتے پانی کے جگ کو بھی رسکیو کیا گیا تھا۔

پری نے دونو ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں کھولی تو پھر آنکھیں کھلی ہی رہ گئی۔ وہ مکمل ضارب کے حصار میں تھی اور ضارب فکرمندی کے ساتھ بڑی فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکو آنکھیں کھولتا دیکھ ہولے سے مسکرایا پھر جگ کے دوسرے ہاتھ سے سائیڈ پر رکھا۔

ماما بتا رہی تھی کے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ پھر نیچے کیوں آئیں؟ ضارب اسے سہارا دئے چھوٹے سے ٹیبل کے گرد موجود کرسی کے پاس لے گیا پھر کرسی کھینچ کر احتیاط سے اسے بیٹھاتے ہوئے فکرمندی سے بولا۔ جبکہ پری دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

آئی تھینک آپ کو چکر آگیا تھا۔ رائٹ؟ ضارب اسکی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے ہوئے بولا۔ پری بنا آواز کیئے سر جھکائے ہی گلاس تھام گئی تھی۔

ڈنر کیا تھا آپ نے؟ فکرمندی سے ایک اور سوال کیا گیا تھا۔ جس پر پری نے صرف سر ہلایا تھا۔

اس کے سر ہلانے پر ضارب نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ جو صبح کے کپڑوں میں ہی ملبوس تھی لیکن چہرہ صبح کے مقابل زیادہ زرد تھا۔ پری اسکی گہری نظریں اپنے اپر محسوس کرتی نقاہت زدہ سی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن سر ابھی تک گھوم رہا تھا اس لیئے دوبارہ بیٹھ گئی۔ اسے ان نظروں سے بچنا تھا کیونکہ یہ اسکے ضری کی معصوم نظریں نہیں تھی۔ بلکہ یہ ضارب عنایت کی نظریں تھی جو پری کو پزل کر رہی تھی۔

آپ بیٹھی رہیں میرے خیال میں سہی سے کھانا نہیں کھانے کی وجہ سے چکر آیا ہے اپر سے آپ کی طبیعت بھی نہیں ٹھیک ۔ سو میں کچھ ہلکا پھلکا ٹرائی کرتا ہوں آپ کے لیئے ۔ ضارب فریج کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ۔ پری بھی لاکھ چاہنے کے باوجود منع نہیں کر پائی آخر بھوک چیز ہی ایسی ہے ۔

دراصل مجھے بھی بہت زوروں کی بھوک لگی ہے ۔ وہ جب میں دیر رات تک جاگ کر کام کرتا ہوں تو مجھے بھوک لگتی ہے کتنی عجیب بات ہے نا لوگوں کو کافی کی طلب ہوتی ہے اور مجھے کھانے کی ۔ ضارب نے اپنی بات کا خود ہی مزہ لیا ۔

اس نے فریج چار انڈے نکال کر سلیب پر رکھا ساتھ آلو اور آٹا بھی نکلا گیا تھا ۔ پری جو سر جھکائے بیٹھی تھی آلو آٹا اور انڈا دیکھ کر حیران ہوئی ۔

میں اسپینش املیٹ کے ساتھ پڑاٹھے بنانے لگا ہوں ۔ آپ کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے اگر فریج میں موجود کھانا گرم کر کے دیا تو طبعیت زیادہ خراب ہو سکتی ہے ۔ ضارب آلو کاٹ کر باول میں ڈالتے ہوئے بولا ۔

اسنے انڈا توڑ کر اسی باول میں ڈالا ساتھ دیگر مسالے بھی ڈالتے ہوئے باول کو فرائی پین میں انڈل دیا پھر اس ڈھکن ڈالتا ایک دوسرے باول کی طرف ہاتھ بڑھایا ۔ اب وہ اس دوسرے باول میں

آٹا ڈال رہا تھا۔ یہ سب وہ اتنی مہارت سے کر رہا تھا کی پری اپنے گھومتے سر کو فراموش کیئے منہ کھولے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ جو کام کے ساتھ صفائی کا پورا خیال رکھ رہا تھا سلیب پر کئی بار کپڑا مار چکا تھا جبکہ یوز کیے ہوئے برتن فوراً دھو کر خشک کرتے ہوئے اسٹینڈ میں رکھ گیا تھا۔

ویسے ایک بات میری سمجھ نہیں آئی۔ ضارب آٹے کے پیرے بناتے ہوئے پلٹ کر پری کو دیکھتا ہوا بولا۔ پری نے جھٹ سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ۔ جس پر وہ زیر لب مسکرایا۔

جو لڑکی ہوسپٹل میں میرے ہوش میں آنے کے لیئے اتنا رو رہی تھی۔ وہ میرے ہوش میں آنے کے بعد ایک بار خبر گیری کے لیئے بھی نہیں آئی۔ مطلب بیمار کی عیادت کے لیئے جانا تو اخلاقیات کا تکازہ بھی ہے اور سنت بھی۔ ضارب کی بات پر پری نے پہلو بدلہ ساتھ اپنے اس بے وقت بھوک پر لعنت بھی بھیجی جو اسے یہاں بیٹھنے پر مجبور کر رہی تھی۔

خیر وہ تو جانیں دیں آپ نے تو گھر آنے کے بعد بھی خبر خریت پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ضارب کی ایک اور شکایت پر پری کا من کیا فوراً یہاں سے نکل جائے لیکن پھر وہی بھوک بیچ میں آ گیا۔

میں نے اتنی باتیں کر لی اور اپنا تعارف ہی نہیں کرایا۔ ضارب آخری پراٹھا ڈالتے ہوئے ہنس کر بولا۔

میں ضارب عنایت آپ کے آفی کا بڑا بیٹا۔ اوَسوری آپ ماما کہتی ہیں نا ماما کو؟۔ اس نے اپنی بات کی خود ہی تصحیح کی۔

ویل پروفشن کے حساب سے میں شیف ہوں اور یہ رہا میرے شیف ہونے کا ثبوت۔ ضارب دو پلیٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا۔ پری کی بھوک جو کھانے کی اشتہار انگیز خوشبو سے ہی چمک اٹھی تھی اب سامنے پلیٹ میں سجے پڑا ٹھے اور اسپینش املیٹ کو دیکھ کر دل کیا ضارب کہیں غائب ہو اور وہ اس لذیز خوشبودار کھانے پر ٹوٹ پڑے۔

چلیں شروع کریں۔ ضارب کے کہنے کی دیر تھی پری فوراً پلیٹ پر جھکی۔ اسکی اس تیزی پر ضارب کے ہونٹ ایک بار پھر خوبصورت مسکراہٹ کے قید میں آئے۔

عام طور پر میں اتنا بولنے کا عادی نہیں۔ بٹ ابھی آپ کا مائنڈ ڈائیوٹ کرنا ضروری تھا۔ ایکچولی سائنس کہتی ہیں ساری بیماری انسان کی دماغ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ سوچتے رہو تو بیمار ہو اور نہیں سوچا تو صحت منداب آپ خود کو ہی دیکھ لیں۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے آپ گرنے والی تھی اب ٹھیک ٹھاک ہیں سارا کمال تو بھولنے کا ہے۔ ضارب اٹھ کر اس کے لیئے جوس لاتا ہوا بولا۔ جبکہ بھولنے کی بات پر پری کی آنکھوں میں جلن سی ہوئی۔

آپ ٹھیک ہیں؟ ضارب اسکے آنسوں کو پلیٹ پر گرتا دیکھ پریشانی سے بولا۔

پوچھا تھا اس نے حال بڑی مدتوں کے بعد ❤️
کچھ پر گیا ہے آنکھ میں یہ کہ کر رو دئے ❤️

یہ۔۔۔گگ۔۔گگرم ہے۔ پری اپنے آنسوں پوچھتی پلیٹ ہٹاتی ہوئی بولی۔ اسکی بھوک تو لفظ "بھول" پر ہی مر چکی تھی۔

اب گرم بنائیں ہیں تو گرم ہی ہونگے نا۔ ضارب دوبارہ پلیٹ اسکے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ ساتھ جوس کا گلاس بھر کر بڑھایا گیا تھا۔ لیکن پری سب نظر انداز کرتی کھڑی ہو گئی۔

واوا بھئی یہاں تو رات کے ڈھائی بجے پارٹی شاٹی چل رہی ہے۔ وہ بھی دی ہیڈ شیف ضارب عنایت کے ہاتھوں بنے لذیز کھانے کے ساتھ۔ مرزا ہاتھ میں جگ لیئے کچن میں داخل ہوتا ہوا ہشاش بشاش سا بولا۔

کیا بات ہے بھئی نیکی کی پری کیسا لگا ہیڈ شیف صاحب جادوئی ہاتھوں کا کمال۔ لیٹ می ٹرائی۔ مرزا نے کہتے ساتھ پری کے جھوٹے پلیٹ سے نوالہ لیکر منہ میں ڈالا۔ جو ضارب کو سخت ناگوار گزرا تھا۔ تبھی وہ اسے گھور رہا تھا ایک نظر پری پر بھی ڈالا گیا جو سر نیچے کیئے آنسوں بہا رہی تھی۔

مرزا انہیں کھانے دو۔ ضارب دانت پیس کر بولا۔

تو میں نے کونسا ان کا نوالہ چھین لیا ہے بھائی؟۔ کیوں نیکی کی پری تمہیں برا لگا میرا کھانا؟۔ اب وہ سوں سوں کرتی پری کے سامنے آیا۔ پری نفی میں گردن ہلاتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

ارے ارے بات تو سنیں کھانا پورا ختم کرتی جائیں۔ پیچھے سے ضارب نے آواز لگائی تھی۔ لیکن وہ بھاگ چکی تھی۔ جبکہ مرزا دونوں سے بے نیاز کرسی پر بیٹھا پڑا ٹھوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے جوس کو بھی ہر لقمہ کے بعد پوری اہمیت دے رہا تھا۔

مرزا کیا بدتمیزی ہے یہ؟ ضارب اسے پری کے پلیٹ سے کھاتا دیکھ پلیٹ کھینچتے ہوئے ناگواری سے بولا۔ جس پر مرزا نے منہ بسورتے ہوئے پلیٹ پر اپنی حسرت بھاری نظر جمائے رکھی۔

بھائی بد تمیزی وہ نہیں یہ ہے۔ مرزا نے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اور آپ کے مینرس کہاں گئے کوئی کھاتے ہوئے انسان کے آگے سے پلیٹ کھینچتا ہے کیا۔ ؟ مرزا بھی اسکے مقابل کھڑا ہوتے ہوئے اسے گھور کے پوچھا۔

اچھا بچو مینرس کی بات وہ بھی مجھ سے ذرا یہ تو بتانا رات کے ڈھائی بجے مرزا غالب عنایت صاحب تر و تازہ ہونے کے پیچھے کا راز کیا ہے ؟۔ ضارب نے اسے تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

میرے تر و تازگی کا راز تو خیر سے آپ جانتے ہیں۔ ہالی ووڈ کی ایک نئی اکشن موویٰ آئی تھی بس دیکھتے دیکھتے وقت کا پتا ہی نہیں چلا اور۔ ابھی مرزا بات منہ تھی جب اسکی گردن ضارب کے شکنجے میں آئی۔

آاااا۔۔۔ بھائی۔۔۔۔۔ چھوڑ دیں۔۔۔۔ درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ یار بہت دنوں بعد دیکھی ہے۔۔۔ ااا قسم سے یار۔۔۔۔ بھائی۔

کتنی بار کہا ہے رات میں بلاوجہ نا جاگا کرو۔ خاص کر ان فضول موویس کے لیئے تو بالکل نہیں۔ ضارب اسکی اونچی ہوتی آواز پر اسے چھوڑتے ہوئے بولا۔ اب مرزا اپنا گلا پکڑے کھانس رہا تھا۔ پھر ضارب کے آگے آکر اسکا نیچے سے اپر تک جائزہ لیتے ہوئے گویا ہوا۔

چلیں میرا راز اور سزا دونو ہی ہوگیا۔ ذرا آپ اپنے راز کو منظر عام پر تولائیں۔ مرزا سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا۔

کیا مطلب؟ ضارب اسکی خود پر گڑھی معنی خیز نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے سلیب کی طرف گھوم گیا۔

مطلب صاف ہے بھائی صاحب رات کے ڈھائی بجے ایک حسین و جمیل معصوم و کم سن دوشیزہ کے لیئے دی ہیڈ شیف ضارب عنایت بنفس نفیس خود پڑاٹھا اور اسپینش املیٹ بناتے ہیں۔ پھر انہیں کھیلاتے ہیں بلکہ ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ ان کے چھوڑ جانے پر اپنے معصوم بے گناہ شریف النفس بھائی پر بگڑتے ہیں اسکے نازک سراہی دار گردن کو توڑنے کے درپے ہوتے ہیں۔ اس سب کے پیچھے کچھ تو راز ہوگا نا؟۔ مرزا بول تو سنجیدگی سے رہا تھا لیکن آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

اپنی یہ فضول گوئی کی عادت اور وکالت تم کورٹ تک ہی محدود رکھو تو اچھا ہے۔ ضارب اسے گھور کے بولا۔

اور تمہاری بہن نے ڈنر سہی سے نہیں کیا تھا اس لیئے محترمہ کو چکر آ رہے تھے تو بس انسانیت اور کزن شپ کے ناتے کیا میں نے وہ سب۔ ضارب نے تمہاری بہن پر خاصا زور دیا۔

وہ میری بہن تو نہیں۔ مرزا بھی خاص اسی بات کو پکڑا۔

تو پھر کیا ہے؟ ضارب نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پوچھا۔ جس پر مرزا نے جلانے والی مسکراہٹ اسکے طرف اچھالی۔

کزن ہے۔ ویسے بھی میں خوبصورت لڑکیوں کو بہن بنانے کے سخت خلاف ہوں۔ میرا بس چلے تو میں اسکے خلاف ایک بل پاس کروادوں۔ مرزا ضارب کے گھوریوں کو نظر انداز کیئے اپنے منصوبے بتا رہا تھا۔

لیکن وہ تو تمہیں بھائی کہتی ہے۔ ضارب نے اسے یاد دہانی کرانی چاہی۔

اس سے کیا ہوتا ہے؟ مرزا لاپرواہی سے بولا۔

ویسے آپ کیوں اسے میری بہن بنانے پر تلے ہیں؟ اور اگر کزن ہونے کے ناتے میں اسکا بھائی ہوا تو کزن تو آپ بھی ہے اسکے۔

بکواس نا کرو۔ اور تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ ضارب جھنجھلا کے کہتا کچن سے نکلنے لگا جب ایک بار پھر مرزا اسکے آگے آیا۔

ویسے بھائی میں آپ کو بتا دوں آپ پری کے بارے میں کچھ بھی ایسا ویسا نہیں سوچیں تو بہتر ہے۔ یو نو نا کافی چھوٹی ہے وہ آپ سے اینڈ پہلے سے ریزو بھی ہے سو دیر از نو بنیفٹ۔ مرزا نے اسکے معلومات میں اضافہ کیا۔

مطلب؟

مطلب آبِ زم زم کی طرح صاف ہے بھائی ماما نے پہلے ہی اپنی بیٹی کے لیئے کسی کو ڈھونڈھ رکھا ہے۔

میری بلا سے جسے بھی ڈھونڈھ کر رکھے مجھے کیا۔ ضارب بڑبڑاتا ہوا کچن سے نکل گیا۔

لاجواب مرزا جی آپ کا کوئی جواب نہیں۔ اب دیکھیں کیسے آپ نے ایک ہی انسان کو اسی سے جیلس کر دیا۔ شاباش مجھے فخر ہے خود پر اپنی قابلیت اور ذہانت پر۔ مرزا خود کو داد دیتا ٹیبل کے پاس آکر دوبارہ کھانے پر جھک گیا۔ لیکن وہاں صرف ضارب کی پلیٹ تھی۔

مرزا نے پری کی پلیٹ کے لیئے نظر دوڑائی جو اسے سلیب پر نظر آئی لیکن خالی۔

اللہ مطلب پوزیسونیس کی بھی حد ہو گئی۔ مطلب اپنے چھوٹے معصوم سے بھائی کو کھانا دینے کے بجائے ڈسٹبن میں ڈالنا زیادہ پسند کیا گیا۔ اب دیکھیں بھائی مرزا کیسے آپ کی یادداشت واپس لاتا ہے۔ مرزا دل ہی دل ضارب سے مخاطب تھا۔ ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔

پری نے گھڑی پر وقت دیکھا صبح کے دس بج رہے تھے۔جس کا صاف مطلب تھا ضارب ہوٹل جا چکا ہے۔ اس لیئے وہ سکون سے اپنا دوپٹہ سہی کرتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس پڑاٹھے والی رات کے بعد سے پری نے یہ نیا طریقہ نکالا تھا ضارب سے بچنے کے لیئے صبح اسکے جانے کے بعد نیچے جاتی اور شام اسکے آنے سے پہلے واپس اپنے کمرے میں قید ہو جاتی۔

پری چلتی ہوئی سیدھا حال میں آئی تھی جہاں مرزا کورٹ جانے کے لیئے ریڈی بیٹھا تھا۔ ساتھ شاہین بیگم اور حباء بیگم بھی بیٹھیں تھیں۔

ماما میں نے ڈیسائیڈ کرلیا ہے کی مجھے کونسا کورس جوائن کرنا ہے۔ پری سیدھا حباء بیگم کے پاس آتے ہوئے بولی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے بچے مرزا اگر تم فری ہو تو پری کو لیتے جاؤ اسکا داخلہ کرادینا یونیوسٹی میں۔ وہ خوشی سے پری کو گلے لگاتے ہوئے مرزا سے بولیں۔ جو اپنی فائل پر جھکا ہوا تھا۔

ماما آج تو میری ایک کلائینٹ کے ساتھ گیارہ بجے میٹنگ ہے۔ ہاں! کل میں اس نیکی کی پری کو لے چلتا ہوں۔ ویسے پری صاحبہ یہ اچانک یونیورسٹی کا خیال کیسے آگیا؟۔ مرزا فائل بند کرتا اسکے پاس آیا۔ کیونکہ حال کے داخلی دروازے سے اسکا ٹارگیٹ اندر تشریف لا رہے تھے۔

کسی کی عادت لگنے میں وقت نہیں لگتا"
لیکن عادت چھوڑانے میں عمریں بیت جاتی ہے"

بس کچھ ایسا ہی سمجھ لیں۔ مرزا کے شعر پڑھنے پر پری نے جواب دیا۔

لیکن مرزا کے اتنے قریب کھڑے ہونے پر ضارب کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ وہ جو کسی فائل کے گھر بھول جانے پر گھر واپس آیا تھا۔ حال کا منظر دیکھ کمرے میں جانے کے بجائے سیدھا حال میں پہنچا۔

یہ تو خیر بہت اچھی بات ہے بھئی۔ مرزا ضارب کو اپنی طرف آتا دیکھ زرا اونچی آواز میں بولا۔

ماما ایکچولی میں فری ہوں۔ ضارب حباء بیگم کے پاس آکر بولا ایک نظر اس پر بھی ڈالی جو تین دن بعد نظر آئی تھی۔ ابھی بھی اسکی آواز سنتے ہی کسی چھوٹے بچے کی طرح حباء بیگم کے پلّو میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

ماما میں بھائی کے ساتھ ہی جاؤنگی۔ پری نے حباء بیگم کے کان میں سرگوشی کی جو ضارب کے تیز سماعت سے محروم نہیں رہ سکی۔ سن خیر مرزا نے بھی لیا تھا اس لیئے جتاتی نظروں سے ضارب کو دیکھا جو حباء بیگم کے گلابی دوپٹہ کے پیچھے چھپی پری کو دیکھ رہا تھا۔

بچے مرزا نہیں فری تو کیا ہوا آپ ضارب کے ساتھ چلی جاؤ۔ انڈیشن کرادے گا وہ آپ کا۔

نہیں ماما میں نے بھائی کے ساتھ ہی جانا ہے۔ پری نے پھر اپنی بات دہرائی۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی وہ جو ضری کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتی تھی اس سے ضارب کی چوبیس سیکنڈ کی نظریں برداشت نہیں ہو رہی۔

بچے مرزا کے کیس کا پتا نہیں چلتا۔ ایک بار کسی کیس میں گھس جائے تو پھر وقت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہوتا ہے آپ ضارب کے ساتھ چلی جائیں یہی بہتر ہے۔ حباء بیگم نے ایک اور کوشش کی۔

ماما بھائی کو جب ٹائم ملے گا میں تب چلی جاؤنگی۔ پری نے ضدی انداز میں کہا وہ کسی طور ضارب کے ساتھ جانے کو تیار نہیں تھی۔ حباء بیگم نے بے بسی سے ضارب کو دیکھا جو پری کو گھور رہا تھا۔

جیو! نیکی کی پری مطلب یار من خوش کر دیا اتنی امپورٹینس دے کر۔ یقین کرو اگر اس منحوس کلائینٹ کا مسئلہ نہیں ہوتا نا میں ابھی لیکر اُڑ جاتا تمہیں۔ مرزا شرارت سے ضارب کو دیکھتے ہوئے بولا۔ جو آب اسے سالم نگلنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

دیکھیں محترمہ! یونیوسٹی کا راستہ مجھے بھی یاد ہے۔ اور آپ کے بھائی جتنی نا سہی تھوڑی بہت جان پہچان میری بھی ہے باہر۔ اس لیئے آپ کے عظیم بھائی کے علاوہ میں بھی آپ کے داخلہ کا خوش

اسلوبی سے نا سہی لیکن انجام ضرور دے سکتا ہوں۔ ضارب دانت پیس کر بولا ساتھ بھائی پر اسپیشل زور ڈالا گیا تھا۔

کتنی بار کہوں وہ میری بہن نہیں ہے۔ مرزا نے اپنی بات دہرا کر ضارب کو کچھ اور آگ لگائی۔ پھر فائل اٹھاتے ہوئے بولا۔

میں جلد از جلد کلائینٹ کو نپٹانے کی کوشش کرونگا۔ اسکے بعد ہم ائڈیشن کے لیئے تو نہیں باہر لنچ کے لیئے ضرور چلیں گے۔ مرزا اسکے سر پے ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ اسکے اس مان بھرے انداز پر پری نے ہولے سے سر ہلایا۔

انکی طبیعت خراب ہے اور تم انہیں ہوٹلینگ کراؤ گے ؟

کوئی نہیں طبیعت خراب بس گھر میں بیٹھے بیٹھے سستی ہو گئی ہے۔ باہر گھومے پھرے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔ اینڈ پری اپنے ڈاکیومینٹس بھی ریڈی رکھنا کل ناشتہ کے بعد ہی ہم یونی کے لیئے نکلیں گے اسکے بعد پورا شہر گھوم کر شام تک بلکے ڈنر کر کے واپس آئینگے۔ مرزا ضارب کو اچھی طرح آگ لگاتا وہاں سے غائب ہوا۔

ماما میں روم میں چلتی ہوں۔ رانیہ کے پاس پری بھی دھیرے سے بولتی صوفے کے پیچھے نکل گئی۔ اسکے باہر نکلنے تک ضارب کی پر تپش نظروں نے اسکا پیچھا کیا۔ جو وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ اس لیئے تیزی سے وہاں سے غائب ہوئی۔

ماما ان محترمہ کو میرے ساتھ جانے میں کیا تکلیف تھی؟۔ ضارب نے جباء بیگم سے پوچھا۔ جس پر وہ کھل کر مسکرائی۔ مطلب ان کا بیٹا اینجل کو تو بھول گیا لیکن پوزیسوا بھی ہے۔

بیٹا بچی ہے تمہیں جانتی نہیں سہی سے۔ اس لیئے وہ مرزا کے ساتھ زیادہ کمفرٹیبل رہے گی۔ انہوں نے اسکے ناراض چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے سمجھایا۔

بچی ہے؟

اور نہیں تو کیا میری چھوٹو سی بچی ہے وہ جو چار مہینے پہلے میری زندگی میں آکر مجھے بیٹی جیسی نعمت سے مالامال کر گئی۔ اور ڈھیروں خوشیاں میرے گھر آنگن میں اتار گئی۔ دل
کرتا ہے اسے اپنے سینے سے لگائے رکھوں اسکی ہر ضد ہر خوشی بن کہے پوری کر دوں۔ لیکن قسمت اسکی سب سے بڑی خوشی ہی میں اسے دینے سے قاصر ہوں۔ وہ ضارب پر نظریں جمائے بولی۔ جس پر وہ کنفوز ہوا۔

لیکن فون کی بجتی رینگ نے اسے فائل کی یاد دلائی سو وہ بنا کچھ کہے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

.----------

مرزا بے چینی سے ہوسپٹل کے کوریڈور میں اِدھر اُدھر مارچ کر رہا تھا۔ جبکہ مشال پاس بینچ پر بیٹھی سوں سوں کر رہی تھی۔

مشی خدارا مجھ پر رحم کھاؤ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اپر سے تم رو کر میری پریشانی میں چار چاند لگا رہی ہو۔ مرزا جھلا کے بولا۔ ایک تو وہ پری کو لے کر پہلے ہی بہت پریشان تھا اپر سے مشال کو آدھے گھنٹے سے روتا دیکھ اسکی پریشانی اور بڑھ رہی تھی۔

مرزا اپنے کہے کے مطابق کلائینٹ کو تین بجے تک نبٹا کر گھر گیا تھا۔ پھر وہاں سے مشال اور پری کو لے کر ساڑھے تین تک وہ لوگ لنچ کے لیئے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ان کا ارادہ لنچ کے بعد شوپینگ کیلیے مال جانے کا تھا۔ ابھی وہ لوگ ہوٹل کے پارکنگ میں گاڑی روک کر اندر بڑھنے والے ہی تھے کے پری کو سر تھام کر لڑکھڑاتے دیکھ گاڑی لاک کر کے پلٹ رہے مرزا نے برق رفتار سے آگے چار قدم کا فاصلہ سمیٹتے ہوئے اسے سنبھالا تھا۔ اور وہ مرزا کے باہوں میں ہی بے ہوش ڈھیر

ہوگئی۔ حواس باختہ سے مرزااور مشال بھاگم بھاگ کر کے اسے لے کر ہوسپٹل پہونچے تھے۔ اب آدھا گھنٹے سے اپر ہوگیا تھا ڈاکٹر روم سے باہر نہیں آیا تھا۔

مرزا گھر سے نکلتے وقت تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔ پھر کیسے بے ہوش ہوگئی۔ اور دیکھیں نا ڈاکٹر بھی باہر نہیں آرہے۔ مشال روتے ہوئے بولی۔

مشی! تم جانتی ہو نا کچھ دن سے پری کتنے سٹریس میں ہے سو ہوگئی ہوگی بیہونش پریشان کیوں ہورہی ہو۔ ابھی ٹھیک ہوجائے گی۔ مرزا خود پریشان تھا لیکن اسے تسلی دے رہا تھا۔

تبھی ڈاکٹر باہر آیا جو مرزا کے پہچانت کا ہی تھی۔

طاہر صاحب کیسی ہے پری؟ دونوں لپک کر ڈاکٹر تک پہونچے۔

جی ٹھیک۔ ڈاکٹر کی بات پر دونوں تھوڑے پر سکون ہوئے۔

کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟ مرزا نے پوچھا۔

پیشینٹ آپ کی کیا لگتی ہے ؟ ڈاکٹر طاہر نے الٹا سوال کیا۔ کیونکہ وہ عنایت ہاؤس فیملی ڈاکٹر تھے اس طرح وہ عنایت ہاؤس کے سبھی لوگوں سے واقف تھے۔جس میں پری کا چہرہ ان کے لیئے بالکل نیا تھا۔ ڈاکٹر کے سوال پر مرزااور مشال نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر مرزا قدرے سمبھل کر گویا ہوا۔

جی میری چھوٹی بہن ہے۔

اوو۔ ۔اچھا اچھا۔ پھر مبارک ہو وکیل صاحب آپ ماموں بننے والے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مرزا کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے مبارک بعد پیش کی۔ جس پر جبکہ مرزااور مشال بے اختیار بے یقین نظر ایک دوسرے کی طرف اٹھی تھی۔

خیر مبارک۔ کیا میں پری سے مل سکتا ہوں۔ مرزا نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے بمشکل ہشاش بشاش سا مسکراتے ہوئے بولا۔ ورنہ اس غیر متوقع خبر پر اگر دونوں بیہوش بھی ہوتے تو کم تھا۔

جی بالکل مل سکتے ہیں۔ ویسے آپ کی سسٹر کے ہسبنڈ کہاں ہوتے ہیں۔ دراصل مجھے ان سے کچھ ضروری بات کرنی تھی پیشینٹ کے بارے میں۔

جی وہ بزنس کے سلسلے میں اوٹ اوف کنٹری ہوتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کیا بات کرنی ہے۔

ایکچولی پیشینٹ بہت زیادہ ویک ہے اینڈ کچھ دنوں سے ۔ ڈاکٹر صاحب نے بات ادھوری چھوڑ کر مرزا کی طرف دیکھا جو سنجیدہ نظروں سے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کوئی سیریس بات ہے کیا؟ مرزا ان کے درمیان میں رکنے پر پریشانی سے بولا۔

نہیں ویسی کوئی سیریس بات نہیں ہے ۔ بٹ شائد کچھ دنوں سے پیشنٹ کسی قسم کے سٹریس میں ہے اور ان کے اس طرح فینٹ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے ۔ ورنہ ایسی حالت میں چکر کا آنا واٹنگس ہونا عام سی بات ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کی بات پر مرزا خاموشی سے سر جھکا گیا کیونکہ جو بات وہ شائد کے ساتھ کہ رہے تھے وہی سچائی تھی۔

بٹ آپ لوگ ٹینشن نا لیں ۔ بس ان کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھئیں اور ساتھ انہیں کسی بھی قسم کے ٹینشن سے دور رکھتے ہوئے میڈیسن وقت پر دیتے رہیں ۔ کیونکہ اس حالت میں ان کا سٹریس لینا ٹھیک نہیں ۔ ڈاکٹر صاحب خالص پروفیشنل انداز میں بولے مرزا اور مشال بس خاموشی سے انکی بات سن رہے تھے۔

میں نے میڈیسنس لکھ دی ہے آپ وہ انہیں وقت پر دیتے رہیں۔ اینڈا بھی شائد وہ کچھ وقت کے لیئے ہوش میں ہیں۔ آپ ان سے مل لیں اسکے بعد میں نے جو انہیں سکون آور انجیکشن لگائی اسکے زیر اثر وہ وہ غنودگی میں چلی جائے گی ویسے بھی انہیں آرام سکون کی سخت ضرورت ہے۔

خدا حافظ۔ ٹیک کیر میں چلتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب مصافحہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

مشال اور مرزا بھی سر ہلاتے پری کے روم کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں پری گھٹنوں میں سر دئے بیٹھی تھی۔ شائد رو رہی تھی کیونکہ اسکا وجود ہولے ہولے ہل رہا تھا۔ مرزا چل کر بیڈ کے بلکل قریب کھڑا ہو گیا۔

گڑیا! مرزا نے پری کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ پری کسی مہربان پکار کے ہی انتظار میں تھی فوراً مرزا کے گلے لگ کر۔ زور زور سے رونا شروع کر دیا۔

بھ۔۔ بھائی۔۔ ڈاکٹر۔۔۔۔ نے۔

ششش! رونا نہیں گڑیا۔ مرزا اسکی بات بیچ میں کاٹتا ہوا بولا۔ پھر اسے خود سے الگ کر کے اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر نرمی سے گویا ہوا۔

گڑیا اس میں رونے والی کیا بات ہے یہ تو خوشی کی بات ہے۔ دیکھو میں ماموا ور چاچو ایک ساتھ بن گیا ہوں۔ میری تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہے پہلی بار ماموبنا ہوں سمجھ نہیں آرہا کیا کروں۔ میں تو سوچ رہا ہوں ہوسپٹل میں اعلان کروادیتا ہوں کے مرزا غالب عنایت صاحب ماموبننے کی خوشی میں ایک ہفتہ تک سب کے کیس فری میں لڑینگے لیکن۔ پروفیشن تو پروفیشن ہے نا۔ مرزا کی بات پر وہ روتی آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ جس پر مرزا بھی مسکرادیا کیونکہ وہ کامیاب رہا تھا اپنے کام میں۔

ایسے ہی ہنستی رہا کرو کیونکہ جب بہنے ہنستی ہیں نا بھائیوں کی پوری دنیاں کھلکھلا اٹھتی ہے۔ مرزا اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ جس پر پری نے اسکا وہی ہاتھ تھام لیا۔ پھر اشارہ سے خاموش کھڑی مشال کو اپنے پاس بلایا۔

بھائی! مشی! آپ دونوں وعدہ کریں کے گھر میں اس بارے میں آپ لوگ کسی کو نہیں بتا ینگے۔ پری کی بات پر دونوں نے فوراً اپنے ہاتھ واپس کھینچے۔

پاگل ہوگئی ہو پری تم چاہتی ہو اتنی بڑی خوشی کی بات ہم ان سے چھپایں۔ مشال نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں!

لیکن گڑیا ناہی یہ چھپانے والی بات ہے اور نا چھپنے والی۔ پھر۔ ابھی مرزا کی بات بیچ میں ہی تھی جب پری نے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔

بات کیسی ہے یہ میٹر نہیں کرتا ہے بھائی۔ سچائی یہ ہے کی یہ بچہ ضری کا ہے اور ضری اب ضارب ہے جسے یہ تک نہیں پتا ہے کی وہ شادی شدہ ہے یا انکے زندگی میں کبھی ایینجل ہوا کرتی تھی۔ اور آپ کے خیال میں گھر میں جب یہ بات ہوگی تو کیا وہ سوال نہیں کریں گے کی کون ہے میرا شوہر؟ کہاں ہے میرا شوہر؟

پلز آپ لوگ۔۔۔۔۔۔ وعدہ کریں کی۔۔۔۔۔۔۔ یہ بات ہمارے۔۔۔۔۔ درمیان ہی رہے۔۔۔۔ گی۔ پری ہلکے ہلکے غنودگی میں جاتے ہوئے بول رہی تھی۔ بے بس مرزا اور مشال نے اسکے پھیلے ہوئے ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اور پری وہیں پر سکون ہو کر بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

اب کیا کریں گے مرزا؟ مشال کی آواز پر مرزا اپنی سوچوں سے باہر آیا۔ پھر پری سے نظریں ہٹاتے ہوئے گویا ہوا۔

کرنا کیا ہے اب ہم دونو پری کا خیال رکھیں گے جب تک یہ بات چھپتی ہے چھپائے رکھیں گے اور کیا۔

مرزا مطلب آپ بھی۔ مشال نے صدمے سے اسے دیکھا۔

مشی ڈاکٹر نے کہا ہے پری کو سٹریس سے دور رکھنا ہے۔ اسکے علاوہ پری بات بھی سہی ہے کیا جواب دیں گے ہم بھائی کے سوالوں کا۔ ویسے بھی میں نے بھائی کا جھکاؤ دیکھا پری کی طرف اللہ نے چاہا تو بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اللہ کرے ایسا ہی اور پری کی یہ آزمائش اب ختم ہو۔

انشاللہ ایسا ہی ہوگا۔ اب تم پری کا پرس اٹھاؤ میں پری کو اٹھاتا ہوں۔ اور گھر چلتے ہیں۔ مرزا پری کو گود میں اٹھاتے ہوئے بولا۔

لیکن مرزا گھر میں کیا کہیں گے ؟

کچھ بھی کہ دینگے چار گھنٹے بعد جا کر بھی تو کچھ بہانہ بنانا ہے نا تو اب بنا دینگے بات ختم۔ مرزا کہتا روم سے نکل گیا مشال بھی سر ہلاتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

گاڑی عنایت ہاؤس کے پورچ میں روک کر مرزا نے پری کو گود میں اٹھایا ساتھ مشال کو اسکے میڈیسن پرس میں ڈالنے کو کہا۔

مشی!اب سے تمہیں پری کی پرچھائی بن کر رہنا ہے۔ اسے ہدایت دیتا وہ آگے بڑھا تھا۔ مشال بھی اسکے پیچھے اندر داخل ہوئی تھی۔

حال میں داخل ہوتے ان پر سب سے پہلی نظر ضارب کی ہی پری تھی۔ وہ پری کو مرزا کے سینے سے لگا بیہونش دیکھ کر فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔ پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا مرزا تک پہنچا۔

مرزا کیا ہوا ہے انھیں؟ لہجے میں فکر پریشانی بے چینی کیا کیا نہیں تھا۔ لیکن مرزا بنا اسکی طرف دیکھے بس ناک کے سیدھے میں چلا جا رہا تھا۔

مرزا کیا ہوا ہے میری بچی کو؟ حباء بیگم بھی آگے ایئں لیکن وہ پھر بھی نہیں رکا۔ وہ سیدھا چلتا ہوا حباء بیگم کے کمرے میں آیا پری کو بیڈ پر لٹاتا اچھے سے کمفٹر برابر کرتے ہوئے پلٹا جہاں سب گھر والے پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ ضارب کی آنکھیں غصہ سے لال ہو رہی تھی۔

مرزا کچھ بول کیوں نہیں رہے آخر ہوا کیا ہے میری بچی کو اچھی بھلی میں نے تمہارے ساتھ بھیجا تھا۔ حباء بیگم اب کے غصہ سے بولی۔

ماما پری کو آرام کی ضرورت ہے ہم باہر بات کریں پلززز۔ مرزا روم کی لائٹ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا باقی سب بھی اسکے پیچھے ہی باہر نکلے تھے۔

مرزا اب بکواس کرو گے تم کے انہیں ہوا کیا ہے؟ ضارب کا ضبط جواب دے گیا تھا۔
ماما ہم لوگ ہوٹل گئے

میں نے تم سے کہا تھا کی انکی طبیعت نہیں ٹھیک انہیں ہوٹلینگ نا کراؤ۔ ضارب اسکی بات کاٹ کر تقریباً چلّاتے ہوئے بولا جو اسکی ذات کا بلکل خاصہ نہیں تھا۔

بھائی پہلے پوری بات سن لیں۔ مرزا تحمل سے بولا۔

اچھا فرماؤ انکی اس حالت کا کیا جواز دینے والے ہو تم ۔ ضارب کا غصہ کسی حال کم نہیں ہو رہا تھا ۔

ماما ہم لوگ ہوٹل گئے تھے پری کی نازک طبیعت کا تو آپ کو پتا ہی ہے بس وہاں پر ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ دیکھ لیا اور محترمہ بیہونش ہو گئی ۔ بس ہم اسے ابھی اسے ڈاکٹر کے پاس سے ہی لے کر آرہے ہیں ۔ ڈاکٹر نے سکون آور انجیکشن لگائی ہے اسی کے زیر اثر سو رہی ہے اور کچھ نہیں ۔ مرزا کے صفائی سے بولے گئے جھوٹ پر مشال ایمان لے آئی تھی کے وہ واقعی ایک قابل وکیل ہے ۔

مرزا یہی وجہ ہے نا ؟ ضارب بے یقین ہوا ۔

ناجی ! بلکہ میرے اندر سچ میں عظیم مرزا غالب صاحب کی روح آگئی تھی ۔ اور میں نے انہیں اپنے شعر و شاعری سنا سنا کر بیہونش کر دیا ۔ مرزا اسکی تفتیش پر جل کر بولا ۔

تم ایسا کر بھی سکتے ہو ویسے بھی تمہارے پروفیشن میں تمہیں زبان چلانے کے ہی پیسے ملتے ہیں ۔ ضارب بھی انتہائی اطمینان سے بولا ۔

ہاں !سوال کرنا پیشہ میرا ہے اور سوال شیف صاحب کیئے جا رہے ہیں ۔ شیف صاحب جا کر کچن میں اپنے ہاتھوں کا جلواہ دیکھا یں ۔ میں نے تو اپنے زبان کے جوہر دکھا دئے ہیں ۔ مرزا نے آرام سے اپنے کچھ دیر پہلے کہے گئے جھوٹ کا اطراف کیا لیکن افسوس مشال کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ پایا ۔

آئندہ انہیں اس طرح باہر لے جانے سے پرہیز کرنا ۔ اور اگر لیجانا بھی ہوا تو اپنے ہوٹل لانا ۔ ضارب کی اس ہدایت پر مرزا چلتا ہوا اسکے پاس آیا پھر ایک ابرو اٹھاتے ہوئے اسکا نیچے سے اپر تک جائزہ لیا ۔

کیا ؟

وہ یہ کی بھائی صاحب ماما کی پیاری بیٹی ہیں انہوں نے کچھ نہیں کہا. صابر بھائی کی گڑیا ہے ۔ اور ماشاء اللہ سے وہ ایک قابل وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ایڈوائسر اور کونسلر بھی ہیں لیکن انہوں نے کوئی لب کشائی نہیں کی ۔ باتوں کی مشین مشال کی بیسٹ فرینڈ ہے اسنے تک اپنی زبان کو زحمت نہیں دی مجھے جھاڑ پلانے کیلیئے جبکہ وہ کوئی موقع نہیں جانے دیتی مرزا الٹطوفی کو سنانے کے ۔ مختصراً یہ کی چاچی بھا بھی احتشام یہاں تک کی رانیہ تک نے کچھ نہیں کہا کوئی سوال نہیں کیا کوئی نصیحت نہیں کی آپ کیوں ؟ مرزا نے ایئ برو اٹھائے

میں کیوں کیا ؟

یہی کے آپ کس خوشی میں آگ بگولہ ہورہے تھے ابھی کچھ دیر پہلے پھر مجھ معصوم پر سوالوں کے بوچھار کیئے اوراب نصیحتوں پراتر آئے ہیں۔ جبکہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کے آپ کے کوئی چانسیس نہیں ہے ایک تو بچی آپ سے سات سال چھوٹی ہے اپر سے پہلے ہی ریزو ہے۔ آخری بات مرزا نے ضارب کے کان میں کہی تھی۔ جس پر اس نے اسے گھورا۔

مامایار کھانا کھیلادیں صبح سے دو سلائس پر زندہ ہوں سوچا تھا ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ لنچ کا مزہ لونگا لیکن اس خوبصورت لڑکی نے بھوکے رہنے کا مزہ چکھادیا۔

ہاں !چلومیں کھانا لگواتی ہوں۔ حباء بیگم ضارب کا سرخ ہوتا چہرا دیکھ کر اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولی۔

مامامیں کچن میں انکے لیئے چکن سوپ بناتا ہوں وہ جب جاگے تو یاد سے پلادیجئے گا۔ ضارب اسے اگنور کرتا ہوا بولا۔

تھنکیو! تھنکیو سو مچ بھائی میری نیکی کی پری کے لیئے سوپ بنانے کے لیئے۔ سچ میں آپ جیسے ماہر شیف کے ہاتھوں کا بنا سوپ پی کر تو وہ صبح تک بالکل ٹھیک ہوجائے گی۔ بھائی آپ کے اس احسان کربدلہ

میں آپ کا ایک کس مفت میں لڑدونگا پرویس۔ مرزا آنکھوں میں شرارت لیئے شہ رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

فضول گوئی سے برہیز کرو مرزا ایسا نا ہو کی تمہیں اپنا کیس لڑنے کے لیئے دوسرے وکیل کو ہایر کرنا پڑے۔ ضارب دانت پیس کہتا وہاں سے کچن کی طرف چلا گیا۔

کیوں پریشان کرتے رہتے ہو اسے؟ جباء بیگم اسے چپت لگاتی ہوئی بولی۔

بس ان کی یادداشت میں اپنی بہن کو واپس لانا ہے۔ ویسے بھی بندے کی یادداشت چلی گئی لیکن پوزیسونیس برقرار ہے مطلب اتنا بھی پوزیسونا ہو بندہ کی کبھی خود سے تو کبھی اپنے معصوم بھائی سے جیلس ہو جائے۔ مرزا اونچی اونچی بڑبڑاتا وہاں سے نکل گیا۔ پیچھے سب بس مسکرا کر رہ گئے۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا۔ پری جاگ رہی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر چیت لیٹے بس نائٹ بلب کو پیلی روشنی میں چھت کو گھور رہی تھی۔ اسکا ایک ہاتھ اپنے پیٹ پر تھا جس سے وہ اپنا پیٹ سہلا رہی تھی۔ دائیں جانب مشال بے فکر سو رہی تھی۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے ٹرے کو دیکھا جس میں ایک کٹورا ٹھکن سے ڈھانکا ہوا تھا۔ یہ رات میں ملازمہ لے کر آئی تھی۔ اور کہ کر گئی تھی کے ضارب صاحب نے بھیجا ہے اور گرم گرم ہی پینے کے لیئے کہا ہے۔ لیکن وہ مشال کے لاکھ ضد کرنے پر بھی چمچہ کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔

جب بھول گئے تو خیال رکھ کر کیوں میری پریشانی بڑھا رہے ہیں۔ پری دل میں ضارب سے مخاطب ہوئی جب اسکے پاس سرگوشیاں شروع ہوئی تھی۔

اینجل پھر ہم اپنا بے بی لائیں گے۔

اینجل میں بلیو کلر کا بے بی کارٹ لاؤنگا۔ ہاں لیکن بے بی کارٹ میں اپنے سائیڈ پر سیٹ کرونگا۔ آپ بے بی کے لیئے فیڈر بنانا میں لیکن سیر لیک میں بناونگا آپ کی کوکنگ اچھی نہیں ہے۔

آپ کو نہیں پتا میں بھابھی سے پوچھتا ہوں۔

پھر آپ پرومیس کریں آپ ضری کے لیئے بے بی لائیں گی۔

پری زور سے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کمزوری ابھی بھی بہت ہو رہی تھی۔ گالوں پر آنسوں روانگی بہر رہے تھے جنہیں پوچھنے کی اس نے زحمت نہیں کی تھی۔ وہ اسی طرف چلتی ہوئی بالکنی میں آ کھڑی ہوئی۔ نظریں دور آسمان پر جمائی جہاں چاند اتنے ستاروں کے بیچ بھی تنہا تھا۔

ماما کیوں چلی گئی آپ اپنی چاند سی کو چھوڑ کر؟

ماما اب مجھے اپنے اس نام کا مطلب سمجھ آیا ہے میں بھی چاند جیسی ہی تھی نا۔ نا کوئی رشتہ دار نا کوئی اپنا بھائی بہن دوست تنہا اور اب دیکھیں اب میرے پاس سارے رشتہ موجود ہیں۔ لیکن چاند سی میں ابھی بھی ہوں سب کے درمیان تنہا ہوں ماما کیوں چھوڑ گئی آپ؟

نا آپ جاتیں نا میں یہاں آتی اور نہیں یہ سب ہوتا۔ وہ خود سے ہم کلام تھی یہ جانے بغیر کی کوئی دوسرا بھی اسے دیکھ رہا ہے بے چینی سے۔

ماما آپ کو پتا ہے میں یہاں آ کر بہت خوش تھی اپنے ضری کے ساتھ۔ ماما میں اسکے ساتھ ایک لاپرواہ زندگی کسے کہتے ہیں اسکا مطلب سمجھ رہی تھی اسے انجوئے کر رہی تھی لیکن۔ پری نے اپنے آنسوں صاف کیئے۔

لیکن ماما میں وہ مجھے بھول گیا ماما وہ اپنی اینجل کو بھول گیا جانتی ہیں ماما وہ اپنی اینجل کو کب بھولا؟ ۔ جب اسکی اینجل نے اسکے لیئے خود کو بھلادیا ۔ ماما میں بھول گئی تھی کے میں پری ہوں مجھے تو بس اتنا یاد تھا کی میں اپنے ضری کی اینجل ہوں ۔ پری نے پھر اپنے آنسو صاف کیئے ۔

ماما میں بھی اسے بھولنا چاہتی تھی ۔ جو کے آسان نہیں تھا ۔ لیکن میں کوشش تو کررہی تھی نا ۔ لیکن دیکھیں نا ماما اب تو وہ کوشش بھی ناممکن ہوگئی ہے کیونکہ کیونکہ اب یہ ۔ اسنے اپنے پیٹ کے طرف اشارہ کیا ۔

یہ میرے ضری کی پرچھائی اسکے وجود کا حصہ میرے وجود میں سانس لینے لگا ہے ۔ بتائیں نا ماما اب کیسے بھولوں میں ضری کو جو ایک چھلاوا تھا اصل تو ضارب عنایت ہے ۔ ابھی پری کچھ اور بولنے والی تھی جب ضارب کے ٹیرس پر اسے سایہ نظر آیا ۔

وہ بنا دیر کیئے بالکنی کا دروازہ بند کرتی کمرے میں آگئی ۔

ادھر ضارب غصہ سے ریلینگ پر ہاتھ مارا تھا جو اپنی کھڑکی سے اسے دیکھ کر ٹیرس پر آیا تھا ۔ اور اسے بار بار آنسوں پوچھتا دیکھ کر سننے کے غرض سے آگے بڑھا تھا اور اسکی نظروں میں گیا ۔

صبح پری فجر کی نماز پڑھ کر تلاوت کے بعد ہی ایک نئے عزم کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کی وہ اب ضارب سے نہیں چھپے گی۔ اور یونیورسٹی سٹارٹ ہوتے ہی کسی طرح ماما کو مرزا کی مدد سے راضی کرتے ہوئے ہوسٹل چلی جائے گی۔

وہ گارڈن میں جانے کے غرض سے ابھی بیرونی دروازے تک ہی پہنچی تھی کے ضارب کو مین ڈور سے ٹریک سوٹ میں اندر آتا دیکھ فوراً کچن کی طرف بڑھی۔ کیونکہ ابھی گھر میں سب سو رہے تھے اس کا یہی خیال تھا کی ضارب نے اسے نہیں دیکھا ہے وہ اسکے کمرے میں جاتے ہی خود چہل قدمی کے لیئے گارڈن میں چلی جائے گی۔

اسلام علیکم۔ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟ ضارب کچن میں داخل ہوتا فریش سا بولا۔ جس پر پری اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔ پھر بنا ادھر ادھر دیکھے وہاں سے جانے کے لیئے دروازے کی طرف بڑھی جہاں پہلے سے ہی ضارب پھیل کر کھڑا تھا۔

ارے میڈم آپ کی طبیعت پوچھی ہے اور آپ کدھر چلی۔ ضارب تھورا اور پھیلتا ہوا بولا۔ پری نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی۔

مانا کی اللہ جی میں نے ابھی آپ سے کہا ہے کی میں ان کا
جھانسی کی رانی بن کر مقابلہ کرونگی۔ تو کیا اب یہ ضروری تھا آپ کے لیئے ابھی امتحان لینا۔ پری منہ ہی منہ
بڑبڑائی۔

خیریت بتانے کے اس طریقہ سے میں ناواقف ہوں آپ عام انداز میں ہی بتادیں۔ ضارب کا اشارہ اسکی بڑبڑاہٹ کی طرف تھا۔

جی اللہ کے کرم سے میں اب بالکل ٹھیک ٹھاک آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔ اور میں اب واکینگ کے لیئے گارڈن جانا چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے راستہ دے سکتے ہیں؟ پری نے ابھی نہیں تو کبھی نہیں والی بات پر عمل کیا۔

واہ یہ ہماری اب تک کی ساری ملاقاتوں میں آپ کی طرف سے کی گئی سب سے لمبی گفتگو ہے میں آج کی تاریخ اپنی ڈائری میں مینشن کرونگا۔ ضارب بنا ہٹے مسکرا کر بولا۔

جی ضرور کریں آج پچیس تاریخ ہے آج۔ اب راستہ دیں پلز۔ پری نے اسے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

ایک بات تو بتائیں آپ نے کوئی میرا قرض لیا ہوا ہے کیا جو کبھی مجھ سے چھپنے کے لیئے کمرے میں قید ہوتی ہیں۔ تو کبھی ماما کے پلوّ میں چھپنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تو کبھی مجھے دیکھتے ہی راستہ بدل دیتی ہیں۔ ضارب اپنی انگلی پر گنتے ہوئے بولا۔

جی لیا ہے کبھی فرصت میں ادا بھی کر دونگی ابھی میں چلوں۔ پری نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

چلیں پھر جیسا کی آپ کی طبیعت نہیں ٹھیک تو ایک اور قرض لے ہی لیں۔ میں اپنے لیئے فریش جوس بنانے لگا ہوں۔ آپ یہاں بیٹھیں جوس پی کر واک لیئے چلی جائیں زیادہ انرجیٹیک فیل کریں گی۔

جی ضرورت نہیں ہے۔ پری نے قطعت بھرے لہجے میں کہا۔

لیکن مجھے ضرورت ہے۔ ضارب اسکا ہاتھ پکڑ کے اسے کرسی پر بیٹھاتے ہوئے بولا۔ پری فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

اتنی عنایتیں نا کریں عنایت صاحب کیونکہ جب عنایت کرنے والے اپنی عنایتوں کے ساتھ اس انسان کو بھی بھول جاتے ہیں نا بہت تکلیف ہوتی ہے۔ وہ تو بہت آسانی سے سب بھول جاتے ہیں

لیکن سامنے والے کو سانسیں تک مشکل سے آتی ہے۔ پری نے آج اپنے دل کے زخم ڈھکے چھپے انداز میں کھولے تھے۔

چلے جانے والے کو بھول جانا اور آنے والوں کو قبول کرنا ہی عقلمندی ہے۔ ضارب کچھ سوچتا ہوا بولا۔

کنارے پر کھڑے ہو کر دریا کی گہرائی کا اندازہ لگانا بہت آسان ہوتا ہے۔ کبھی ڈوبنے والے سے پوچھ کر دیکھیں پھر پتا چلے گا گہرائی کیسے کہتے ہیں؟ پری اپنی بات کہتی کرسی ہٹا کر آگے بڑھی تھی۔ جب اسے عقب سے آتی ضارب کی آواز نے اپنی جگہ فریز کیا۔

کیا آپ نہیں جاننا چاہیں گی کے میں آپ کو کو کب سے جانتا ہوں؟

جاری ہے۔

کب سے جانتے ہیں آپ مجھے؟ پری نے پلٹ کر بے چینی سے پوچھا۔ شائد آج اسکے بہت بڑے سوال کا جواب ملنے والا تھا۔

ویل آپ پہلے بیٹھ جائیں ورنہ چکر آکر پھر گر گئیں تو میں کہاں لے کر بھاگونگا؟ اتنی صبح تو شائد ڈاکٹر بھی نا اٹھا ہو۔ ضارب مسکراتے ہوئے کرسی کھینچ کر بولا۔ اور نا چاہتے ہوئے بھی پری کو بیٹھنا پڑا کیونکہ اسے جاننا تھا۔

اسکے بیٹھنے پر ضارب پرسکون سا فریج کی طرف بڑھا پھر وہاں سے فروٹس نکال کر انہیں دھونے کے لیئے سینک میں ڈالا۔ اب وہ جوس مشین کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اب آپ بتائیں گے پلز۔ پری کا ضبط یہیں تک تھا۔ جس پر وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔

میں نے آج سے تقریباً چار سال پہلے پہلی بار آپ کو ہوسپٹل میں دیکھا تھا۔ گو کے اس ملاقات میں میں نے آپ پر سرسری سا ہی نظر ڈالا تھا۔ کیونکہ اس وقت میری نظروں کا مرکز کوئی اور تھی۔ اور آپ اس وقت بہت چھوٹی بھی تھی دو پونیوں والی لڑکی۔ ضارب ہنستے ہوئے بولا۔

کون تھی اس وقت آپ کی نظروں کا مرکز؟ اور آپ نے مجھے کس ہوسپٹل میں دیکھا پلز کمپلیٹ بات کریں۔ پری نے بے چینی سے کہا۔

صبر رکھیں سب بتانے لگا ہوں ۔ یہ لیں آپ یہ ایپل کھائیں میں آپ کو ساری ڈیٹیل دیتا ہوں ۔ بٹ پلز بیچ میں انٹر پٹ نا کرنا ۔ ضارب اسکے آگے کاٹے ہوئے سیب کی پلیٹ رکھتے ہوئے بولا ۔ لیکن پری نے اس پر دھیان نہیں دیا تھا اسے ابھی اپنی الجھن اپنے سوال کا جواب چاہیئے تھا ۔

چار سال پہلے میں نے آپ کو ایک کارڈیالوجسٹ کے پاس دیکھا تھا ۔ جو میرے ایک دوست کے پاپا کا ہوسپٹل ہے اور میں وہاں گیا بھی ایک دوسرے دوست کے مام کی عیادت کے لیئے تھا ۔ ضارب جوس کے لیئے سنترہ چھلتے ہوئے بول رہا تھا ۔ پری ایک ٹک اسے حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ۔

جب میں انکی عیادت کر کے نکل رہا تھا تب کوریڈور میں میری نظر آنی پر پڑی تھی ۔ فرسٹ لک میں تو وہ مجھے ماما ہی لگی اس لیئے میں حیرانی اور کچھ پریشانی سے انکی طرف بڑھنے والا تھا ۔ جب آپ نے انہیں ماما کہ کر بلایا ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ موجود دوسری خاتوں نے آنی کو انکے نام صباء باجی کہ کر مخاطب کیا تھا ۔

مجھے تب بھی یقین نہیں آیا کی وہ میری ماما نہیں کوئی اور ہیں ۔ لیکن جب میں نے نرس کو انہیں صباء احمد کہتے سنا تب مجھے یقین کرتے ہی بنی ۔ لیکن میری الجھن برقرار تھی ۔ مطلب کوئی

اتنا سیمیلر کیسے ہو سکتا ہے۔ ضارب پری کے آگے جوس کا گلاس رکھتا ہوا بولا۔ جو حیرانی سے اسکی بات سن رہی تھی۔

پھر؟ پری نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

پھر میں نے گھر آ کر ماما سے کچھ اس انداز میں سوال کیا کی انکے پاس چھپانے کا کوئی راستہ ہی نہیں بچا۔ آپ جوس پئیں۔ ضارب نے جوس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا جس پر وہ بدمزہ ہوئی۔

آپ بتائیں پوری بات پہلے۔ پری نے گلاس سائیڈ کرنا چاہا جس میں وہ ناکامیاب رہی۔

آپ پہلے گلاس ختم کریں دیں۔ ضارب نے جیسے شرط رکھی۔

یہ لیں کر دیا ختم اب بتائیں۔ پری ایک ہی سانس میں گلاس ختم کرتی گلاس ٹیبل پر پٹختے ہوئے بولی۔ جس پر ضارب مسکراتا ہوا اسے آگے بتانے لگا۔

پھر ماما نے روتے ہوئے مجھے بتایا کی انکی ایک ٹوین سیسٹر ہوا کرتی تھی جو انکی شادی کے وقت کسی وجہ سے ان سے بچھڑ گئی تھی۔ پھر ان لوگوں کے لاکھ ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملی۔ ماما نے آنی کا نام بھی بتایا تھا۔

جسے سن کر میں بہت خوش ہوا۔ اور انہیں سپرائز دینے کے غرض سے ہوسپٹل سے اڈریس نکال کر آپ کے گاؤں آپ کے گھر پہونچا گیا۔ آنی سے مل کر میں نے انہیں اپنا تعارف کرایا اس وقت آپ گھر نہیں تھی شائد کالج میں ہونگی۔ ضارب نے خود ہی اندازہ لگا لیا تھا۔ جبکہ پری منہ سئے بس ضارب کو دیکھ رہی تھی۔

میں آنی کو اپنے ساتھ عنایت ہاؤس لانا چاہتا تھا۔ لیکن آنی نے تو بدلہ میں میرا ہی ہاتھ اپنی قسم دے کر باندھ دئے کی میں آج کے بعد نا اس گاؤں دوبارہ آونگا اور نا ہی کسی کو آنی کے بارے میں بتاونگا۔ میں نے بہت احتجاج کیا تھا لیکن۔ ضارب نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

لیکن میں آنی کے قسم سے مجبور تھا اس لیئے انہیں عنایت ہاؤس کا پرمنٹ نمبر دے کر چلا آیا تھا۔ کیونکہ وہ مجھ سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ کی کہیں آپ کو شک نا ہو جائے۔ ضارب نے اپنا جوس کا گلاس منہ کو لگایا جبکہ پری بالکل خاموش ہو چکی تھی۔

صرف اسکے لب ہی نہیں آنکھیں بھی خاموش ہوگئی تھی۔ آخر آج اسے اپنے سوال کا جواب مل ہی گیا تھا کی اسکی ماما کو عنایت ہاؤس کا کیسے پتا چلا یہاں کا نمبر کہاں سے ملا اور وہ اتنے کانفیڈینٹ کے ساتھ کیسے کہہ رہی تھی کی تمہاری آنی تمہارا بہت خیال رکھے گی۔ اس نے اس سوال کا جواب پہلے دن سے ڈھونڈھنا چاہا تھا جس کے لیئے اس نے جباء بیگم سے لیکر مرزا سے تک پوچھ لیا تھا۔ اور سب نے لاعلمی ہی ظاہر کی تھی۔ سو آج یہ معمہ حل ہو ہی گیا۔

میڈم کہاں کھو گئیں؟۔ جاننا نہیں چاہیں گی میں نے انچول پہلی بار آپ کو کب دیکھا؟۔ ضارب اسکے آنکھوں کے آگے ہاتھ لہراتے ہوئے پوچھا۔

کب؟ پری نے غیر توجہی سے سوال کیا۔

آپ کے کالج کے سائنس اگزیبیشن کا پیٹیشن میں جہاں آپ نے کاربنڈائی آکسائیڈ پر اسائنمینٹ بنا کر فسٹ پرائزوِن کیا تھا۔ اور میرے ہاتھوں انعام کی رقم اور گلدستہ لیا تھا۔ ضارب اسے یاد کراتے ہوئے بولا۔

مطلب وہ آپ تھے؟ پری نے حیرانی سے پوچھا۔

اللہ کیا یہ دن بھی دیکھنا تھا۔ تب سے میں جسے بھولا نہیں۔ اسے یاد تک نہیں کیا قسمت پائی ہے ویسے۔ ضارب منہ بناتے ہوئے سوچا۔

آپ نے کچھ کہا؟

جی میں ہی تھا اکچولی جانا بابا نے تھا عین ٹائم پر ہوٹل میں کچھ امپورٹنٹ کام نکل آیا تھا۔ جس کی وجہ سے بابا نے مجھے بھیج دیا اور۔ ابھی ضارب کی بات درمیان میں ہی تھی کے باہر زور سے مشترکہ سلام کرنے کی آواز آئی۔ وہ آواز کو پہچانتا خوشی تمتماتے چہرے کے ساتھ ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ لیئے تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ جبکہ پری حیران ہوتی کچن کے ڈور تک آئی۔ اور حیرانی سے باہر کا منظر دیکھنے لگی۔

جہاں ضارب ایک عورت کے گلے مل رہا تھا۔ اور اسکے پیچھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی لگیج پکڑے کھڑے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پورا عنایت ہاؤس جمع ہو گیا تھا۔ سب ہی ان سے بڑی والہانہ انداز میں مل رہے تھے۔ اتنے شور میں آواز تو نہیں آرہی تھی لیکن جو بھی تھے عنایت ہاؤس کی بہت خاص ہستی تھیں۔

پری کو وہاں جانا مناسب نا لگا اس لیئے وہ گارڈن جانے کا ارادہ ملتوی کرتی پیچھے سے بچتی بچاتی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ ویسے بھی کسی کا دھیان اس طرف نا تھا کیونکہ سب کے سارے دھیان کے دھاگے تو ان تین نئی ہستیوں سے جڑے تھے۔

مشی! بیٹا پری نہیں آئی نیچے کیا ابھی تک سو رہی ہے؟ جباء بیگم نے عرفہ سے بات کرتی مشال کو مخاطب کیا۔

نہیں! تائی ماما جب میں نیچے آئی تھی تب پری روم میں نہیں تھی۔ مشال نے جواب دیا۔ جس پر ضارب کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ نے جگہ لی جو مرزا سے نہیں چھپ سکی۔

کہیں آپ نے تو نیکی کی پری کو کڈنیپ نہیں کیا ہے نا؟ مرزا اسکی طرف جھک مشکوک انداز میں پوچھا۔ کیونکہ سائیڈ پر عارف بیٹھا تھا۔

تم سے بس بکواس کرا لے بندہ۔ ضارب اپنا فون نکالتے ہوئے بیزارگی سے بولا۔

دیکھیں اگر ایسا ہے تو وکیل گھر میں ہی ہے بلکہ آپ کے بغل میں ہی میں نیکی کی پری کو ڈھونڈھنے کے لیئے میں زمین آسمان ایک کر دونگا۔ مرزا ایک دم ڈرامائی انداز میں بولا۔

میں سوچتا ہوں وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جب بابا نے تمہیں لا (قانون کی پڑھائی) کرنے کی اجازت دی تھی۔ ضارب بھی اسی طرح جھک سر گوشی میں دانت پیس کر بولا۔ ویسے بھی آج کل اسے اپنا بھائی نہایت ہی زہر لگ رہا تھا۔

مشی! بیٹا جا کر دیکھنا تو بچی کی طبیعت زیادہ تو خراب نہیں ہو گئی گیارہ بجنے والے ہیں۔ حباء بیگم گھڑی کی طرف دیکھتی فکر مندی سے بولی۔ ابھی مشی اپنی جگہ سے کھڑی بھی نہیں ہوئی تھی کے عرفہ کی چہکتی آواز پر سب متوجہ ہوئے۔

واو بیوٹیفل! یار یہ خوبصورت پری کون ہے؟ عرفہ کی چہکتی آواز پر سب کی بے ساختہ نظر دروازے کی طرف اٹھی تھی جہاں پری دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے ہوئے کنفوز ہو رہی تھی۔

پری کے خیال میں تو اب تک سب آفس جا چکے ہونگے اور مہمان بھی آرام کر رہے ہونگے تو وہ ماما سے مل کر آجائے گی لیکن حال میں سب کو بیٹھا دیکھ وہ پلٹنے والی تھی کے عرفہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔

ویسے عرفہ آپ نے انھیں خوبصورت پری کہا میں انہیں نیکی کی پری کہتا ہوں۔ بیکاؤزماما کو لگتا ہے کی یہ ان کی کسی نیکی کے صلے میں انہیں ملی ہے۔ کیوں ماما؟ مرزا اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر پری کو ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اندر لاتا ہوا بولا۔ جو ہمیشہ کی طرح ضارب کو سخت ناگوار گزرا تھا۔

ان سے ملیں نیکی کی پری یہ ہے میری بیوٹیفل ڈارلنگ پھوپی جنکا نام ہے زرینہ جی۔ جن سے تم قطعاً ناواقف ہو۔ مرزا پری کو زرینہ بیگم کے پاس لاتے ہوئے بولا جو پری کو بڑی محبت سے دیکھ رہی تھی آخر دیکھتی کیوں نہیں انکی بیسٹ فرینڈ کی اکلوتی اور آخری نشانی جو تھی۔

یہ امریکہ میں ہوتی ہیں۔ اور یہ بیوٹیفل لڑکی جو تمہیں نظر آرہی ہے انہیں لوگ ڈاکٹر عرفہ کے نام سے جانتے ہیں۔ گیانا کا لوجیسٹ ہیں یہ۔ اور وہاں کے ایک جانے مانے مشہور و معروف ہوسپٹل میں اپنے خدمات انجام دے رہی ہیں۔ اور یہ۔ اب اسکا رخ ضارب کے پاس بیٹھے عارف کی طرف تھا۔

مرزاماماان کا تعارف سب سے کرا سکتی ہیں۔ تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت بالکل بھی نہیں ہے۔ ضارب بظاہر چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولا تھا۔ لیکن اسکا دانت پیسنا مرزا سے چھپا نہیں رہا تھا۔ اس لیئے ضارب کو مزید آگ لگانے کے غرض سے وہ پری کی کلائی چھوڑ کر ضارب سامنے رکتے ہوئے دوبارہ اچھے پکڑی۔

اب جب مرزا غالب عنایت صاحب کے عنایات درکار ہیں تو کوئی اور زحمت کیوں کرے بھلا ویسے بھی میں خوبصورت لڑکیوں کے لیئے ہر وقت اویلبل ہوتا ہوں۔ مرزا جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

مرزا سدھر جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا تمہاری صحت کے لیئے۔ ضارب نے ہلکی آواز میں اسے دھمکی دی۔ لیکن ادھر پرواہ کسے تھی۔

نو چانس بھائی۔ ہاں تو میں بتا رہا تھا ان کے بارے میں۔ مرزا ضارب کو اگنور کرتا ہوا بولا۔

یہ ہیں ڈاکٹر عارف صاحب بون سرجن ہیں وہیں پر۔ اور۔

بس کرو بدمعاش بچی کو پریشان نا کرو۔ بیٹا آپ ادھر میرے پاس آو اس نالائق کو تو عادت ہے سب کو تنگ کرنے کی۔ زرینہ بیگم پری کو کنفوز ہوتا دیکھ کر اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ جس پر مرزا منہ بسورتا ہوا اپنی جگہ پر چلا گیا۔

کیا کریں پھوپھی اسکا پیشہ ہی بکواس کرنے کا بس جہاں موقع ملا جناب شروع ہو جاتے ہیں۔ ضارب نے پری کا ہاتھ پکڑنے کا بدلہ نکالا۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔آئی اگری۔ سب نے قہقہ لگایا تھا۔ ساتھ عارف نے ضارب کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

ہاں !ہاں !آپ اب پیشہ پر تو ائینگے ہی شیف صاحب یہاں وکیل صاحب کے زبان کو اتنی اہمیت مل رہی ہے اور شیف صاحب کے ہاتھوں کی بنی سوپ اپنی ناقدری پر کچن کے سلیب پر پڑی رو رہی ہے۔ مرزا صوفے پر پیچھے ٹیک لگاتے ہوئے آرام سے بولا۔ لیکن ضارب کا سکون غارت کیا۔

کیا مطلب انہوں نے سوپ نہیں پیا؟ ضارب پری کو دیکھتا ہوا مرزا سے پوچھ رہا تھا۔

سلیب پر رکھا ٹرے تو یہی کہتا ہے کی اس سے ایک چمچ چکھا بھی نہیں گیا ہے باقی مجھے نہیں پتا۔ مرزا نے کاندھے اچکا کر لاعملی ظاہر کی۔

Thisisnotdonepari.
ضارب صوفے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ جس پر مرزا صرف مسکرا سکتا تھا۔

بیٹا میں آپ کی ماما کی بیسٹ فرینڈ تھی۔ یہاں تک کی ہماری برتھ ڈیٹ میں بھی صرف تین دن کا فرق تھا۔ صباء حباء سے تین منٹ بڑی تھی اور میں ان دونوں سے تین دن بڑی۔ ہماری بونڈنگ کافی سٹرونگ تھی اس لیئے ہم اکثر ساتھ ہوتے تھے۔ کئی بار تو لوگو ہم تینوں میں کنفوز ہوجاتے تھے کی ٹوین کون دونوں ہے۔ کیوں حبا؟ زرینہ بیگم ہنستے حبا بیگم کی تائید چاہی جس پر وہ اثبات میں سر ہلاتی مسکرا دی تھی۔ پری کے ساتھ باقی سب ہنس پڑے۔

ہاں! پھر اسکے بعد آپ لوگ ڈی این اے رپورٹ لیکر آتی ہونگی رائٹ۔ وہ مرزا ہی کیا جو خاموش بیٹھ جائے۔

اگر خوش قسمتی سے میں سائنٹسٹ ہوتا تو مجھے سب سے پہلے زبان بند کرنے کوئی مشین ایجاد کرنا تھا۔ ضارب حسرت سے بولا۔ جس پر مرزا ڈھٹائی سے مسکرایا۔

ہم نے سکول کالج یونی سب ساتھ میں ہی کیا تھا بس تمہاری ماما نے ایک غلطی کی تمہاری بابا سے شادی کرکے۔ اور۔ انکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پری اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

معذرت کے ساتھ آنی میری ماما نے گھر سے باہر نکل کر غلطی کی تھی جس کا انہیں اپنی آخری سانس تک افسوس تھا۔ میرے بابا سے شادی کر کے انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ پری قطعی انداز میں بولی آنکھیں جھلملائی تھی۔ لیکن اسے آج اپنے مرے ہوئے ماما بابا کو ڈیفین کرنا تھا۔

میرے بابا ایک آئیڈیل انسان آئیڈیل ہسبنڈ تھے۔ انہوں نے ایک پاکیزہ محبت کی اسے ایک پاک رشتہ کا نام دیا۔ ان سے جتنا ہو سکا انہوں نے ماما کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اپنی آخری سانس تک انہوں نے ماما سے اپنا وعدِ وفا نبھایا۔ ان کے جانے کے بعد بھی ماما بے آسرا بے گھر نہیں ہوئی تھی۔ ہماری سر پر ایک عزت کی چھت تھی۔ اپنا روزگار کا حلال زریعہ تھا۔ اور بابا نے جن لوگوں کے ساتھ نیکی کی تھی ان لوگوں کا سہارا بھی تھا۔ پری نے بہترین لفظوں میں اپنی بابا کی وکالت کی تھی۔

بیٹا میرا آپ کو ہرٹ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ زرینہ بیگم کچھ شرمندہ ہوئی کے انہیں ایسا نہیں بولنا چاہیئے تھا۔ باقی سب بھی خاموش تھے۔ پری انکی بات پر اپنے آنسوں پوچھتی دوبارہ انکے پاس بیٹھ کر ان کے ہاتھ تھامے۔

میں آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی آنی۔ میں بس اپنے بابا کو ڈیفین کر رہی ہوں۔ کیونکہ میں نے میرے بابا کی ڈائری پڑھی ہے۔ میرے بابا نے یہ شہر ماما کی ضد پر چھوڑا تھا اور عنایت ہاؤس سے رابطہ نا کرنے کی وجہ انکی خودداری تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کی کوئی یہ سمجھے کی بابا یہاں کسی جائداد کی لالچ

میں کال کرتے ہیں۔ پری ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتی ہوئی بولی۔ وہ بہت اپنے اپنے بابا کی ڈائری پڑھ کر ساری حقیقت جان چکی تھی لیکن اس نے کبھی صبا بیگم کو احساس نہیں ہونے دیا تھا اس کا۔

آنی میرے بابا کا کوئی سر نیم نہیں تھا۔ لیکن مجھے اس بات کا فخر ہے کی میرے نام کے آگے بابا کا نام لگتا ہے۔

مجھے فخر ہے کی میں احمد جہازیب کی بیٹی ہوں۔ پری فخر سے گردن اکڑا کر بولی۔ جس پر سب کو اس پر ڈھیروں پیار آیا جس کا زرینہ بیگم نے اظہار کرتے ہوئے اسے گلے بھی لگایا تھا۔

بھئی! مجھ سے بھی مل لو میں کب سے لائن میں کھڑی ہوں۔ جبکہ سب سے پہلے تم پر میری ہی نظر پڑی تھی۔ عرفہ پری کا دھیان اپنی طرف کراتی ہوئی بولی۔ جس پر پری اٹھ کر مسکراتے ہوئے اسکے پاس بیٹھ گئی۔

بھئی! مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کی یہاں آکر مجھے اتنی پیاری سویٹ سی سسٹر ملنے والی ہے ورنہ میں پہلے ہی آجاتی۔ عرفہ پری کے گال کھینچتے ہوئے بولی۔

میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ عارف نے بھی حصہ لیا۔

ویسے تم مجھے عرفہ آپی کہنا مجھے اپنے لیئے آپی کا لفظ سننے کا بڑا شوق ہے۔

جی عرفہ آپی مجھے بھی آپی کا بڑا شوق تھا۔ یہ مشی نے تو مجھے کچھ کہنے ہی نہیں دیا۔ پری نے مشال کی طرف اشارہ کیا جو۔ منہ بنا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

ویسے پری مشی بیچاری پہلے خود تو بڑی ہو جائے جب تمہیں کہنے دینگی۔ ابھی تک تو وہ مجھ سے ایک چاکلیٹ کیلیے لڑتی ہیں۔

ہاں! جیسے مرزا صاحب تو دل دریا من سمندر کرتے ہوئے میرے نام ساری فیکٹری کرا آئیں ہیں ابھی تک میری چاکلیٹ فریج سے چرا کر کھاتے ہیں۔ ان فیکٹ کل رات ہی کھائی ہے۔ مشال بھی تنک کر بولی۔

لاکر کس نے دی تھی تمہیں چھپکلی۔ کل رات کھائی ہے۔ مرزا اسکی نقل اتارتے ہوئے بولا۔

کسی کو کوئی چیز دے دینے کے بعد چیز اسکی ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد اس پر نظر ڈالنا بھی چوری کہلاتی ہے۔ مرزا لاير صاحب۔ مشال بھی آج فارم میں آئی تھی۔

تم دونوں ابھی بھی ویسے ہی لڑتے ہو؟ عارف نے حیرت سے پوچھا۔

ابھی سے کیا مراد ہے عارف بھائی یہ لوگ تو ایسے ہی ہیں۔ ادھر ملے ادھر لڑائی شروع۔ پری نے ہنستے ہوئے کہا۔ جس پر سب بس ہنس ہی سکتے تھے۔

میرے ساتھ بات کرتے محترمہ کو بڑی تکلیف ہوتی ہے دو منٹ ہوئے ہیں اپنے عزیز جان بھائی سے ملے اور شروع ہو گئی باتیں کرنے۔ ضارب پری پر نظر جمائے جل کر سوچا جو اس پر نظر ڈالے بغیر سب سے بات کر رہی تھی۔

آج زرینہ بیگم لوگوں کو آئے تیسرا دن تھا۔ اور اتفاق سے سنڈے بھی اس لیئے آج لنچ کی زمداری ہمیشہ کی طرح ضارب کی تھی اور شیف صاحب دو سے تین ملازم کے ساتھ کچن میں دو گھنٹے سے گھسے ہوئے تھے۔ اور کسی کو بھی اندر آنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا۔

سب لوگ حال میں بیٹھے لنچ کا انتظار کر رہے تھے۔ مشال عرفہ پری اور راحبہ بھابھی کی الگ محفل تھی۔ ان دو دونوں میں پری عرفہ سے کافی گھل مل گئی تھی کیونکہ وہ تھی ہی اتنی اچھی۔ جبکہ تینوں بیگموں کی الگ محفل لگی تھی۔ احتشام اور عارف چیس کھیل رہے تھے۔ جبکہ مرزا کھانے کی اشتہار انگیز

خوشبو سے اپنی بھوک بڑھا رہا تھا ساتھ دہائیاں بھی دے رہا تھا جس پر کسی نے کان دھرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

جی ٹیبل لگ گیا ہے ضارب صاحب نے آپ سب کو آنے کے لیئے کہا ہے۔ ملازم معدب سا اطلاع دیکر چلا گیا۔ مرزا تو سپرنگ کی طرح اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

لگتا ہے میرے پیٹ میں دور رہے چوہوں کی دعائیں رنگ لے آئی۔ چلیں سب ورنہ شیف صاحب نے مجھے کھانا نہیں دینا ہے۔ مرزا سب کو زبردستی اٹھاتا ہوا بولا۔

سب ڈائینگ ٹیبل کے اطراف بیٹھ چکے تھے۔ جب ضارب ڈھیلے ڈھالے ٹراوزر میں آکر اپنی چیر کھینچتا بیٹھ گیا۔

ویل سب آج پہلے یہ ڈیش ٹرائی کریں۔ میں نے پہلی بار گھر میں ہی ٹرائی کیا ہے ابھی میرے ہوٹل کے مینیو میں بھی نہیں آیا۔ ضارب سب کو سفید چھوٹے چھوٹے کٹوریوں طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

یہ ہے کیا؟ عرفہ نے چمچہ منہ کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔

ڈیزرٹ ہے۔ ضارب نے جواب دیا۔ اب سب ایک ایک سپون اپنی منہ میں لے رہے تھے۔ پری بھی نے بھی کچھ سوچتے ہوئے ایک چھوٹا سا بائٹ لیا۔

بھئی! ہے تو بڑا شاندار بنایا کس سے ہیں۔ زرینہ بیگم نے تعریف کرتے ہوئے پوچھا۔ سب نے جواب طلب نظروں سے ضارب کی طرف دیکھا۔

جی پیپیتا سے۔ ضارب کے جواب دینے کی دیر تھی۔ مرزا فوراً ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا پری کے پاس آیا۔ سب ابھی کچھ سمجھتے کی وہ پری کا منہ اپنی طرف کرتا اپنا ہاتھ اسکے منہ کے آگے کیا۔

پری! اسے واپس تھوکو فوراً۔ مرزا عجلت میں بول رہا تھا باقی سب تو ابھی کچھ سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔

بٹ بھا۔

آئی سیڈ تھرو اٹ ڈیمٹ۔ مرزا تقریباً چلاتے ہوئے بولا۔ تو پری ڈر کر اسکے ہتھلی پر منہ میں موجود میٹھے کو تھوک دیا۔ جس پر مرزا کچھ سکون کا سانس لیتا اسکا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔ پھر مشال کی طرف گھومتے ہوئے عجلت میں بولا۔

مشی! پری کو فوراً واشروم لے جاؤ اور اسے اچھے سے کلی کراؤ جلدی۔ مرزا کا انداز ہی اتنا عجلت بھرا تھا کی مشال بنا ایک پل گوائے وہاں سے نکل گئی۔

یہ کیا بے ہودگی تھی مرزا۔ ضارب اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا ناگواری سے پوچھا۔

میں پہلے اپنا ہاتھ دھولوں پھر بتاتا ہوں۔ مرزا دوسرے ہاتھ سے اپنا پسینہ صاف کرتے ہوئے بولا۔ پھر وہاں سے نکل کر کچن میں آگیا۔

کچن میں آکر پہلے اسنے اپنا ہاتھ دھویا پھر فریج سے پانی نکال کر وہیں ٹیبل پر بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ جبکہ پسینہ ابھی بھی پانی کی طرح اسکی پیشانی سے بہ رہا تھا۔

کیا ہوتا اگر۔۔۔۔۔ میں ایک منٹ۔۔۔۔۔ لیٹ ہوجاتا۔ پپ۔۔۔ پری نے پورا تھوک۔۔۔۔۔ تو دیا تھا نا۔۔۔۔۔۔ نہیں میں کوئی رسک نہیں لے سکتا میں ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔ مرزا نے کچھ سوچتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکال کر ڈاکٹر طاہر کو کال لگائی جو دوسری ہی بیل میں پیک کرلی گئی تھی۔

اسلام علیکم ڈاکٹر صاحب۔ جی ایسا ہے کی پری نے غلطی سے پپیا کھالیا ہے۔ مرزا سیدھا اپنے مسئلہ پر آیا۔

جی وقت رہتے اس نے تھوک دیا تھا لیکن مجھے شک ہے۔ آپ پلیز کوئی حل بتائیں۔ وہ اپنی پیشانی مسلتا بے چینی سے بولا۔ جس پر ڈاکٹر نے کہا کی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن مرزا کو پریشان دیکھ انہوں نے اس کی تسلی کے لیئے چند ایک ہدایت دے دی۔

بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ ڈاکٹر صاحب کا فون رکھ کر اس نے مشال کو کال لگائی اسے ہدایت دی کے کسی طرح وہ پری کو واٹنگ کرائے۔ پھر کچھ پر سکون ہوتا منہ دھو کر واپس ڈائنگ حال میں آگیا۔ جہاں سب کھانا روکے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ضارب تو ابھی تک کھڑا ہی تھا۔

اب بتاؤ کیا بات تھی؟ ضارب اسکے آتے ہی بے چینی سے بولا۔ مرزا ریلیکس انداز میں اپنی جگہ بیٹھ کر پلیٹ اپنے آگے کرتے ہوئے اطمنان سے گویا ہوا۔

وہ بھائی پری کو پپیا (پپیتا) سے الرجی ہے۔

اور یہ تمہیں کیسے معلوم؟

اگچولی پرسوں پری جب بیہونش ہوئی تھی ناتب ڈاکٹر نے بتایا تھا کی اسے کے بیہونش ہونے کی ایک وجہ اسکا پیا فلیور آئس کریم کھانا بھی تھا۔ جو ہم نے راستہ میں کھائی تھی۔ مرزا نے بڑی صفائی سے ایک اور جھوٹ بولا تھا۔ ساتھ اپنے چہرے کے ایکسپریشن بھی بڑی مشکل سے نارمل رکھا گیا تھا۔

شکریہ تھا کی کسی نے دوبارہ کوئی سوال نہیں کیا تھا بس خاموشی سے خدا کا شکر ادا کرتے کھانا شروع کر چکے تھے۔

مشال رات کے تقریبا گیارہ بجے کے قریب پانی نا ہونے کی وجہ سے جگ لیکر نیچے آئی تھی۔ وہ پانی لیکر سیڑھیوں کی طرف بڑھنے ہی والی تھی۔ کے اسے حال کے صوفے پر مرزا بیٹھا نظر آیا۔ وہ جگ اٹھائے اس طرف آئی جہاں مرزا اکیلے سوچوں میں گھرا بیٹھا تھا مشال کے آکر بیٹھنے تک بھی اس کی سوچوں میں کوئی خلل نہیں پڑا تھا۔

مرزا ابھی تک پریشان ہیں آپ اس بات کو لے کر آخر ہم ڈاکٹر کو دکھا تو آئیں ہیں تسلی تو ہو گئی نا اور کیا چاہیئے تھا آپ کو؟ ۔ مشال کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا پھر ایک لمبی سانس فضاء کے سپرد کرتا گویا ہوا۔

مشی! میں سوچ رہا ہوں اگر پھوپھی وقت رہتے بھائی سے ناپوچھتی اور پری نے وہ کھا لیا ہوتا تو کیا ہوتا یہ سوچ سوچ کر مجھے گھٹن ہو رہی ہے ۔ یار میری آنکھوں کے سامنے میری بہن کی کوکھ اُجڑ جاتی ۔ جو میرے لیئے ڈوب مرنے کی بات ہوتی ۔ مشی بھائی لفظ سننے میں جتنا سکون دیتا ہے اس کی ذمہ داری بھی اتنی بڑی ہوتی ہے ۔ ابہن کی آنکھ سے گرا ایک آنسوں کا قطرہ بھائی کی دنیاں میں سیلاب بڑپا کر دیتا ہے تم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نہیں سمجھو گی میں اس وقت کیسا محسوس کر رہا تھا میں ۔ ۔ میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا اپنی کیفیت ۔ ۔ ۔ مرزا اپنے بالوں میں ہاتھ پھسائے بے بسی سے بول رہا تھا ۔ مشال نے آج تک مرزا کو اتنا پریشان کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ بڑے سے بڑے مشکل کیس میں بھی وہ ہنستا ہنساتا کورٹ جاتا تھا ۔ لیکن آج اس کا ہر انداز عجیب تھا شائد بھائی لفظ اپنے لیئے پہلی بار سن کر۔

مرزا فکر نا کریں کچھ ہوا تو نہیں نا اللہ نے سب ٹھیک کر دیا ہے نا ۔ اب پریشان کیوں ہو رہے ہیں ۔ ویسے بھی ڈاکٹر نے کیا کہا تھا آپ نے سنا نا پری بالکل ٹھیک ہے ۔ مشال اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی جس پر مرزا نے صرف سر ہلایا۔

وہ لوگ لنچ کے بعد کسی طرح جباء بیگم کو بہانہ لگا کر پری کو ہوسپٹل لے گئے تھے۔ جہاں مرزا نے ڈاکٹر سے ضد کر کے زبردستی ہی پری کے کئی ٹیسٹ کروائے تھے جو کے بالکل کلئیر تھے۔ اور تب کہیں جا کر مرزا کچھ پر سکون ہوا تھا۔ وہ تو اللہ کا شکر تھا کی پری کو لے جاتے اور لاتے وقت ضارب گھر نہیں تھا۔ اچانک کام آنے کی وجہ سے ہوٹل گیا ہوا تھا۔ ورنہ وہ سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتا۔

مشی! میں نے نا بچپن میں اللہ سے بہت دعائیں کی تھی کے وہ مجھے بہن جیسی نعمت سے نوازے۔ اور اللہ نے میری وہ دعا اب جا کر قبول کی ہے۔ اس لیئے میں چاہتا ہوں کی میں اپنی بہن کے دامن میں اس دنیاں کی ساری خوشیاں لا کر ڈال دوں بدلے میں اسکے سارے دکھ ساری پریشانی ساری تکلیف خود کے دامن میں سمیٹ لوں۔ آئی ڈونٹ نو دنیاں میں باقی بھائیوں کی فیلنگس کیسی ہوتی ہے لیکن میری تو ایسی ہی ہے۔ مرزا پھیکا سا مسکرایا۔

مرزا آپ ایک بہت اچھے بھائی ہیں۔ مشال اسکی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے ہوئے بولی۔

کہاں یار ابھی مجھ پر اتنی بڑی ذمداری ہے پری کی۔ میں چاہتا ہوں میں پری کا بہت اچھے سے خیال رکھوں بلکے دو تین نرس اریج کر دوں اسکے لیئے لیکن پھر وہی فیملی کو کیا جواب دینگے قسم سے پری نے یہ وعدہ لیکر میرے ہاتھ باندھ دئے ہیں۔ مرزا گلاس منہ کو لگاتا بے بسی سے ہبولا۔

مرزا ویسے آپ کو کیسے پتا چلا کی پیپیتا سے پریگننسی ایفیکٹ ہوتی ہے ؟ جبکہ میں نے اب ہوسپٹل سے آکر گوگل کیا تھا تب مجھے پتا چلا۔ وہ سمجھ کچھ نہیں آیا۔ کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں۔ مشال نے کب سے مچل رہے سوال کو زبان دی۔

الکچولی میرے دوست کے پاس ایک کیس آیا تھا جس میں اسکی کلائینٹ کے بچے کو نقصان پہنچانے کے لیئے پیپیتا کا استعمال کیا گیا تھا۔ جب اس نے مجھے اس بارے میں بتایا تو میں سچ میں حیران ہوا تھا۔ لیکن یہ نہیں سوچا تھا کی کبھی یہ عام سی نولیج میرے اتنے کام اینگے۔

ہمممم !چلیں اب سب بہتر ہے اور پری بھی پر سکون ہو کر سو رہی ہے سو اب آپ بھی ٹینشن نا لیتے ہوئے جا کر آرام کریں۔ گڈ نائٹ۔ مشال اپنا پانی کا جگ ٹیبل سے اٹھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

مشی! کل پری کے ڈاکیومنٹس فائل کے ساتھ دس بجے تک ریڈی رہنا تینوں یونیورسٹی چلیں گے۔

اوکے۔ مشال سیڑھیاں چڑھتی ہوئی ہاتھ ہلا کر بولی۔

مشال مرزا اور پری صبح دس بجے ناشتہ کر کے یونیورسٹی اڈمیشن کے لیئے نکلے تھے۔ واپسی پر گھومتے پھرتے تین بجے تک گھر لوٹے تھے۔ اور گھر پہونچتے ہی ایک دھماکے دار خبر نے تینوں کو اپنی

اپنی جگہ پتھر کا بنا دیا۔ مرزا تو کسی طرح پری کو سنبھال کر اسکے کمرے میں چھوڑ کر خود گھر سے نکل گیا تھا۔ جبکہ مشال اور پری تو بس کمروں کو لاک کئے بیٹھی تھی۔

انفیکٹ سب ہی اپنے اپنے کمروں تک محدود ہو گئے تھے۔ زرینہ بیگم لنچ پر دونوں بچوں کی منگنی کرنے کا اعلان کرتی خود دونوں کو لے کر اپنے سسرالیوں سے ملنے نکل گئیں تھیں۔ یہاں عنایت ہاؤس میں سب ایک دوسرے سے نظریں چراتے پھر رہے تھے۔

دو دن ہو گئے تھے اس واقعے کو نا زرینہ بیگم واپس آئیں تھیں اور نا ہی عنایت ہاؤس کی اداسی ختم ہوئی تھی۔ سب بس خاموشی سے اپنا اپنا کھانا کھاتے اور نکل جاتے پری اور مشال تو زیادہ اپنے کمروں میں ہی کھانا منگوا رہی تھی ویسے بھی دونوں کا کمرہ اور درد ایک ہی تھا۔

ضارب پتا نہیں کہاں غائب تھا لنچ والے دن کے بعد وہ کسی کو نظر ہی نہیں آیا تھا کب آتا کب جاتا کوئی نہیں جانتا تھا۔ البتہ مرزا نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو زیادہ باہر رکھنا شروع کر دیا تھا۔

اسکی سمجھ نہیں آ رہا تھا کی وہ اپنی محبت اور اپنے بہن کا گھر کیسے بچائے جب گھر کے بڑوں نے ہی ہتھیار ڈال دئے ہوں۔ یہ سبھی جانتے تھے کی ضارب اور عرفہ کی بات ہمیشہ ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب مشال اور عارف مطلب ڈبل پریشانی۔

آخرشام تک عنایت ہاؤس سے اداسی اورخاموشی کے بادل جھٹ ہی گئے تھے۔ کیونکہ زرینہ بیگم اورعارف عرفہ واپس آ گئے تھے۔ عرفہ نے آتے ہی پری اور مشال کوکمروں سے نکالا تھا۔ ساتھ حباء بیگم اورشاہین بیگم توخود ہی باہر آگئیں تھیں۔

ڈنر کے بعدوہ لوگ آج عرفہ کے ضد پر گارڈن میں آکر بیٹھے تھے۔ گھر کے تقریباً سبھی موجود تھے سوائے ضارب کے۔

پری میں نے سنا ہے تم گیٹار بہت اچھا بجاتی ہو کیوں نا ایک موسیقی کی محفل ہوجائے۔ عرفہ نے کہا۔

نہیں آپی اچھا کہاں بس بچپن میں بابا نے سیکھایا تھا سو تھورا بہت آتا ہے۔ داٹس اِٹ۔ پری نے ٹالتے ہوئے کہا ایک تو وہ یہاں اپنے ذات کا بھرم رکھتے ہوئے بیٹھی ہی بڑی مشکل سے تھی۔

کوئی نہیں میں نے ملازمہ سے گٹار منگوایا ہے سوٹالنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لو اب تو گیٹار بھی اگیا۔ لو اور شروع ہوجاؤ۔ عرفہ ملازمہ کے ہاتھ سے گیٹار لے کر اسے دیتی ہوئی بولی۔

پری نے مدد طلب نظروں سے مرزا کو دیکھا۔ جس نے آنکھوں
کے اشارے سے اسے گانے کا کہا۔ کیونکہ موسیقی اپنے اندر کی بے چینی گھٹن اضطراب کو کم
کرنے اور بیاں کرنے ایک بہترین زریعہ ہوتا۔ اور مرزا چاہتا تھا کی پری اپنے اندر کا غبار نکالے۔

میں وہ دنیاں ہوں جہاں تیری کمی ہے سائیاں
میری آنکھوں میں جدائی کی نمی ہے سائیاں

میرے زخموں کی دوا تیرے سوا کوئی نہیں
میری تنہائی میری جاں پے بنی ہے سائیاں

اپنے ٹوٹے ہوئے خوابوں کو سمبھالوں کیسے
خود کو دنیاں کی نگاہوں سے چھپالوں کیسے
اپنے ہاتھوں سے دیا دل کا بجھالوں کیسے

میری تنہائی میری جاں پے بنی ہے سائیاں
میری آنکھوں میں جدائی کی نمی ہے سائیاں

میری ہستی کو ہرا کر دے خزاں ہوں مولا
دے مجھے میرا پتا کوئی کہاں ہوں مولا

ایک بجھے گھر کے چراغوں کے دھواں ہوں مولا
میری آواز میرے دل میں دبی ہے سائیاں

میری آنکھوں میں جدائی کی نمی ہے سائیاں!!!!!

واؤ!لڑکی آواز تو کافی سحر انگیز ہے تمہاری بالکل ساحر علی کی طرح۔ عرفہ پری کے گٹار گلے سے نکالتے ہی بولی۔

ہاں!آواز واقعی بہت اچھی ہے آپ کی پری بیٹا۔ زرینہ بیگم نے تعریف کی۔

ارے!لڑکی تم رو رہی ہو یہاں سب تمہاری تعریف کر رہے ہیں۔ عرفہ پری کے گالوں پر آنسوں کی دھار دیکھ کر حیرانی سے بولی۔

نہیں!عرفہ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ اچھولی یہ گٹار انکل کا ہے اور پری کو گانا اور بجانا دونو ہی انکل نے سکھایا ہے شائد انہیں یاد کر کے اپسیٹ ہو گئی۔ پری تم نے میڈیسن نہیں لی نا جاؤ جا کر میڈیسن لے کر آرام کرو ویسے بھی سب اب سونے جانے ہی والے ہیں۔ مرزا کو گوارا نہیں تھا کی اسکی بہن کا بھرم سب کے سامنے ٹوٹے اس لیئے اس نے خود عرفہ کو جواب دے کر پری کو اندر جانے کا کہا۔

پری مرزا پر بھیگی آنکھوں سے ایک تشکر بھری نظر ڈال کر اندر چلی گئی۔ ساتھ مشال بھی اسکے پیچھے ہی گئی تھی۔

پری کی طبیعت کو کیا ہوا وہ کونسے میڈیسن لیتی ہیں؟ زرینہ بیگم کے سوال پر مرزا ایک پل کو لاجواب ہوا تھا لیکن اگلے پل سنبھل کر بولا۔

وہ چھوٹی پری کچھ زیادہ ہی سینسٹیو ہے شائد بچپن سے اکیلی رہی ہے اس لیئے۔ اور آنی کے بعد سے بہت زیادہ کمزور ہو گئی۔ کچھ دن پہلے ہم ہوٹل گئے تھے وہاں بیہونش ہو گئی تھی۔ بس اسی کی میڈیسن چل رہی ہے۔ مرزا نے عام سے انداز میں کہا۔

اینڈ آج کچھ ٹینس بھی ہے یونی میں اڈمیشن ہونے کے بعد بیکاؤ زاب نیا ماحول ہو گا نا۔

ہممممم !کہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔ وہ مطمعین ہوگئی تھی۔ لیکن انکے پیچھے کھڑا ضارب الجھ گیا تھا مرزا کے انداز پر۔ کیونکہ

آج اسے مرزا سے جلن محسوس نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ مرزا کے لہجے میں پری کے لیئے ایک عجیب سا مان فکرمندی اور محبت تھی اور اسکی آنکھوں میں جو پری کے لیئے جذبات تھے وہ ایک بڑے بھائی باپ جیسے تھے۔ وہ الجھ گیا تھا اسکے انداز پر۔ وہ الجھا الجھا ہی بنا کسی کے نظروں میں آئے اندر چلے گیا تھا۔ ویسے پری کے گانے اور مرزا کے انداز دونوں نے ہی اسے الجھا دیا تھا۔

شاہین تم نے مشی سے پوچھا۔ ارے ہماری واپسی میں صرف دس دن باقی ہیں۔ اور میں کچھ کر کے جانا چاہتی ہوں۔ ورنہ ان لوگوں نے دوبارہ ہاتھ نہیں آنا ہے۔ زرینہ بیگم کی بات پر مرزا اپنے خیالوں سے باہر آیا۔ پھر بنا چچی کا جواب سنے وہاں سے اٹھ کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

عارف اور عرفہ کی پرسوچ نگاہوں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا پھر کچھ ہی دیر میں عرفہ بھی وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

مرزا وہاں سے نکل کر سیدھا مشال کے کمرے میں آیا تھا۔

مشی! میں اندر آجاؤں؟ مرزا نے کھلے دروازے پر کھڑا ہو کر پوچھا۔ مشال اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔

جی! آجائیں۔ مشال اپنے آنسوں پوچھتی بنا پلٹے ہی بولی۔ اجازت ملتے ہی مرزا کمرے میں داخل ہوا۔ پھر مشال سے کچھ دوری پر کھڑا ہوتا نظریں جھکا کے گویا ہوا۔

اتنی پاکیزہ محبت کی ہے تم سے ❤️
سر اٹھا کے دیکھا بھی تو صرف پاؤں تک ❤️

مشی! جانتی ہو گھر میں کیا باتیں چل رہی ہے۔ پھوپی کیا چاہتی ہیں؟ پتا نہیں مرزا اس سے پوچھا رہا تھا یا بتا رہا تھا۔ بہر حال جو بھی کر رہا تھا۔ مشی کے زخم کو کرید رہا تھا۔ جس پر لب بھینچے کھڑی تھی۔

آئی تھینک چاچی نے تم سے پوچھا ہو گا کچھ؟ مرزا نے کافی دیر کوئی جواب نا پا کر دوبارہ سوال کیا۔ اب کے مشال نے صرف اثبات میں سر ہلایا تھا۔

پھر۔۔ پھر۔ تم نے کیا جواب دیا؟۔ مرزا نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ بس یہی مشال کو بہت زور سے لگا تھا۔ مطلب وہ یہاں اسکی محبت میں پاگل ہو رہی تھی۔ اور اسے اسکے جواب کی پڑی تھی۔

مجھے کیا جواب دینا چاہیئے تھا مرزا غالب عنایت صاحب کیا میں کوئی بہت بڑے سرکاری عہدادار ہوں۔ یا کوئی بہت لائق فائق قابل پوزیشن ہولڈر سٹوڈنٹ ہوں جس کا برائیٹ فیوچر ہے ملک کے ٹاپ ملٹی نیشنل کمپنی میں انتظار کر رہا ہے؟۔ میں ایک عام سے بھی عام معمولی سی مشرقی لڑکی ہوں جسے بتایا جاتا ہے۔ پوچھا نہیں جاتا اور ہم نظریں جھکا کر سر تسلیم کرتے ہیں۔ منہ اٹھا کر جواب نہیں دیا کرتے۔ مشال تو جیسے پھٹ ہی پڑی تھی۔ مرزا تو حیران ہی رہ گیا اسکی آواز اور آنسوں کو دیکھ کر۔

دیکھو مشی اگر تمہیں انکار ہے تو تم چاچی کو بتا سکتی۔ ایم شیور وہ تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالینگی۔ مرزا کو کچھ امید بندھی تھی۔

اچھا!!!!!!!! مشل نے اچھا کو طنزیہ انداز میں کھینچا۔

زرا یہ بھی تو بتائیں وکیل صاحب میں انکار کے ساتھ جواز کیا دونگی ماما کو۔ یہ کی میں جاب کرنا چاہتی ہوں۔ یا یہ کی ماما میں ایک بہت ہی قابل سٹوڈنٹ ہوں اور آگے پڑھ کر اپنے کندھوں کے ستاروں میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔ یا پھر یہ کی میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں اور اسکے سوا کسی سے شادی کرنے کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔ آخر میں مشال نے اپنی بات کہ ہی دی تھی۔

ابھی مرزا اسے آخری بات پر عمل کرنے کا کہنے ہی والا تھا جب اسکے کانوں میں رونے کی آواز پڑی۔

مشی! یہ تو پری کی آواز ہے۔ مرزا کہتا ہوا تیزی سے کمرے سے باہر نکلا ساتھ پریشان سی مشال بھی اپنے آنسوں پوچھتی پری کے کمرے کی طرف بڑھی۔

کمرے میں داخل ہو کر تو دونوں حیران ہی رہ گئے جہاں پری عرفہ کا ہاتھ پکڑے رو رہی تھی اور عرفہ شاکی سی بس اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹیبلیٹ کے پتے کو دیکھے جا رہی تھی۔ مرزا کو اندر آتا دیکھ پری فوراً دوڑ کر اسکے گلے لگی تھی۔ مشال بھی حیران سی دروازہ اچھے سے بند کرتی اندر آئی۔

بھا۔۔۔ئی۔۔۔۔۔وہ۔۔عرفہ آپی۔۔پری اسکے گلے لگے ہچکیوں کے درمیان کچھ بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب مرزا اسے ساتھ لگاتا بیڈ کی طرف بڑھا۔

ششش! گڑیا کچھ نہیں ہوا بھائی آ گئے ہیں نا۔ یہ لو پانی پیو پہلے پھر بتاؤ کیا ہوا ہے۔ مرزا اسکے آنسوں پوچھتا گلاس اسکے منہ سے لگایا جسے وہ ایک ہی سانس میں ختم کر چکی تھی۔ جبکہ مشال حیرانی سے اور عرفہ بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اب بتاؤ بھائی کو کیا ہوا ہے؟ مرزا اسکے چہرے سے چپکے بال کان کے پیچھے اڑستا نرمی سے بولا۔

میں بتاتی ہوں۔ عرفہ سامنے آتے ہوئے بولی۔ جس پر پری بالکل مرزا کے ساتھ لگ گئی۔

میں ابھی پری کا گٹار واپس کرنے اسکے کمرے میں آئی تھی جب پری یہ میڈیسن لے رہی تھی۔ اور تم جانتے ہو یہ میڈیسن کس چیز کی ہے؟ عرفہ گولی کا پتہ ہوا میں لہراتے ہوئے طنزیہ بولی۔

تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے عرفہ۔ مرزا پری کے گرد اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

آئی نو! مرزا تم ایک بہت قابل وکیل ہو۔ لوگوں کو گھمانے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں۔ لیکن شائد تم یہ بھول رہے ہو کی میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ اینڈ اسپیشلی ایک گیانا کالوجسٹ ہوں۔ سو مجھے غلط فہمی ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عرفہ بھی سی انداز میں بولی تھی۔

دیکھو عرفہ۔

نو مرزا غلطی سے بھی مجھے گھمانے کا مت سوچنا کیونکہ یہ میڈیسن پروف کرتی ہے کی پری پریگنینٹ ہے۔ اور تم دونوں کی خاموشی اس بات کی گواہ ہے کی تم دونوں اس بات سے بہت پہلے سے واقف ہو سو میری تم تینوں کو یہ صلاح ہے کی مجھ سے چھپانے کی کوشش نا کرو۔ اور بتاؤ یہ بچہ کس کا ہے؟

جسٹ شٹ اپ! مرزا دہاڑتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

تم اس طرح کا سوال کر کے میری بہن پر میری آنکھوں سامنے الزام لگا رہی۔ جو میری برداشت کے باہر ہے۔ مرزا کا لہجا ہی نہیں آنکھیں بھی آگ اگل رہی تھی۔

میں الزام نہیں سچائی۔

کیا ہے سچائی اور کیا جانتی ہو تم سچائی کے بارے میں۔ مرزا اسکی بات کاٹتا ہوا چلّا کر بولا۔

سہی کہتے ہیں لوگ نیم حکیم خطرِ جان۔ ایک ٹیبلیٹ کے تھرو تم نے یہ پتا کر لیا کی پری پریگننٹ ہے اوو وہ سچائی ہو گئی۔ ضارب طنزیہ بولا۔

عرفہ بی بی سچائی یہ ہے کی یہ بچہ ضارب بھائی کا ہے اور پری ضارب بھائی کی بیوی ہے۔ پھر مرزا نے اسے الف سے لیکر ی تک کی ساری بات بتا ڈالی۔ پھر خود اٹھ کر روتی ہوئی پری کے پاس چلا آیا۔

نہیں گڑیا رونا نہیں ہے تمہارا بھائی ابھی زندہ ہے۔ اور اپنی گڑیا کے لیئے وہ دنیاں کے کسی بھی طوفان سے ٹکرا سکتا ہے۔ لیکن اپنی بہن کو سرد ہوا تک نہیں لگنے دے گا۔ مرزا عرفہ پر ایک سرد نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

عرفہ کے سوال سے اسکا دماغ ابھی بھی کھول رہا تھا۔ عرفہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پری کے پاس آئی۔ جس پر مرزا کی گرفت پری پر اور مظبوط ہوئی۔

پری! کیا تم صرف میری خواہش پر فرمالیٹی کے لیئے مجھے آپی کہتی ہو۔ عرفہ کے سوال پر پری نے سر اٹھایا۔

کیا میں تم لوگوں کی نظروں میں اتنی گری ہوئی ہوں کے ایک عورت ہو کر ایک عورت کا بلکہ اپنی چھوٹی بہن کے حق پر ڈاکا ڈالونگی۔ عرفہ نے کافی ٹوٹے لہجے میں کہا تھا۔ جس پر پری فوراً مرزا سے الگ ہوتی اسکے پاس پہونچی تھی۔

نہیں آپی!

کیا نہیں آپی یار تم لوگوں نے وہی کیا ہے۔ اگر آج میں کمرے میں نہیں آتی تو وہیں ہوتا۔ انجانے میں ہی سہی میں اپنی بہن کے حق پر مار بیٹھتی۔ عرفہ اسکا ہاتھ جھٹکتی ہوئی دکھ سے بولی۔

ایک تو ہم لوگ عنایت ہاؤس سے دور کیا ہوئے تم لوگوں نے ہمیں دل سے بھی دور کر دیا۔ ضارب کی ویسی حالت کا نہیں بتایا چلو مانتی ہوں اسکا ایک ریزن تھا عنایت ہوٹل کا امیج۔ پری کا بھی نہیں بتایا۔ خیر جب تم لوگوں نے پرایا کر ہی دیا تو گلا کس بات کا۔ عرفہ اپنے آنسوں پوچھتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

لیکن پری گڑیا تم یاد رکھنا تمہاری آپی نے تمہیں اپنی بہن صرف کہا ہی نہیں بلکہ دل سے مانا بھی اور وہ تمہارا گھر دوبارہ بسا کر تمہیں اسکا ثبوت بھی دیگی۔ آئی پرومس۔ عرفہ پری کے سر پر ہاتھ رکھتی وہاں سے نکل گئی۔

بھائی آپی!

مشی! تم پری کو جوس پلا کر سلا دو۔ میں عرفہ کو دیکھتا ہوں۔ مرزا مشال کو ہدایت دیتا خود عرفہ کے پیچھے گیا۔

مرزاملازمہ کو پری کے لیئے جوس لیجانے کہتا خود گارڈن کی طرف چلا آیا۔ جہاں عرفہ جھولے پر بیٹھی گودمیں ٹشو باکس لیئے سوں سوں کرتی سامنے گھانس پر ٹیشوؤں کا بھرمار کر چکی تھی۔ وہ خاموشی سے آکر اسکے پاس بیٹھ گیا۔

عرفہ اب رونا بند بھی کرو سیلاب لانا ہے کیا؟ وہ سیلاب سوچوں کتنا عجیب۔۔۔ مرزا آگے کچھ اور بولتا جب عرفہ کی گھوری پر شرافت سے منہ پر انگلی رکھی۔

مطلب یار بات ختم کرواب۔ مرزا کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔

اوہ! وکیل صاحب میں اب رو بھی نہیں سکتی۔ عرفہ تنک کر بولی

تم لوگ میرے ہاتھوں اتنی بڑی زیادتی کروانے جارہے تھے ایک معصوم کا حق چھننے جارہے تھے اور ایک سوری سے بات ختم۔ ساتھ ٹیشو کے باکس میں ہاتھ ڈال کر کئی ٹیشو ایک ہی بار نکالے گئے۔

یارالزام تونادومیں ایسا کچھ نہیں کرنے والا تھا۔ انفیکٹ میں خود بہت پریشان تھا اس سچویشن میں۔ بلکہ ابھی بھی ہوں سواب یہ رونا دھونا چھوڑواور بتاؤ آگے کیا کرنا ہے۔ مرزا ٹیشو باکس دوراچھالتے ہوئے بولا۔

کرنا کیا ہے تمہارا وکیل کا دماغ ہے تم کچھ سوچو میں تو بس ضارب اور پری کو ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں۔ جانے سے پہلے دونوں کو خوش دیکھنا چاہتی۔ عرفہ دونوں ہاتھ جھاڑتی ہوئی لاپرواہی سے بولی۔

واہ! واہ! عرفہ بی بی اکیس سو توپوں کی سلامی آپ کو ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور پھوپی کو کیا کہیں گے؟ یہ جو منگنی کی تاریخ انہوں نے دو دن بعد کی رکھی ہے اسکا کیا؟ مرزا تالی مارتے ہوئے اسے داد دینے کے انداز میں جل کر بولا۔

ویل جو جیسا چل رہا ہے چلنے دیتے ہیں۔ عرفہ آرام سے بولی۔

ڈاکٹر فی صاحبہ آئی تھینک ابھی آپ کو ڈاکٹر کی سخت ضرورت ہے۔ میں یہاں آگے کی پلاننگ کرنے آیا ہوں اور میڈم کے ارشادات تو داد دینے کے قابل ہے۔ مرزا اسکے اطمینان پر طنز کرتا ہوا بولا۔

ابھی اگر ہم ماما کو سمجھانے جائنگے تو ظاہر سی بات ہے انہیں سب بتانا ہوگا اور اسکے بعد جو ماما نے رونا شروع کرنا جو واویلا کرنا ہے تو پھر امریکہ جانے کے بعد بھی نہیں رکنا ہے یہ تم بھی اچھے سے جانتے ہو۔ سو جو ہو رہا ہے ہونے دیتے ہیں۔ بس ینڈ ٹائم میں منگنی کی تقریب کو نکاح کی تقریب میں تبدیل کر دینگے اور اسکی پوری زمداری تم مجھ پر چھوڑ دو۔ تم بس مولوی گواہ تیار رکھنا۔

ہمممم! بات تو تمہاری سہی ہے۔ لیکن یار پری پریگننٹ ہے نکاح کیسے ہوگا؟ مرزا کچھ سوچتا ہوا بولا۔

جیسے فلموں میں ہوتا ہے ویسے کونسا ہم نے اصلی نکاح کرانا ہے ماشاءاللہ سے باضابطہ دونوں پہلے ہی سے اس پاکیزہ رشتہ میں بندھے ہیں۔ بار بار ایک ہی فلم دیکھنے کا کیا تک بنتا ہے۔

کیا لوگوں کو شک نہیں ہوگا نقلی نکاح کا؟ مرزا کا اگلا سوال حاضر تھا۔

تم نے ڈراموں میں نکاح نہیں دیکھے کیا؟

ہاں! تو یار اس میں نکاح کے وقت میوزک ڈال دیتے ہیں۔ لیکن ایسا تو نہیں کر سکتے نا۔ مرزا کی بات عرفہ کا من کیا اپنا سر پیٹ لے۔

مرزا تم بعض نا آنا اپنی اس وکیل کی فطرت سے بھائی میرے تھوڑا وکیل کے کردار سے نکل کر سوچو۔ عرفہ اسکے سوال سے ذچ ہو کر بولی جس پر مرزا بدمزہ ہوا۔

یار ایک تو سب میرے پروفیشن کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ خیر تم مجھے بتاؤ کیسے ؟

اللہ مجھ پر رحم کرنا پلز۔ عرفہ نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔ بھائی میرے تم نے حیدر مووی دیکھی ہے ؟

ہاں! دیکھی ہے۔ اسکا اس سے کیا تعلق ؟ مرزا نے حیرانی سے پوچھا۔

اس کا اس یہ تعلق ہے کی اس میں جو نکاح ہوا تھا بالکل اصلی نظر آرہا تھا۔ اور اس میں میوزک بھی نہیں ڈالا گیا تھا تو کیا وہ اصلی نکاح تھا ؟ مشال نے اب اسے اپنی اصل بات سمجھائی۔

نہیں! چلو اب میں سمجھ گیا سمجھوا نتظام ہو گیا پورا۔

ہمممم! مطلب اب بس منگنی والے دن کا انتظار ہے۔ عرفہ جھولے سے اٹھتی ہوئی بولی۔

ہمم !چلو اب سوتے ہیں۔ کل تمہیں بہت سے کام بھی کرنے ہونگے۔

ہمم !چلو گڈ نائٹ۔ مرزا منگنی کی بات پر افسردہ سا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

حباء بیگم پریشانی سے کمرے میں ادھر سے ادھر مارچ کر رہی تھی۔ ایک ہی چیز کو نجانے کتنے بار وہ ٹھیک کر چکی تھی۔ بیڈ شیٹ تو شائد دس مرتبہ جھڑک چکی تھی۔ لیکن سمجھ کچھ نہیں آیا تھا۔

صبح مرزا ان کے کمرے آکر کہ گیا تھا کی انہیں کسی بھی طرح ضارب کو منگنی کے لیئے تیار کرنا ہے۔ اور ان پانچ دنوں میں پہلی بار ضارب ابھی تک گھر میں تھا۔ سو انکی پریشانی میں اضافہ ہونا جائز تھا۔ کیونکہ وہ کبھی بھی کمرے میں آکر ان سے باز پرس کر سکتا تھا۔ بیچارے کو پتا جو آج چلا تھا اپنی منگنی کا۔

ماما! دھڑام کی آواز سے دروازہ کھول کر ضارب عجلت میں اندر داخل ہوا تھا۔ اور حباء بیگم کا دل اچھل کے منہ میں آیا۔

مرزا اللہ پوچھے تم سے۔ حباء بیگم نے دل ہی دل مرزا کو کوسا۔

ماما یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ ضارب انکے سامنے آتا ہوا بولا جو ٹھیک بیڈ شیٹ کو ایک اور بار ٹھیک کر رہی تھی۔

کیا سن رہے ہو تم مجھے کیسے پتا چلے گا؟۔ حباء بیگم انجان ہوئیں۔

ماما! آپ بہتر جانتی ہیں میں کیا سن رہا ہوں۔ خیر میں پھر بھی بتا دیتا ہوں۔ ضارب ان کا بازو پکڑ کر ان کا رخ اپنی طرف کرتا ہوا بولا۔

ماما پرسوں جو منگنی رکھی ہیں نا آپ لوگوں نے وہ میں نہیں کرونگا۔ کیونکہ میں اب سے نہیں پچھلے چار سال سے پری سے محبت کرتا ہوں۔ پری میری امانت تھی آنی کے پاس۔ آنی نے مجھے زبان دی تھی۔ میں نے آنی سے پرومس کیا تھا کی میں ساری زندگی پری کا خیال رکھوں گا اور آنی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کی وہ پری کے میرے حوالے سے عنایت ہاؤس ہم سب کی زندگی میں اپنی نشانی کے طور پر بھیجیں گی۔ اسی لیئے میں آنی کو عنایت ہاؤس کا نمبر دے کر آیا تھا۔ ضارب نے ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک بات پر زور دیتے حبا بیگم کے سر پر دھماکا کیا۔

تم۔۔۔۔۔ تم۔۔ صباء سے مل چکے ہو تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ حباء بیگم خوش ہوتی ہوئی بولی۔ اسکے منہ سے اپنی بہن کا نام سن کر ساتھ پری کے لیئے محبت کا سن کر۔

ماما داٹس نوٹ امپورٹنٹ۔ ضروری یہ ہے کی میں یہ منگنی نہیں کرونگا۔ ابھی میرے کچھ پرو بلمس ہے اسکے سولو ہوتے ہی میں ڈائریکٹ پری سے شادی کرونگا۔ اینڈ داٹس مائی فائنل ڈیسیزن۔ ضارب اپنا فیصلہ سنا کر انہیں اچھے سے بیڈ پر بیٹھا تا خود دروازے کی طرف بڑھا جب عقب سے ماما کی آواز نے اسے بے یقین کیا۔

بیٹا اپنا فیصلہ بتانے کا شکریہ میرا فیصلہ بھی سنتے جاؤ۔ پرسوں گھر میں چھوٹی سی تقریب رکھی گئی ہے۔ اور تمہیں اس میں کسی بھی حال شریک ہونا ہے۔ اور یہ میرا فیصلہ ہے جس پر میں کوئی ترمیم یا بحث نہیں چاہونگی۔ از داٹ کلئر؟

نو! ماما داٹس نوٹ کلئیر میں آپ کو صاف صاف لفظوں میں بتا چکا ہوں کی میں پری سے محبت کرتا ہوں وہ بھی پچھلے چار سالوں سے اور شادی بھی اسی سے کرونگا تو آپ کی اس بات کی کیا تک بنتی ہے؟ ضارب حبا بیگم کے اٹل انداز پر حیرانی سے پلٹ کر واپس ان تک پہونچا۔

آئی ڈونٹ نو۔ بٹ میں تمہیں اس تقریب میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور تم اپنی ماں کی بات نہیں ٹال سکتے۔ حباء بیگم تھوڑا سختی سے بولیں۔

ماما میں کوئی آٹھ سال کا بچہ نہیں ہوں۔ آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں۔ ضارب نے احتجاج کیا۔

تم آٹھ کے ہو یا اٹھائیس کے ماں تمہاری پھر بھی میں ہی ہوں۔ اب جاؤ منگنی کی شاپنگ کر آؤ۔ جباء بیگم اسے حکم سناتی خود واشروم کی طرف بڑھی۔ ضارب پیر پٹختا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

مرزا ریلینگ پر جھکا نیچے حال کا منظر دیکھ رہا تھا۔ جہاں پھوپی مشال پر ایک کے ایک بعد ڈریس لگا کر دیکھ رہی تھی۔ اور مشال بس بے دلی سر ہلا رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ شاپنگ سے آئے تھے۔ کیونکہ کل منگنی تھی۔

اس دن کے بعد سے مشال مرزا کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔ یہاں تک وہ سو بھی شاہین بیگم کے کمرے میں رہی تھی۔

اچھی لگ رہی ہیں نا مشی!

وہ تو ہمیشہ اچھی لگتی ہے۔ مرزا کھوئے ہوئے بولا۔

تو پھر اسے خود سے دور کیوں کر رہے ہیں؟۔ منگنی رکوا کیوں نہیں دیتے۔ پری نیچے دیکھتے ہوئے بولی۔

ممم۔۔۔۔۔میں کیوں کرونگا ایسا۔ مرزا اپنے حواسوں میں واپس آیا۔
Becauseyouloveherbhai.
پری اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتی جیسے اسے باور کرا رہی تھی۔

نن۔۔ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ مرزا اپنی نظروں کا زاویہ بدلتا کھوکھلے لہجے میں بولا۔

یہ آپ میری غلط فہمی کی بات کر رہے ہیں یا خود کو غلط فہمی میں ڈال رہے ہیں؟ پری نے سنجیدگی سے اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہا جو وہ سرعت سے چرا گیا۔

بھائی آنکھیں جھوٹ نہیں بولتی خاص کر محبت کے معملے میں اسی لیئے لوگ محبت کا جھوٹ آنکھیں چرا کر بولتے ہیں۔

تم۔۔۔ تم۔۔۔۔ فضول۔۔۔۔ نا بولا کرو۔ اور بتاؤ میڈیسن لی تم نے ناشتہ کیا۔ اور جوس پی رہی ہونا۔ اور واک پر بھی جایا کرو بلکہ پرسوں سے میں خود تمہیں واک کے لیئے لے جایا کرونگا۔ مرزا اسے بولنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ لیکن پری نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

بھائی !آپ اپنی گڑیا سے جھوٹ بولینگے اسے یہاں وہاں کی باتوں میں لگا کر ٹوپک چینج کریں گے لائک سیریسلی ؟ پری نے برائے راست مرزا کی آنکھوں میں دیکھا جو وہ فوراً جھکا گیا تھا۔

کیا کروں گڑیا میں اس سے محبت کرتا ہوں وہ تو نہیں کرتی نا۔ مرزا نے ایک لمبی سانس فضاء میں خارج کرتے ہوئے بے بسی کی انتہا پر تھا۔

پتا ہے جب میں چار سال کا تھا تب وہ عنایت ہاؤس میں آئی تھی۔ عنایت ہاؤس میں اور ہم تین لڑکوں میں پہلی لڑکی
اسکے آنے سے پہلے میں بہت اکیلا فیل کرتا تھا۔ مطلب بھائی لوگ پڑھائی میں رہتے باقی سب کی اپنی اپنی مصروفیت ہوتی میں اکیلا رہ جاتا تب میری دوست بنی تھی چھ دن کی مشی۔ مرزا کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

بھائی اور صابر بھائی اسے گود میں لیتے تھے میں چھوٹا تھا کوئی اسے میری گود میں دیتا ہی نہیں تھا۔ لیکن میں بھی کم نہیں تھا جب کوئی نہیں ہوتا تب میں اسے اٹھا لیتا۔ اسکے بے بی کارٹ کے پاس بیٹھ کر اس سے ڈھیروں باتیں کرتا۔ وہ میری ہر بات بات پر مسکراتی ہوں ہاں کرتی مجھے اپنے ہونے کا احساس

دلاتی تھی مجھ یقین دلاتی آئی تھی کے وہ مجھے سنتی ہے۔ جس پر میں دل و جان سے ایمان لے آتا تھا۔ وہ تب سے میری ساتھی ہے شائد تب ہوئی تھی مجھے اس سے محبت بے انتہاء بے مقصد بے مثال۔

تو بھائی آپ کچھ کرتے کیوں نہیں۔ پری کو اس پر غصہ آیا۔

کہا نا اسکا مرزا الطوفی اس سے محبت کرتا ہے وہ تو نہیں کرتی نا میں اسکے لیئے صرف اسکا بیسٹ فرینڈ ہوں۔ اس نے چاچی کو ہاں کرنے سے پہلے مجھے بتانا تک ضروری نہیں سمجھا۔ ایک بیسٹ فرینڈ ایک کومن فرینڈ کی حیثیت سے بھی نہیں۔ تنا غیر اہم ہوگیا میں اس کے لیئے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ مرزا لاپروہی سے بولا۔

جن کی محبت سچی ہوتی ہے نا پری وہ محبوب کی خوشی میں خوش رہتا ہے۔ چلو تم نے شاپنگ نہیں کی تھی سو میں آتے ہوئے بوتیک سے تمہارے لیئے کپڑے لیئے آیا ہوں جو پسند آئے رکھ لو۔ مرزا اسے لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

بھائی !اظہار ے محبت عورتوں کو زیب نہیں دیتا۔ اس لیئے باحیاء عورت کبھی غیر محرم تو کیا اپنے محرم سے بھی اپنی محبت بیاں نہیں کرتی خواہ وہ اسکا بیسٹ فرینڈ ہی کیوں نا ہو۔ اس لیئے جو

مرد اسے اپنی عزت سمجھتا ہو اپنی عزت بنانا چاہتا ہو اسے خود پہلا قدم اٹھانا ہوتا ہے۔ پری ایک ہلکے کام والا ڈریس لیتی ہوئی بولی۔

مطلب؟ مرزا نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

مطلب آپ مشی کی آنکھوں میں تلاش کریں۔ تھینک یو فار دس بیوٹیفل ڈریس۔ پری مرزا کو الجھا چھوڑ کر خود باہر نکل گئی۔

پری جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی کسی نے سختی سے اسکا منہ دبا کر اسے کمرے میں لے گیا۔

ضری! کیا بدتمیزی ہے یہ؟ پری اپنا ہاتھ چھراتی ہوئی بولی۔

یہ ضری کون ہے یہاں؟ ضارب ڈور لاک کر کے پلٹ کر تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

گلگ۔۔ کوئی۔۔ نہیں۔ آپ مجھے یہاں کیوں لائیں ہیں۔ پری کمرے پر بنا نظر ڈالے نظریں جھکا کر بولی۔ یہ کمرہ اسکی ہزاروں خوبصورت یادوں کا مسکن تھا۔

واو!یہاں میں اپنی منگنی سے پریشان ہوں۔ اور آپ محترمہ میری منگنی کی شاپنگ کر رہی ہیں۔ گریٹ۔ ضارب اسکے ہاتھ سے کپڑے لیکر دور اچھالتا ہوا جل کر بولا۔ کل سے اس کا میٹر گھوما ہوا تھا حبا بیگم کی بات پر اگر اس وقت ضروری کام کے سلسلے میں باہر نا جانا ہوتا تو حبا بیگم سے اچھی خاصی بحث کرتا لیکن اس وقت اس کے لیئے وہ کام اہم تھا اس لیئے دل مسوس کر رہ گیا۔

آپ نے میرے کپڑے کیوں پھینکے بھائی اتنے پیار سے لائے تھے میرے لیئے۔ پری کو تو بس رونے کا بہانا چاہیئے تھا۔

آپ کا بھائی لایا ہو یا قصائی۔ آئی ڈونٹ کیر۔ ضارب کپڑے اٹھا کر اسکے ہاتھ پر رکھتے ہوئے لفظ چبا کر بولا۔

لیکن آپ ایک بات ذہن نشین کر لیں آفی نے آپ کا ہاتھ بہت پہلے میرے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔ سو یہ ہاتھ یہ بندہ دونوں آپ کے ہیں۔ اور آپ پوری کی پوری ضارب عنایت کی۔ سو یہ منگنی جو آپ کی ماما میرے گردن پر چھری رکھ کر کرنا چاہتی ہے یہ تو ہونے سے رہا۔ اب آپ اپنے یہ آنسوں صاف کریں۔ اور جا کر آرام کریں۔ اینڈ کل زیادہ تیار ہو کر میرا دل نا جلائے گا۔ ورنہ وہاں کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو مجھے الزام نا دینا۔ ضارب نے ایک ایک بات بڑی تفصیل میں اس سمجھاتے ہوئے دھمکی بھی دی تھی۔

ضارب کے بازو ہٹاتے ہی پری فوراً وہاں سے غائب ہوئی۔

عنایت ہاؤس کے گارڈن میں بنے چھوٹے سے اسٹیج پر ضارب عرفہ عارف اور مشال بیٹھے تھے۔ ضارب کے شکل پر رات کے دس بجے بھی بارہ بج رہے تھے۔ کیونکہ پھوپی نے زبردستی اسے یہاں لاکر بیٹھا دیا تھا۔

مہمان زیادہ نہیں تھے سارے خاندان والے ہی انوائٹیڈ تھے۔ عرفہ بار بار ٹائم دیکھ رہی تھی۔ جبکہ مشال مشکل سے اپنے آنسوں روکے بیٹھی تھی۔ مرزا کا کوئی پتا نہیں تھا۔ پری نیچے شاہین بیگم لوگوں کے ساتھ بیٹھی حسرت سے اپنے شہزادے کو کسی اور کے پہلو میں بیٹھا دیکھ رہی تھی۔

تبھی مرزا کچھ لوگوں کے ساتھ اسٹیج پر آیا۔ منگنی کی تقریب میں ہاتھ میں رجسٹر پکڑے مولوی صاحب کو دیکھ کر سب حیران اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ ایسا ہی حال ضارب اور عارف کا بھی تھا۔ مطلب منگنی میں مولوی کا کیا کام۔ تبھی عرفہ اپنا فراک سمبھالتی نیچے ائیں۔

ماما کیا آپ چاہتی ہیں کی قیامت کے دن آپ صباء آفی اپنی بیسٹ فرینڈ کے اگے مجرم بن کر کھڑی ہوں؟ کیا آپ چاہتی ہیں کی ساری زندگی آپ اپنے آپ سے نظریں ملانے کے قابل نا رہیں۔ عرفہ آہستہ آواز میں زرینہ بیگم سے پوچھ رہی تھی۔

یہ کیا اول فول بول رہی ہو عرفہ میں ایسا کیوں چاہونگی بھلا۔ زرینہ بیگم عرفہ کو عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

اگر آپ ایسا نہیں چاہتیں تو جو میں کرنے جا رہی ہوں۔ وہ آپ مجھے خوشی خوشی کرنے دیں۔ اور میرا یقین کریں اس عمل کیلیے آپ ساری زندگی میری شکر گزار ہونگی۔ عرفہ پری کا ہاتھ پکڑتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئی۔

آپی یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ پری اپنا ہاتھ چھراتے ہوئے پریشانی سے آس پاس دیکھتی ہوئی بولی جہاں سب حیرانی سے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔

تم چپ کر کے یہاں بیٹھو۔ عرفہ نے اسے صوفے پر بیٹھایا۔

لیکن آپی۔ پری ضارب کی چوڑی پشت دیکھ اٹھنے ہی لگی تھی کے عرفہ نے اسے واپس بیٹھا دیا۔

چپ بہت بولتی ہو تم ۔ اب تمہیں قسم ہے جو تم بیچ میں بولی ۔ عرفہ اسے چپ کراتی سب کو اپر آنے اشارہ کرنے لگی ۔

زرینہ بیگم الجھ ضرور گئیں تھیں ۔ لیکن انہیں یقین تھا انکی بیٹی کچھ غلط نہیں کرے گی ۔ اس لیئے مطمین ہوکر خود بھی دونوں بیگمات کے ساتھ اسٹیج پر چلی گئیں ۔

مولوی صاحب نکاح شروع کریں پلز۔ عرفہ پری کو صوفے پر بیٹھاتی ہوئی بولیں ۔

آپ بھی بیٹھ جائیں ضارب نکاح کھڑے ہوکر کریں گے کیا ؟ ۔ یا ہم منگنی کنٹنئو کرلیں ؟ ۔ عرفہ اپنی ہنسی روکتی ہوئی بولی ۔ ضارب فوراً ہڑبڑا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا ۔ اسکی اس عجلت پر سب کی ہنسی بے ساختہ تھی ۔

پھر چند منٹ میں نقلی نکاح ہی سہی لیکن پری ایک اور بار پری ضارب عنایت بن گئی تھی ۔ اور اس کا یقین نہیں آرہا تھا ۔ اسکا ہاتھ اپنے پیٹ پر تھا ۔

ایک منٹ مولوی صاحب ۔ مولوی صاحب کو دعا کے بعد اسٹیج سے اترتا دیکھ عارف انکے قریب آیا ۔

ابھی ایک نکاح باقی ہے۔ اور یہ اصلی نکاح کرانا ہے۔ عارف نے آخری بات بلکل مولوی صاحب کے کان میں گھس کر کہا تھا۔ عارف کے منہ سے نکاح کا سن کر مرزا کا دل حلق میں آیا وہ کیسے اسے کسی اور کا ہوتا دیکھ سکتا تھا۔

اس لیئے وہ اسٹیج سے اترنے لگا تھا جب عارف نے اسکا بازو پکڑ کر اسے مشال کے پہلو میں بٹھایا۔

یہ کیا ہے عارف؟

بتاتا ہوں ماما۔ وہ چلتا ہوا شاہین بیگم کے پاس آیا جو اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

پھوپی مشال میری ایک لوتی پیاری سی پھوپی کی پیاری سی ایک لوتی بیٹی ہے۔جس سے سب بہت پیار کرتے ہیں۔ اور یقین کریں میں اس سے نکاح کر کے اسے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا۔ لیکن مرزا۔ وہ مرزا کی طرف آیا۔

لیکن مرزا کو یہ کوشش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مشال اسکے ساتھ یوہیں بہت خوش رہے گی۔ پھوپی مرزا مشال کو تب سے جانتا ہے جب سے وہ خود کو نہیں جانتا تھا۔ اور مشال اسکے منہ سے نکلنے والا پہلا لفظ ہی مرزا تھا۔ عام بچے پہلے ماما بولتے ہیں اس نے "میزا" بولا تھا۔

عارف بیٹا اس سب کا یہاں کیا ذکر۔ زرینہ بیگم جھنجھلا کر بولی۔ جبکہ سب خاموش تھے۔ شاہین بیگم بیٹی کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو عارف کے ایک ایک لفظ پر کھل رہا تھا۔

ذکر ہے ماما کیوں چھپکلی اور مرزا الطونی ایک دوسرے کے لیئے بنے ہیں۔ انہیں کوئی الگ نہیں کر سکتا۔ ماما آپ ہی کہتی ہیں نا ایک کامیاب ازدواجی زندگی کے لیئے دونوں فریق کو ایک دوسرے کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ کے خیال میں مشال کو مرزا مرزا کو مشال سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ یہ ایک دوسرے کے بیسٹ فرینڈ ایک دوسرے کے رازداں بچپن سے ایک دوسرے کی خوبیاں خامیاں جانتے ہیں۔ یہ ایک بے مثال. خوش حال ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس لیئے آج جس طرح عرفہ اور مرزا نے بڑے بھائی بہن بن کر پری کا نکاح کروایا ہے میں بھی چاہتا ہوں کی میں اپنی سرپرستی میں مشال کا نکاح کراؤں۔ عارف نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟

ماما آپ ہمارا رشتہ یہاں اس لیئے کرانا چاہتی تھیں۔ تاکہ ہمارے بیچ کی محبت ہمیشہ
برقرار رہے۔ ایسے ہی ہماری محبت برقرار رہے گی ماما۔ کیونکہ رشتہ احساس سے بنتے ہیں اور جب ہم ایک دوسرے کے خوشی اور غم کا احساس کریں گے تو رشتہ میں محبتوں کی بارش ہوتی رہے گی اور یہ

صدا بہار رہیں گے ۔ عارف انکا کاندھا تھام کر بولا جو نم آنکھوں میں فخر لیئے اپنے بیٹے کو دیکھ رہیں تھیں ۔

پھوپی اجازت ہے ؟

میں اس خدا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔جس نے ہمارے رشتوں میں اتنی محبت رکھی ہے ۔ شاہین بیگم اسباب میں سر ہلاتے ہوئے بولی ۔

مولوی صاحب نکاح شروع کریں ۔ عارف نے کہا ۔

بھئی ! مولوی صاحب اصلی نکاح کرانا پہلی بار نکاح کر رہا ہوں ۔ اصلی نکاح کرانا تو آتا ہے نا آپ کو ۔ مرزا نے کچھ جھک کر پریشانی سے مووی صاحبکے کان میں سرگوشی کی ۔ جس پر مولوی صاحب نے اثبات میں سر ہلایا ۔

شکر ہے ۔ نکاح کے بعد مرزا نے بے ساختہ سر اپر اٹھا کر شکر ادا کیا تھا ۔ پھر اٹھ کر سب سے گلے مل کر مبارک باد وصول کرنے لگا ۔

شکریہ عارف بھائی۔ مرزا عارف کے گلے لگا۔

مرزا جو اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی کرتا ہے اللہ اسکے ساتھ بھلائی کرتا ہے سو شکر اس پاک پروردگار کا ادا کرو میرا نہیں۔ عارف نے اسکا پیٹھ تھپتھپایا۔

بھائی آپ نے میری بہن کو بہت سے خوش رکھنا ہے ورنہ آپ جانتے ہیں میں وکیل ہوں۔ مرزا ضارب سے الگ ہوتا ہوا دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔ جس پر ضارب اسے گھور بھی نہیں سکا تھا۔ کیونکہ آج اسکے بھائی نے اسے ناقابل بیان خوشی دی تھی۔

گڑیا ہمیشہ خوش رہو۔ مرزا پری کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے ساتھ لگانے والا تھا جب ضارب نے بیچ میں ہاتھ ڈالا۔

یہ میں پھر بھی برداشت نہیں کرونگا۔ ضارب کی جیلسی کا بھی کوئی علاج تھا بھلا۔

افففف! آپ کا کچھ نہیں ہوسکتا۔ مرزا نفی میں سر ہلاتا مشال کی طرف بڑھا جو سرعت سے شاہین بیگم کے ساتھ لگ گئی۔

اللہ ابھی یہ مرحلہ باقی ہے۔ مرزا بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنی دس منٹ پہلے بنی بیوی کو دیکھا جس کے من موہنے چہرے پر دنیاں جہان کی سنجیدگی اور سرد مہری رقم تھی۔

عنایت ہاؤس کے بڑے سے حال میں سب لوگوں کی موجودگی میں گمبھیر خاموشی کا راج تھا۔ پری صوفے پر بیٹھی زرینہ بیگم کے گلے لگی رو رہی تھی۔ جبکہ باقی دونوں بیگم اسی صوفے پر چہرے پر سنجیدگی سجائے خاموشی سے بیٹھی سامنے کے صوفے پر بیٹھے مرزا مشال اور عرفہ کو گھور رہیں تھیں۔

صابر اور عارف دوسرے صوفے پر خاموشی سے بیٹھے تھے۔ ضارب ہوٹل کے کسی کام کی وجہ سے تقریب کے ختم ہوتے ہی چلا گیا تھا۔

مہمانوں کے جاتے ہی زرینہ بیگم نے بنا صبح کا انتظار کئے سوال جواب کی محفل لگا دی تھی۔ قسمت سے ضارب گھر نہیں تھا سو انہیں ساری بات طریقہ سے بتانا سب کے لیئے آسان ہوا تھا۔ لیکن پری کی پریگننیسی کی بات نے حال میں اچانک خاموشی پیدا کر دی تھی۔ جو پندرہ منٹ سے قائم تھی۔ اور اس خاموشی کو صرف حال میں لگے بڑے سے گھڑی کے کانٹوں کی آواز توڑ رہی تھی۔

مرزا سر جھکائے بیٹھا تھا۔ پری رونے میں مصروف تھی۔ مشال بس پریشانی سے اپنے ہاتھ مسل رہی تھی۔ جبکہ عرفہ تین بار کچھ بولتے بولتے رک گئی تھی۔

دیکھیں میں جانتا ہوں میں نے آپ لوگوں سے چھپا کر غلطی کی ہے۔ لیکن۔ مرزا نے کچھ ہمت کر کے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی جب جباء بیگم نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

نہیں! بھئی کون کہتا ہے آپ لوگوں نے غلطی کی ہے۔ ماشاء اللہ سے اب آپ لوگ بڑے ہو چکے ہیں۔ اپنا اچھا برا جانتے ہیں۔

ماما پلززز۔ مرزا اٹھ کر انکے قدموں میں بیٹھ گیا۔

میں جانتا ہوں میرے اس عمل نے آپ لوگوں کو ہرٹ کیا ہے۔ مرزا نظریں جھکائے ہوئے بولا۔

ہرٹ! ہرٹ تو نہیں کیا ہے بیٹا بلکہ ہمیں احساس کرا دیا ہے کی اب ہم بوڑھے ہو گئے ہیں اور ہمارے بچے بڑے سو اب وہ اپنا خیال رکھ سکتے ہیں۔ کوئی بھی فیصلہ لے سکتے ہیں ہم سے کوئی بھی بات چھپا سکتے ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی بات کیوں نا ہو۔ جباء بیگم اپنا ہاتھ چھڑاتی جھڑک گئی تھی۔ جس پر مشال نے سختی سے آنکھیں میچی جبکہ عرفہ نے باضابطہ آیت الکرسی پڑھی تھی۔

نہیں !ماما ایسا نا کہیں ۔ ڈاکٹر کی بات پر ہم دونوں خود شوک تھے اپر سے ڈاکٹر کا کہنا تھا کی وہ پری کے شوہر سے ملنا چاہتے ہیں پری کی کنڈیشن بتانے کے لیئے ۔ ڈاکٹر کو کسی طرح مطمین کر کے پری کے پاس پہونچے تو وہاں وہ ہم سے کئی زیادہ پریشان تھی بلکہ رو رو کر خود ہلقان کیا ہوا تھا اس نے ۔ جبکہ ڈاکٹر نے پری کو کسی بھی قسم کے سٹریس سے دور رکھنے کے لیئے کہا تھا ۔ ایسی صورت میں میرے پاس اسکی بات ماننے کے علاوہ کوئی آپشن نہیں تھا ۔ حباء بیگم پوری بات سن کر بھی خاموش رہیں ۔

ماما !ایم سوری ۔ میں بہت پریشان ہوگیا تھا ۔ مرزا انکی خاموشی دیکھ کر انکے گلے لگا ۔ بس ماں کے دل سے ایک منٹ میں خفگی رفو چکر ہوئی ۔

پری !تم نے ہم سے یہ بات کیوں چھپانی چاہی ؟ اب انکا رخ اپنے پہلو میں بیٹھی پری کی طرف تھا آواز میں سختی پیدا کرنے کی لاکھ کوشش کی بعد بھی سختی کا زرا سا بھی عنصر نہیں تھا ۔

ماما میں بہت ڈر گئی تھی ۔ پری زرینہ بیگم سے الگ ہوتی سوں سوں کرتی انکے گلے لگی ۔

بچے اس میں ڈرنے والی کیا بات تھی۔ اتنی خوشی کی بات تھی یہ جسے آپ نے ہم سب سے چھپا کر ہمیں دکھ پہونچایا ہے۔ حبا بیگم نے اسے ساتھ لگایا۔

سوری! ماما مجھے لگا آپ لوگوں کے ذریعہ ضری کو پتا لگ جائے گا پھر آپ انہیں کیا جواب دینگے۔ اور میں نہیں چاہتی تھی کے آپ لوگ میری محبت میں یا پھر اس بچے کی محبت میں مجبور ہو کر زبردستی ضری کو میری یاد دلایں اور ڈاکٹر کے وارننگ کے اگینس جا کر کوئی رسک لیں بس اسی لیئے۔ پری انکے پلوّ سے کھیلتی ہوئی اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

میرے بچہ اب ایسا کچھ نہیں ہوگا نکاح ہوچکا ہے آگے بھی ان شاء اللہ جلد سب ٹھیک ہوجائے گا۔ حباء بیگم نے اسے گلے لگایا۔

واہ! آفرین ایسا کیس تو آج تک عدالت میں تی درج نہیں ہوا جہاں اصل مجرم کو محبت سے رہائی ملی اور ساتھیوں کو سزائے موت۔ بڑی ہی کوئی پہونچی ہوئی چیز ہو پری کی بچی۔ مرزا پری کو سب کو پیمپر کرتا دیکھ جل کے بولا۔ جس پر پری معصومیت سے حبا بیگم کے پلو میں منہ چھپا گئی تھی۔

مرزا نہ ڈراؤ میری بچی کو عقل کے ناخون تمہیں لینا چاہیئے تھا۔ بڑے بھائی تم تھے۔ حبا بیگم نے الٹا مرزا کی کلاس لی۔ جس پر بیچارہ دل مسوس کر رہ گیا۔

عرفہ! تمہاری ماما سچ میں ساری زندگی تمہاری شکر گزار رہنگی۔ تم نے اپنی ماما کو بہت بڑا گناہ کرنے سے بچایا ہے۔ زرینہ بیگم عرفہ پر نہال ہوتی ہوئی بولی۔

ہاں! عرفہ بیٹا میں بھی۔ بلکہ ہم سبھی۔ شاہین بیگم نے بھی حصہ لیا۔

ہاں! تو بھئی رات کے تین بج رہے ہیں۔ اب سب کو سونا چاہیئے دو دن بعد کی ہماری فلائٹ بھی ہے۔ زرینہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

ہمم! مشی آپ اپنے کمرے میں سو جاؤ چاہو تو شاہین کے کمرے میں سو جاؤ کیونکہ آج سے پری میرے ساتھ رہے گی۔ حباء بیگم پری کو لے کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔

جی تائی ماما میں ماما کے پاس ہی رہونگی۔ مشال اپنا فراک سنبھالتی شاہین بیگم کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اور مرزا ہاتھ ملتا ہی رہ گیا۔

بیچارے نے سوچ رکھا تھا کی ابھی کمرے میں جا کر اچھے سے اپنی نئی نویلی دلہن سے بات چیت کرے گا بلکے پہلے اپنی چھپکلی کو منائے گا۔ یہاں تو سب دھرا کا دھرا رہ گیا۔

مرزا مجھے نا ایک شعر یاد آرہا ہے۔ بولوں؟ عرفہ اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتی ہوئی بولی۔

کہ دو کونسا پیسہ لگنا ہے میرے۔ مرزا بیزارگی سے بولا۔

وکیلوں کو بس پیسے کی بات کرنی ہوتی ہے خیر شعر سنو۔

قسمت کے کھیل نرالے ہیں
نکاح کے بعد بھی مرزا کنوارے ہیں۔

عرفہ اسکی حالت کا مزہ لیتی ہوئی بولی۔

دل میرا جلا ہے اور شعر و شاعری تم کر رہی ہو۔ مرزا نے اسے۔ گھور کے پوچھا۔

کاش! مرزا کاش تم پہلے کوئی اسٹینڈ لیتے مثال کے لیئے تو ابھی صورت حال کچھ اور ہوتی۔ عرفہ بزرگانا انداز میں بولی۔

تم ناجا کے آرام کرو۔ ڈوکٹر شاعر میں کوئی فرق ہی نہیں رہا داغ دہلوی کی سگی۔ مرزا نے منہ بنایا۔

جس پر عرفہ کاندھے اچکاتی وہاں سے نکل گئی۔

مشی! دس از نوٹ فیئر یار میں نے ابھی تمہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ مرزا منہ بسور کر بولا۔ لیکن افسوس دیوار کے صرف کان ہوتے ہیں زبان نہیں جو مرزا کی بے قراری مشال سے جا کر بیاں کرتے۔

عنایت ہاؤس کے ڈائینگ ٹیبل کے اطراف سب بیٹھے تھے سوائے ضارب کے جو صبح ہوتے ہی پھر سے ہوٹل کے لیئے نکل چکا تھا۔

بھئی یہ ضارب کو کیا ہو گیا ہے جب سے میں آئی ہوں گھر میں دیکھا ہی دیتا نہیں۔ زرینہ بیگم جوس کا گلاس اٹھاتی ہوئی بولی۔

اللہ کا شکر ہے وہ گھر نہیں۔ پری نے دل میں کہا۔

ڈیڑھ سال بعد ہوٹل گیا ہے نا تو بس پنڈینگ ورک بہت ہو گیا ہے اس لیئے پھوپی۔ صابر نے جواب دیا۔

ہاں!تو بھئی کل نکاح ہوا ہے اسکا آج کا ناشتہ تو ساتھ کرتا پھر کام تو ساری زندگی ہے ہی۔ زرینہ بیگم کسی طور نہیں راضی ہو رہی تھیں۔

پھوپی آپ ہمیں کچھ بتانے والی تھیں۔ مرزا نے انہیں انکی کچھ دیر پہلے کی بات یاد کرائی۔

ہاں!سہی یاد کرایا۔ تو بتانا یہ تھا کی عارف کے بابا کے کزن نے اپنے بیٹے کے لیئے عرفہ کا ہاتھ مانگا ہے۔

صرف ہاتھ انہیں کہیں پوری ڈاکٹر عرفہ لے جائے۔ مرزا ٹوسٹ منہ میں ڈالتا مزے سے بولا۔

مرزا!!!!!!!!!!!!سب نے ایک ساتھ اسے گھورا جس پر مرزا نے فوراً اپنے منہ پر انگلی رکھی۔

لڑکا اچھا ہے وہیں امریکہ میں سیٹل ہے وہ بھی ڈاکٹر ہی ہے۔مجھے تو اچھا لگا ہے رشتہ اپنوں میں ہیں۔ پھر وہاں رہے گی تو ہماری نظروں کے سامنے رہے گی۔ آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ زرینہ بیگم سب کی رائے چاہی۔

یہ تو اچھی بات ہے پھوپی۔ صابر متاثر ہوا۔

ایک اور بات میں نے عارف کے لیئے عرفہ کی دوست ڈاکٹر ناہید کو سوچا ہے۔ زرینہ بیگم نے ایک اور اطلاع دی۔

واہ بھئی یہ تو بہت اچھی بات ہے پھر۔ دونوں ساتھ ساتھ اب بس ہم دعوت کھانے کی تیاری کرتے ہیں مطلب۔ مرزا زیادہ دیر خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

نہیں! جب تک پری کی ڈیلوری نہیں ہو جاتی گھر میں کوئی فنکشن نہیں ہوگا۔ نا تمہاری رخصتی نا ان دونوں کا کچھ ابھی بس بات پکّی کر کے رکھنا ہے۔ آخر میری بچی بھی تو سارے فنکشن انجوئے کرے گی نئے مہمان ke ساتھ۔ زرینہ بیگم محبت سے پری کو دیکھتی ہوئی بولی۔ جو پل میں گلال ہوئی تھی۔

اور ہم لوگ پرسوں نہیں آج ہی جا رہے ہیں یہاں سے۔ اکچولی لڑکے والوں نے دعوت دی ہے کے آ کر دیکھ لیں۔ آج جائیں گے تو کل ایک بار پھر سب سے مل کر آرام سے جا پائینگے۔

ہمم! جیسا آپ کو مناسب لگے۔ صابر ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔

زندگی پر کتاب لکھونگی

اس میں سارے حساب لکھوں گی
پیار کو وقت گزاری لکھ کر
چاہتوں کو عذاب لکھوں گی
ہوئی برباد کیسے محبت ؟
کیسے بکھرے خواب لکھوں گی
اپنی خواہش کا تذکرہ کر کے
اس کا چہرہ گلاب لکھوں گی
میں اس سے جدائی کا سبب
اپنی قسمت خراب لکھوں گی
(پروین شاکر)

کچھ دیر پہلے ہی زرینہ بیگم لوگ مرزا اور صابر کے ہمراہ ایئر پورٹ کے لیئے نکلے تھے۔ پری سب کے ساتھ انہیں الوداع کہنے باہر تک آئی تھی۔ ان کے جانے کے بعد بجائے اندر جانے کے گارڈن میں جھولے کی طرف چلی آئی تھی۔ اس جھولے پر اسی مقام پر بیٹھے پری کو وہ دن شدت سے یاد آرہا تھا جب پہلی بار ضارب نے اسے اینجل اور اس نے ضارب کو ضری کہا تھا۔ کتنا خوبصورت لمحہ تھا وہ جب دونوں چھوٹے بچوں کی طرح ہمہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ لیکن اب

اب سب بدل گیا تھا وقت بھی اور اس کا معصوم معصومیت کی تصویر ضری بھی۔ کل تک جس ضری کو دیکھے بغیر اسے نیند نہیں آتی تھی چین نہیں پڑتا تھا سکون میسر نہیں تھا۔ آج وہ اس ضری سے بھاگنے لگی تھی چھپنے لگی تھی اس پرچھائی سے پناہ مانگنے لگی تھی۔ کیونکہ اب سب بدل گیا تھا بظاہر جسم اب بھی وہی تھا لیکن اس کے اندر کی روح بدل گئی تھی۔ چہرہ اب بھی وہی تھا لیکن چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے جذبات احساسات غرض سب بدل گیا تھا۔ اور اصل بدلاؤ جو آیا تھا وہ تو خود اس کے اندر آیا تھا۔ ضری کی نشانی کے صورت میں۔

ضری اینجل آپ کو بہت مس کرتی ہے۔ پری نے بڑی محبت سے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرا جیسے اسے محسوس کرنا چاہتی ہو۔

ضری جانتی ہوں وہ آپ کا جزو قتی کردار تھا۔ لیکن یہ دل اس بات پر ایمان کیوں نہیں لاتا؟ کیوں اس دل کو سکون نہیں آپ کے بغیر؟ پری بھیگی آنکھیں میچ کر آنکھوں کے دوسرے پار معصوم ضری کے معصوم چہرے کو لایا تھا۔

ضری اب جب وقت بدل گیا ہے۔ ضارب عنایت نے پریشے احمد کو پورے ہوش و حواس میں قبول کرلیا ہے۔ اینجل کے نام سے نہیں پری کے نام سے۔ کیا اس ضارب میں اتنا ظرف ہے کی وہ پورے ہوش حواس میں اسے بھی قبول کرے کھلے دل سے بنا کسی سوال و جواب کے بنا کسی شک و

شبہ کے بنا کسی۔ ۔ پری ایک جزب سے بول رہی تھی جب عقب سے قدموں کی چاپ سن کر ہڑبڑا کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

ہواؤں میں بسی پرفیوم کی خوشبو ناک کے نتھنو سے ٹکراتے ہی بنا ایک پل کی تاخیر کیئے پری نے اندر کی جانب دور لگائی تھی۔

ارے پری رکیں۔

پری میری بات تو سنئں۔ پری۔ ۔ ضارب کے کچھ سمجھنے تک پری داخلی دروازہ عبور کر چکی تھی۔

شوہر مطلب منکوح سے پردہ کب واجب ہوگیا؟ ضارب منہ بنا کر خود کلامی کی۔

وہ کام کے سلسلے میں نکاح کی رات سے باہر تھا۔ وہ زرینہ بیگم کو لوگوں خدا حافظ کہنے کے غرض سے گھر ہی آرہا تھا۔ کی وہ لوگ راستے میں مل گئے۔ انہیں وہیں الوداع کہتا گھر چلا آیا۔ اور گارڈن کے خوبصورت ماحول میں اداس پری کو دیکھ کو جیسے دل کی دنیاں میں کلیاں سی کھل اٹھی تھی۔ دو دن بعد اسے دیکھ رہا نکاح کے بعد امپورٹینٹ کام کے سلسلے میں کل سے باہر تھا۔ تھکان حد سے سوا تھا جو اس دشمن جان کو دیکھتے ہی رفو چکر ہوئی تھی۔ وہ بالکل وہ کھوئے انداز میں جھولے کی طرف بڑھا عنابی

لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ تھی بے خودی کا یہ عالم تھا کی وہ پری کی خود سے آواز میں خود کلامی بھی نہیں پایا تھا۔ ہوش تو تب آیا جب اسے بنا ایک لمحہ ضائع کئے سر پٹ اندر کی طرف بھاگتے دیکھا۔

تھکے ہارے شوہر کی خبر خیریت پوچھنے خدمت کرنے کے بجائے محترمہ پیٹھ دکھا کر چل دی۔ مطلب ہیڈ شیف صاحب جن کے کھانے کے لوگ دیوانے ہیں ان کی بیوی نے انہیں پانی تک پوچھنے کی زحمت اٹھائے بغیر پیٹھ دکھا کر چل دی۔ کوئی نہیں کرتا ہوں اس کا بھی علاج۔ ضارب بڑبڑاتا ہوا کورٹ کھول کر کاندھے پر لٹکاتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی طرف بڑھ گیا

ماما میں نے نہیں جانا ان کے سامنے۔ پری نے پھر وہی بات دہرائی۔

بچے یہ تو کوئی ضد نہیں ہوئی۔ شوہر ہے تمہارا تین بار تمہیں بلاوا بھیج چکا ہے۔ جاؤ جا کر سن آو کیا کہنا ہے اسے۔ حباء بیگم اسے سمجھاتے ہوئے بولی جو بیڈ پر منہ پھلا کر ایک ہی ضد لگائے بیٹھی تھی کے اسے ضارب کے پاس نہیں جانا۔

جبکہ ضارب صاحب مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نے تین بلاوے بھیج دئے تھے۔

ماما کیسے جاؤں میں انکے سامنے آپ سمجھتی نہیں وہ

ضری نہیں ہیں۔مجھے انکے آگے جانا عجیب لگتا ہے۔اسپیشلی اس حالت میں۔ماما بھلے نکاح ہوگیا ہے لیکن وہ ابھی بھی انجان ہے اس سے۔پری نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

کل سے اسے یہ بات کھائے جارہی تھی۔جبکہ عرفہ زرینہ بیگم سب ہی نے اسے سمجھایا تھا کی سب ٹھیک ہوجائے گا لیکن اسکی سمجھ کچھ نہیں آیا تھا۔

بیٹا تو آپ کیا چاہتی ہیں؟ حباء بیگم نے اب اسکی رائے جاننی چاہی۔

ماما دس دن بعد میرے یونی شروع ہونے والے ہیں۔آپ تب تک مجھے اپنے پاس رکھیں اسکے بعد میں ہوسٹل چلی جاؤنگی یا پھر اپنے گاؤں وہاں نور آنٹی میرا خیال رکھ لینگی۔پری کی بات پر حباء بیگم ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں۔

دماغ خراب ہوگیا ہے پری۔کیا بول رہیں ہیں آپ میں آپ کو اس حالت میں ہوسٹل یا گاؤں جانے کی اجازت دونگی آپ کو سچ میں ایسا لگتا ہے؟۔بلکہ میں تو چاہتی ہوں آپ یونی بھی اگلے سال سے جائیں۔حباء بیگم نے پہلی بار پری سے سختی سے بات کی۔

ماما پھر میں کیا کروں آپ بتائیں میں انہیں دیکھتی ہوں مجھے ضری یاد آتے ہیں۔ کیا بتاؤں میں انہیں کی ضری کون ہے ؟۔ بس کچھ مہینوں کی تو بات ہے آپ مجھے گاؤں بھیج دیں ناپلززز۔ پری نے انکا ہاتھ پکڑ کے مسکا لگانا چاہا لیکن عقب سے آتی آواز نے اسکے ہوش ٹھیکانے لگا دئے۔

ضری کون ہے یہ جاننا میرے لیئے قطعی ضروری نہیں ہے۔ لیکن آپ کے لیئے یہ جاننا نہایت ہی ضروری ہے کی میں ضارب عنایت آپ کا شوہر ہوں۔ جو آدھے گھنٹے سے حال میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ اور یہاں آنے پر پتا چلا کی میری نئ نویلی دلہن ہوسٹل جانا چاہتی ہیں۔ ضارب بولتا ہوا اسکے پاس آرہا تھا جو بالکل حباء بیگم کے پلو میں چھپ گئ تھی۔

بیٹا۔

ماما آپ زرا باہر جائیں میں آپ کی بہو پلس بیٹی کے جو اسکرو ڈھیلے ہو گئے ہیں اسے فٹ کر کے آتا ہوں۔ ضارب حباء بیگم کو کچھ کہنے کا موقع دئے بغیر انہیں لے کر دروازے کی طرف بڑھا۔

ماما آپ کہاں جا رہی ہیں۔ ماما۔ پیچھے پری آواز دیتی رہ گئ حباء بیگم اسے ایک اسمائیل پاس کرتی باہر چلی گئ۔ ضارب اچھے سے دروازہ لاک کرتا پری کی طرف بڑھا جو ایک ایک قدم پیچھے ہو کر ڈریسنگ ٹیبل سے لگ گئ تھی۔

ہاں! بیگم صاحبہ کیا فرمارہیں تھی آپ کچھ دیر پہلے کی آپ نے ہوسٹل جانا ہے گاؤں جانا ہے؟۔ ضارب ڈریسنگ ٹیبل پر اپنا ہاتھ جما کر پری کو اپنی اور اپنے نظروں کی حصار میں لیتا ہوا بولا۔

دد۔۔۔ دیک۔۔۔ ھیں۔ ضارب کے اتنے قریب ہونے پر پری کی زبان لڑکھڑائی۔ پھر بھی اس نے ہمت کر کے کچھ کہنا چاہا تھا جب ضارب نے اسکے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھی۔

دیکھنا ہی تو چاہتا تھا مسز عنایت۔ اسی دید کی طلب میں تو آدھے گھنٹے سے حال میں بیٹھا آپ کی آمد کا منتظر تھا۔ لیکن آپ تو یہاں ماما کے ساتھ مل کر روپوش ہونے کے پلان بنا رہی تھی۔ جو کے میں کامیاب تو کسی قیمت پر نہیں ہونے دیتا لیکن۔ ضارب تھورا پری پر جھکا۔

آاا۔۔۔ پپ۔۔۔ پیچھے۔۔۔۔ ہو کر بات۔۔۔۔۔۔۔۔ کریں پلززز۔ پری اسکے سینے پر ہاتھ جماتی ہوئی بولی۔

اب تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سوچا تھا دو تین مہینے بعد آرام سے آپ کی رخصتی کروانگا۔ لیکن اب۔۔ یہ کہتے ہی ضارب نے اسے گود میں اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

ننن۔۔ نیچے۔۔۔۔۔ اتاریں۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔ ماما۔۔۔۔۔۔ پری نے ہاتھ پیر مارے لیکن وہ کمرے سے نکل چکا تھا۔

ماما کے پاس ہی جا رہے ہیں مسز عنایت آخر انکے دعاوں کے بغیر انکی لاڈلی کی رخصتی کیسے ہو سکتی ہے۔ ضارب اسے لے کر حال میں پہونچ چکا تھا جہاں حباء بیگم بیٹھی تھی۔ باقی سب رات زیادہ ہونے کی وجہ سے سو رہے تھے۔

یہ کیا کر رہے ہو ضارب بچی کو نیچے اتارو۔ حباء بیگم پری کو ہاتھ پیر مارتا دیکھ اسکے پاس ائی۔ لیکن ضارب نے کہاں سننا تھا۔

ماما آپ کی بچی کی رخصتی کروا رہا ہوں میں۔ چلیں دعائیں دیں۔ رو تو خیر یہ پہلے سے رہی ہیں۔ ضارب نے اطمینان سے کہا۔

ہیں!ایسے ہوتی ہے رخصتی؟ حباء بیگم نے حیرانی سے اپنے سپوت کو دیکھا۔

اب آپ کے کمرے سے میرے کمرے تک کوئی گاڑی جانے سے رہی۔ اور نا کوئی گھوڑا ہے میرے پاس جو آپ کی شہزادی کو اٹھا لے جاؤں۔ بازوں میں دم ہے اس لیئے بازوں میں کروا رہا ہوں رخصتی۔ ضارب پری کو اٹھا کر اچھے سے اپنی باہوں میں لیتے ہوئے بولا۔

ضارب فضول نا بولو۔ بچی کی طبیعت نہیں ٹھیک اسے تم میرے پاس رہنے دو۔ جب رخصتی ہوگی تب ہوگی۔ حباء بیگم پری کے آنسوں دیکھ کر اسے ڈپٹتے ہوئے بولی۔ لیکن ضارب نے کہاں اثر لینا تھا۔

ماما میں نے کونسا آپ کی بچی سے خدمتیں کروانی ہے۔ میں تو بس انکی ہوسٹل والی خواہش پوری کر رہا ہوں۔ گڈ نائٹ۔ شب بخیر۔ شبھ راتری۔ ضارب پری حباء بیگم کسی کی سنے بغیر اپنی کہتا پری کو لے کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

اللہ خوش رکھے میرے بچوں کو۔ پیچھے حباء بیگم نے صدق دل سے دعا کی تھی۔ پھر مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

ضارب پری کو اٹھائے اپنے بیڈروم میں آیا اسے احتیاط سے بیڈ پر بیٹھاتا خود جا کر دروازہ لاک کرتا واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ جہاں پری بیٹھی اپنے آنسوں پوچھ رہی تھی۔

یار کیا ہو گیا کونسا میں نے آپ سے گن پوائنٹ پر نکاح کر کے اٹھالایا ہے جو آپ کا رونا ہی ختم نہیں ہو رہا۔ ضارب اسکا ہاتھ پکڑتا ایسے پوچھ رہا تھا جیسے پری اسے بتانے ہی بیٹھی ہو۔

اچھا رونا بند کرنے کا کیا لینگی آپ؟ بزنس مین نہیں ہوں لیکن پارٹنر من چاہا ہو تو ڈیل کرنے میں کیا حرج ہے؟ ضارب نے اسے بہلانا چاہا۔

میں نے ماما کے پاس جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہیں سونا ہے۔۔۔۔۔۔ انہیں کے کمرے میں رہنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ پری نے اپنے آنسوں پوچھتے ہوئے قیمت بتائی جو ضارب نے مر کر بھی پورے نہیں کرنے تھے۔

سوری! مسز عنایت ضارب عنایت پر خدا کی عنایت نا ہی آپ ابھی ماما کے پاس جا سکتی ہیں نا ہی وہاں سو سکتی ہیں۔ اور وہاں رہنے کا تو خیر کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سو آپ اپنا رونا خود ہی بند کر دیں ورنہ میرے پاس آنسوں پوچھنے کے ہزاروں طریقے ہیں۔ ضارب تھورا اسکے قریب آتا ہوا بھاری آواز میں بولا۔

ننن۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ آاا۔۔ پپ۔۔ پیچھے ہٹیں۔ پری خود پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

جو حکم ملکہ عالیہ۔ بس خیال رہے میرے واپس آنے تک ارم جھم برسات میں برسنے والے موتی ان گالوں پر نا ہوں۔ ورنہ اسے چننے سے کون کافر خود کو روک سکتا ہے۔ ڈو یو را فیر ڈ؟۔ ضارب اسکا گال تھپتھپاتا ہوا وہاں سے اٹھ کر کپڑے لیتا واشروم چلا گیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ واشروم سے نکل کر اپنے بال رگڑتا آکر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ جہاں پری اب رو تو نہیں رہی تھی۔ لیکن دونوں گھٹنوں کو سمیٹے اس پر ٹھوڑی ٹکائے نجانے کیا سوچ رہی تھی جو اسے ضارب کے لائٹ بند کرنے سے لے کر اسکے بالکل پاس ہو کر لیٹنے تک کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ ہوش میں تو تب ائی جب ضارب نے اسکا بازو پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا۔

کیا سوچ رہی ہیں؟ پری بنا کچھ بولے اپنا بازو چھڑانے لگی اس کمرے میں اس بیڈ بیٹھے اسے کیا کیا یاد نا آیا تھا۔

میں ضری کے بارے میں جانتا ہوں۔مجھے مرزا نے بتایا تھا۔ اور اگر نا بھی بتایا ہوتا تب بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ تھا۔ میں ہوں۔ اور یہی سچائی ہے۔ ضارب اسکا بازو چھوڑ کر اسکی انگلیوں سے کھیلتے ہوئے بول رہا تھا۔ پری منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

بھائی نے کیا بتایا تھا آپ کو؟ پری کو یقین تھا مرزا کوئی جھوٹ موٹ کی کہانی ہی بتائی ہوگی۔

یہی کے ضری آپ کا بیسٹ فرینڈ تھا۔ ضارب خود بیٹھ کر اسے تکیہ پر سر رکھنے کا اشارہ کیا۔ اور پری کے نا ماننے پر زبردستی اسے لیٹا دیا۔ پھر اس پر کمفرٹر برابر کرتا اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے گویا ہوا۔

ضارب عنایت اپنے آپ پر ایک بار شک کر سکتا ہے۔ لیکن پریشے احمد پر مر کر بھی شک نہیں کر سکتا یہ بات آپ اچھے سے یاد رکھیں۔ کیونکہ میں نے تب سے آپ سے محبت کی ہے جب آپ مجھے جانتی تک نہیں تھی۔ بلکہ میں خود آپ کو نہیں جانتا تھا۔ آنی نے صرف آپ کا نام بتایا تھا مجھے اور کہا کی آپ میری امانت ہیں۔ وہ کبھی عنایت ہاؤس نہیں آئینگی لیکن آپ کے میرے ساتھ وقت آنے پر ضرور بھیجینگی وہ بھی ہمیشہ کے لیئے۔ ضارب آہستہ آہستہ انگلی چلاتا نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

رشتہ کوئی بھی ہو اسکی آبیاری بھروسہ کرتی ہے یقین کرتا ہے۔ اور میرے آپ پر یقین کی مثال یہ ہے کی میں آپ کو بارش کے پہلے قطرے کی طرح مقدس اور پاک سمجھتا ہوں بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ۔ لیکن آپ سے اتنی سی گزارش ہے آپ مجھ پر کبھی اپنا بھروسہ نا ہارنا۔ ضارب اپنے دھن میں بول رہا تھا جبکہ پری غنودگی میں جا چکی تھی۔

Pariiloveyou.

ضارب پری کی پیشانی پرا پنے لب رکھتا خود بھی لیٹ گیا ساتھ پری کا سرا پنے سینے پر رکھنا نہیں بھولا تھا۔

مرزا دھیرے سے دروازہ وہ کرتا شاہین بیگم کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جہاں نائٹ بلب کی پیلی روشنی میں بیڈ پر سوئے دونوں محو خواب وجود واضح طور پر نظر آرہے تھے۔ شاہین بیگم پر نظر پرتے ہی مرزا کا من کیا پلٹ جائے۔ لیکن مشال پر نظر پڑتے ہی اسکی ناراضگی شدت سے یاد آئی جو دو دن سے قائم و دائم تھی۔

مرزا اپنی چھپکلی کو منانا ہے تو رسک لینا ہی پڑے گا۔ چھل ہمت مرداں مدد خدا۔ مرزا خود کو ہمت دیتا دبے قدموں بیڈ کی طرف بڑھا۔ پھر آہستہ سے مشال پر سے کمفر ٹرہٹاتا احتاط کے طور پر اسکے منہ پر پلاسٹر لگایا۔

پھر اسی احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے گود میں اٹھا کر دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اچھے سے بند کرتا روم سے باہر نکل گیا۔ اور بنا ادھر اُدھر دیکھے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اللہ کا شکر میں زندہ بچ گیا۔ کمرے میں آتے ہی اسنے بے ساختہ شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔ ورنہ اسے اپنے بچنے کے ایک پرسینٹ امید بھی نہیں تھی۔

پھر جھک کر مشال کو دیکھا جو ہمیشہ کی نیند کی شیدائی مرزا کے سینے لگی بے فکر سو رہی تھی۔ لیکن پیشانی پر ابھی بھی دو بل تھے شائد نیند میں بھی مرزا سے خفاء تھی۔

میری چھپکلی۔ نہیں بلکہ پیاری سے دو دن کی ناراض منکوحہ۔ مرزا کو بے ساختہ اس پر پیار آیا تھا جس کا اظہار کرتے ہوئے اسنے اسکی بل پڑی پیشانی پر اپنے لب رکھے تھے۔

ابھی وہ اسے اٹھائے بیڈ پر لیٹا نے لایا تھا۔ جب شیطان جاگ گئی تھی۔ مرزا اس آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتا دیکھا حواس باختہ سا چھوڑ دیا تھا۔ اور آدھی نیند میں جاگی مشال اب پوری طرح قالین پر پری بیدار ہو گئی تھی۔

جاری ہے۔

افففف! مرزا کیسے وکیل ہو رات دن کر منلس سے پالا پڑتا ہے تمہیں۔ ایک کڈنیپنگ کرنا نہیں سیکھا کم از کم منہ کے ساتھ اسکے ہاتھ تو باندھ دیتے۔ مرزا نے مشال کو قالین پر پڑا دیکھ خود کو کوسا۔

کیونکہ مشال بی بی نے اپنے ہاتھ کا استعمال کرتے ہوئے پہلی میں فرصت اپنے منہ سے پلاسٹر ہی ہٹایا تھا۔ اب وہ خونخوار نظروں سے مرزا کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں کچھ نیند اور کچھ غصہ کی وجہ سے سرخ ہو رہے تھے۔

مشال کچھ دیر اسی طرح آدھے لیٹے آدھی بیٹھی پوزیشن قالین پر پڑی شائد مرزا کو مزہ چکھانے کا کوئی خرافاتی طریقہ سوچتی رہی۔ اور جب کچھ دیر میں پلان بن گیا تو اسے عملی جامہ پہنانے کے غرض سے بیڈ کا سہارا لیتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

پھر چہرے پر حد درجے کے خطرناک تاثرات لیئے چار قدم دور اپنے آپ پر ملامت کر رہے کھڑے مرزا کے مقابل کھڑی ہوگئ۔ مرزا کو اسے اپنے مقابل کھڑا دیکھ کر شدت اس بھونڈے کڈنیپینگ کے پلان پر پچھتاوا ہوا۔ لیکن آپ پچھتاوے کا کیا فائدہ تھا جب چڑیا چگ گئ کھیت۔

مشال کچھ دیر کھڑی اسے گھورتی رہی پھر خاموشی سے وہاں سے دوسری طرف بڑھ گئ۔ مرزا جو کلمہ پڑھ کے اپنی شہادت کا انتظار کر رہا تھا۔ اسکے اس طرح خاموشی بنا کچھ کیئے ہٹ جانے پر حیرت سے اس طرف مشال کی پشت کو دیکھا لیکن جلد ہی اسکی حیرانی پریشانی میں بدل گئ تھی۔ کیونکہ مشال ڈریسنگ ٹیبل پر سجے مرزا کے پسندیدہ مہنگے پرفیومس کو بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جو معصوم پرفیومس کے حق میں بالکل بہتر نہیں تھا۔

مشی! نہیں۔ اسے سب سے پہلے اپنا پسندیدہ پرفیوم کی خوبصورت شیشی اٹھاتا دیکھ کر مرزا کا دل منہ کو آیا تھا فوراً دونوں ہاتھ اپر اٹھا کر لاچاری سے التجاء کی۔ یہ والا پرفیوم اسے حد سے زیادہ پسند تھا جسے وہ خاص مواقعوں پر لگاتا تھا۔ اور اسکی چھپکلی نے پہلا نشانہ اسے ہی بنایا تھا۔ مطلب بندہ ایک دوسرے سے اتنے بھی اچھی طریقے سے واقف نا ہو کی سامنے والے کی واٹ لگ جائے۔

لیکن ادھر مشال سننے کے موڈ میں کہاں تھی اٹھا کے مرزا کا نشانہ لیا اور سیدھا اڑتی ہوئی پرفیوم کی شیشی مرزا کی طرف آئی جسے مرزا نے سائیڈ ہوتے نشانہ خطاء کر گیا تھا لیکن افسوس خود کو محفوظ کرنے چکر میں پرفیوم کی قربانی دینی پڑی تھی۔ دوسری طرف نشانہ چوک جانے کے غصہ میں مشال نے ایک کے بعد ایک شیشی پھینکتے ہوئے مرزا کو متحرک کر گئی تھی۔ جس سے مرزا کبھی ادھر تو کبھی ادھر ہو کر خود کو بچا رہا تھا۔

مشی!

مشی! یار لگ جائے گی۔ مرزا ایک شیشی کیچ کر کے بیڈ پر اچھالتا ہوا بولا کی دوسرا نشانہ آ لگا۔

ہائے ظالم مار دیا۔ مرزا نے اپنی کمر سہلائی جہاں ابھی فیر اینڈ ہنڈسم کریم موٹی سی بھری ہوئی ٹیوب آ کر لگی تھی۔

مشی !لگ رہی ہے یار۔ مرزا جھک کر اگلا نشانہ خطا کرتے ہوئے بچتے بچاتے صوفے کی آڑ میں محفوظ ہوا۔

لگنے کے لیئے ہی تو مار رہی ہوں۔ مشال نے کسی اور چیز کے لیئے ہاتھ بڑھایا لیکن افسوس ساری چیزیں پہلے ہی فرش کی زینت بن چکی تھی۔

ڈیم اٹ۔ مشال نیچے پڑی شیشی کو لات مارتی صوفے کی طرف بڑھی تھی۔ اب وہاں سے ایک ایک کشن اٹھا اٹھا کر مرزا کو مار رہی تھی۔

مشی !اسٹاپ اٹ۔ باہر آواز جائے گی۔ مرزا کشن کیچ کر کر کے بیڈ پر پھینکتا ہوا بولا۔

نہیں سنتا کوئی سونڈ پروف ہے عنایت ہاؤس کے کمروں کی دیواریں۔ جب کسی نے میری سسکیاں نہیں سنی تو یہ کیا سنے گا۔ مشال روتے ہوئے بولتی تھک ہار کر وہیں پیچھے سے صوفے ٹیک لگا کر پیر سمیٹ کر فرش پر بیٹھ گئی۔

مرزا اسے پل میں شولہ پل میں جوالہ پھر رم جھم برکھا بنا دیکھ پریشان ہوتا اسکے پاس پہونچا۔

مشی! یہ لو میں خود آگیا جتنا مارنا ہے مار لو یار بس رومت۔ مرزا اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا جسے وہ اگلے ہی پل کھینچ چکی تھی۔

بہت شوق ہے نا آپ کو مہان بننے کا لوگوں کی نظر میں ایسے ہی مہان بننے کے چکر میں تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا ہے پرسوں ہیں نا؟۔ مشال اپنے آنسوں پوچھتی پاٹ دار آواز میں بولی۔ جس ور مرزا کو سہی معنوں میں جھٹکا لگا تھا۔

کیا فضول بول رہی ہو مشی؟۔ میں تم سے محبت کرتا تھا اس لیئے نکاح کیا ہے ویسے مہان بننے کے لیئے نکاح کون کرتا ہے بھلا؟ اس کے لیئے سوشل ورک کرنا ہوتا ہے جو ہم وکیلوں کے لیئے خود کے پیٹ پر لات مارنے کا مترادف ہے۔ مرزا اسکا رخ اپنی طرف کرتا مزاحیہ مگر مظبوط لہجے میں بولا۔ اسے کہاں خبر تھی کے وہ اتنی بدگماں ہوگئی ہے۔ اس نے تو سوچا تھا ناراض ہے۔

چھوٹ مرزا سر اسر چھوٹ آپ نے خود کہا تھا کی آپ کو مجھ میں کچھ نہیں پسند۔ مشال اپنا رخ دوسری طرف کرتی ہوئی دور کی کوڑی لائی۔

ہیں!میرے فرشتوں نے کہا تھا کیا تم سے یہ فضول بات آکر؟۔ مرزا تو اس نئے الزام بوکھلا کے رہ گیا۔ بھلا اس نے اپنی چھپکلی کے علاوہ دیکھا ہی کس لڑکی کو تھا اس نظر سے۔

اس دن بھابھی کے سامنے نہیں کہا تھا کیا آپ نے۔ اور آپ مجھے بیوقوف نا بنائیں میں نے دیکھا تھا۔ کیسے آپ نے میری منگنی کی بات سن کر بھی کوئی رد عمل نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کی اسٹیج سے پری کا نکاح ہونے کے بعد بھی ویسے ہی اترے رہے تھے۔ وہ تو عارف بھائی نے آپ کو زبردستی میرے پہلو میں بیٹھا کر وہ ساری تقریر کی تو آپ نے بس ایسے ہی نکاح کرلیا۔ مشال نے سوں سوں کرتی مرزا کو سارا ماجرہ ایسے سنا رہی تھی جیسے وہ سب جانتی تھی۔ مرزا بھی دونوں بازو پر باندھے اسکے ارشادات ملاحظہ کر رہا تھا۔

ہوگیا تمہارا یا اور بدگمانیاں الزام غصہ باقی ہیں۔ اسکے چپ ہوتے ہی مرزا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ہاں!مشال نے معصوم بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلایا۔ جس پر مرزا نے اسکی سرخ ہوتی ناک کھینچی۔

کیوٹ لڑکی تم چھپکلی ہو مرزا الطونی کی تم سے لڑنے کے لیئے مجھے لفظوں کی ضرورت ہے۔ لیکن۔۔ مرزا نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

نہیں!آااپ بہت برے ہیں۔۔۔آپ نے مجھے اتنا رلایا۔۔۔اور آپ جھوٹے بھی ہیں۔۔۔۔۔آپ نے بس ایسے ہی مجھ سے نکاح کرلیا۔۔۔۔۔۔مشال اب اسکے سینے پر آنسوں کے ساتھ مکوں کی برسات کرتی بول رہی تھی۔

اگر سارے شکوے شکایات ہو گئے ہوں تو میں کچھ بولوں۔مرزا اسکا ہاتھ پکڑتا ہوا پوچھا۔جو اسکے شرٹ کو آدھا بھیگا چکی تھی۔

نہیں!مشال نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے ہاتھ آزاد کرنے چاہے۔جو مرزا نے ناکام کردئے۔

مشی!ادھر دیکھو میری طرح۔یہاں سر اپر کرو۔مرزا نے جھک کر اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے بھرنا چاہا جو وہ مرزا کے سینے میں چھپائے جا رہی تھی۔

مشی!تم میرے عزیز چاچو کی بیٹی ہو عنایت ہاؤس میں پیدا ہونے والی پہلی لڑکی۔عنایت ہاؤس کی عزت مطلب میری عزت۔میری بچپن کی ساتھی میری بیسٹ فرینڈ مرزا الطونی کی چھپکلی۔میری بچپن کی محبت اب تم ہی بتاؤ کیسے اپنی محبت کو یوں لوگوں کے سامنے نیلام کردیتا۔
مرزا کی بات پر اس نے نا سمجھی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

مشی! محبت کا پہلا اصول عزت ہوتی ہے۔ بنا عزت کے محبت اس گندے پانی کی طرح ہوتی ہے جو آگ بجھانے کے کام تو آتی ہے لیکن وضو کرنے کے نہیں۔ محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے۔
اسی لیئے میں نے کبھی تمہیں اپنی محبت کا احساس نہیں ہونے دیا کیونکہ نکاح کا پاکیزہ رشتہ محبت کو پاکیزہ بناتا ہے۔

تم بھی جانتی ہو پھوپی نے ہماری غیر موجودگی میں منگنی کی بات کی تھی۔ اور اسکے بعد کسی نے پری اور بھائی کی ٹینشن میں اس ٹوپک کھولا ہی نہیں۔ اور پھوپی پورے خاندان میں منگنی کی دعوت دے ائیں۔
اب تم بتاؤ ایسے میں اگر میں سب کے سامنے آکر کہتا کی میں مشی سے محبت کرتا ہوں۔ اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تو تمہیں کیا لگتا ہے خاندان میں سب آکر ہمارے نکاح پر دعائیں دے کر جاتے؟

تو؟ مشال نے معصومیت سے پوچھا۔

تو یہ کی سب تمہاری اور میری محبت کو اپنے اپنے ڈیفینیشن دیتے جو کے ظاہر سی بات ہے ناقابل برداشت ہوتے وہ محبت مشی جسے ہم نے ایک دوسرے سے بھی چھپائی وہ لوگوں کے گوسپ پائنٹ بن جاتا سوالیہ نشان بنا جاتا۔

سوال اٹھتے پورے عنایت ہاؤس پر تم پر اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اور لوگ ہوتے ہیں جو اپنے محبوب کو دنیاں کے آگے داغ دار بنا کر اپنی محبت کا ڈھنڈھورا پیٹ کر تماشہ بنا کر اپنا نا بہادری سمجھتے ہیں میری نظر میں یہ سراسر بزدلی۔

کیونکہ میری نظروں میں بہادری وہ ہے کی اپنے محبوب کو با عزت کسی اور کے ساتھ دیکھو خود کے ساتھ بے عزت دیکھنے سے لاکھ گنا بہتر ہے۔ مرزا کے ایک لفظ مشال کے دل میں
گھر کر رہے تھے۔ اسے اپنی محبت پر اپنی قسمت پر رشک ہو رہا تھا۔

مطلب اور محبت دونو ہی "م" سے ہی اتے ہیں۔ محبت کو مطلب میں تبدیل کرنے والا صرف ایک لفظ ہوتا ہے "عزت" اگر محبت میں عزت نا ہو تو وہ مطلب کہلاتی ہے۔ انسان اپنی محبت محض
اپنے محبوب کو ساتھ رکھنے پاس رکھنے کے غرض سے مطلب میں تبدیل کر دیتا ہے اور میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کی کل تم میرے ساتھ نظر جھکا کر چلو۔ مرزا اسکا سر پے اپنے ہونٹ
رکھتے ہوئے بولا۔

اینڈ موسٹ امپورٹنٹ میں تو جانتا ہی نہیں تھا کی میری چھپکلی میرے لیئے کوئی ایسے جذبات رکھتی ہے۔ مجھے تو لگتا تھا تم بس مجھ سے لڑائی والی فیلنگ ہی شئر کر سکتی ہو۔ آخر میں مرزا نے شرارت

سے کہا جس پر مشال کو فوراً اپنی پوزیشن کا احساس ہوا۔ وہ جھٹ سے مرزا سے الگ ہوئی۔ اور اپنا دوپٹہ سہی کرتی دروازے کی طرف بڑھی جب سننے کو کچھ نہیں بچا تا شرم بھی بہت ائی اور وقت کا بھی احساس ہوا جو رات کے تین بج رہے تھے۔

ارے !میڈم کدھر چلی اور سوال جواب نہیں کرنے کیا۔ آخر وکیل کی بیگم ہیں۔ مرزا دروازے پر ہاتھ جماتا ہوا بولا۔

ننن۔ ۔ نہیں رات بہت ہوگئی ہے۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ مشال تھورا فاصلہ قائم کرتی ہوئی نظریں جھکا کر بولی۔ اسکے نظریں جھکا کر دھیمی آواز میں کہنے پر مرزا کو اب شرارت کرنے کا موڈ ہوا۔

اچھا نیند آرہی ہے تو بیڈ تو ادھر ہے تم دروازے کی طرف کہاں جا رہی ہو۔ مرزا نے آنکھوں میں شرارت لیئے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

مرزا شرم کرلیں اور راستہ دیں مجھے جانا ہیں ماما جاگ گئی تو۔ مشال نے اسے ہاتھ لگائے بغیر ہٹنے کا اشارہ کیا۔

وکیل ہوں بنا معاوضہ کے کچھ نہیں کرتا کچھ دو لو تو چانسیس ہیں۔ مرزا کی بات پر مشال نے اسے گھورنا چاہا تھا لیکن اسکی نظروں کی تاب نا لانے کی وجہ سے ناکامیاب رہی۔

مرزا سدھر جائیں اور راستہ دیں پلززز۔ مشال ذچ ہوئی۔

نو! پہلے تم کچھ دو۔ مرزا اسے کاندھے سے تھام کر دروازے کے ساتھ
لگاتا ہوا بولا۔ پھر تھورا اسکے کے کان کے پاس جھک کر گمبھیر سر گوشی کے انداز میں بولا۔

کم از کم ڈھائی اکچھر پریم کے ہی کہدو۔
Youknowiloveyou.justthreewordes.
چھی۔۔۔۔ مرزا۔۔۔۔۔ آپ پہلے۔۔۔۔ تو اتنے بد تمیز۔۔۔۔۔۔ نہیں تھے۔ مشال اپنی اتھل پاتھل ہوتی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

پہلے میں تمہارا شوہر بھی نہیں تھا۔ مسز مرزا غالب عنایت۔ اب اگر جانا ہے تو جلدی سے میری سماعتوں میں رس گھول دیں۔ ورنہ ڈیمانڈ بڑھنے کے پورے چانسیس ہیں۔ ویسے بھی جانتی تو ہم وکیل ہر کیس پر سماعت کے حساب سے فیس لیتے ہیں۔ چلو کوئیک۔ مرزا تھورا اور قریب اتے ہوئے بولا۔

ٹھ۔۔ ٹھیک۔ پہلے آپ آنکھیں بند کریں اور اپنے ہاتھ سینے پر باندھیں پھر۔

ہیں! کونسا میں کس مانگ لیا ہے تم سے جو آنکھیں بند کروں۔ مرزا نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

مرزا کریں نا ورنہ میں نہیں بول رہی کچھ۔ مشال روہنا سی ہوئی۔

ٹھیک ہے رومت۔ لو کرلیا اب بولو۔ مرزا نے اسکی بات پر عمل کرتے ہوئے کہا۔

II
مرزا کے لبوں پر سجی مسکراہٹ کچھ گہری ہوئی۔ سو خمار آلود آواز اسے آگے کہنے کا اشارہ کیا۔

Hmmnext.

Love
مشال نے بڑی مشکل سے لب کچل کا مسکراہٹ روکی۔

Hmmcomeonquickyarican'twait

Running!

مشال بولتی کھٹ سے دروازہ کھول کر کھلکھلاتی ہوئی باہر بھاگی مرزا کو جب تک سمجھ آیا وہ اپنے کمرے کے ڈور تک پہونچ چکی تھی۔

Youcheater.mashalthisisnotfair.

مرزا اپنے ڈور پر کھڑا ہو کر اسے گھورتے ہوئے بولا جو اپنے کمرے کے دروازے سے تھوڑا سا منہ نکالے اسے زبان چرا رہی تھی۔

وکیل کی بیوی ہوں۔ جھوٹ بولنا کونسا غلط بات ہے۔ مشال مرزا کو کچھ اور آگ لگاتی خود ایک پل میں کمرے میں غائب ہو کر دروازہ کھٹاک سے بند کیا۔

چھوڑونگا نہیں میں تمہیں چھپکلی اتنی مشکل سے کڈنیپنگ کی بدلے میں صرف شرٹ بھیگا جذبات سارے سوکھے رہ گئے۔ مرزا اپنی شرٹ جھٹکا تا خود بھی کمرے میں بند ہو گیا۔

صبح پری کی جب آنکھ کھلی تو کمرے میں کافی اندھیرا تھا صرف ڈریسینگ ٹیبل کے پاس تھوڑی سی روشنی جل رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے اس روشنی کی طرف دیکھا جہاں ضارب اپنا ٹائی باندھ رہا تھا۔ اور وہ روشنی فون کی تھی۔ پری حیرانگی سے ایک ہی جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

گڈ مارننگ۔ ضارب اسے بیٹھا دیکھ کر ٹائی باندھتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔

آپ اتنی صبح کہاں جا رہے ہیں؟ پری اسے نک سک سے تیار دیکھ کر پوچھا۔

ہاہاہاہاہاہا۔ ڈیر مسز صبح کہاں نو بج رہے ہیں ابھی یہ دیکھیں۔ آج آپ کے شیف صاحب خود لیٹ ہیں۔ ضارب قہقہ لگاتا فون اسکے آگے کیا جہاں نو بج کر آٹھ منٹ ہو رہے تھے۔

ہیں! پھر آپ نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔ پری سرہانے سے اپنا دوپٹہ اٹھاتی عجلت میں بولی۔ آج تک وہ اتنا لیٹ کبھی نہیں سوئی تھی۔

کیسے اٹھا دیتا آپ اتنی گہری نیند سو رہی تھی کے مجھے لائٹ آن کرنے کا تک من نہیں کیا۔ ضارب اسکے سامنے آتا ہوا محبت سے چور لہجے میں بولا۔

اسی لیئے آپ فون لائٹ میں تیار ہو رہے تھے۔ پری کچھ شرمندہ ہوتی ہوئی بولی۔

افففف!اس میں شرمندہ ہونے کیا بات ہے۔ چلیں آپ جلدی سے فریش ہو آئیں پھر ناشتے کے لیئے چلتے ہیں۔ پھر مجھے ہوٹل کے لیئے بھی نکلنا۔ ضارب اسکے پیشانی پر ہونٹ رکھتا اسکا رخ واشروم کی طرف کیا۔

واشروم میں جا کر پری کچھ اور حیران ہوئی۔ کیونکہ وہاں پر پری کے کپڑے پہلے سے ہی پریسڈ رکھے ہوئے تھے۔

پری کچھ دیر میں فریش ہو کر باہر آئی تھی۔ پھر ضارب کے ساتھ ناشتہ کرنے نیچے چلی گئی۔ نیچے ٹیبل پر صرف مشال مرزا اور احتشام ہی موجود تھے۔ ضارب پری کے لیئے کرسی کھینچ کر اسے بیٹھا تا خود اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

باقی سب کہاں ہیں؟ ضارب مرزا کو کھانا شروع کرتا دیکھ کر بولا۔

بھائی وہ راحبہ بھابھی کے پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے سو سب اسی طرف گئے ہیں۔ اب ہم لوگ ہی گھر میں ہیں۔ مرزا اسے جواب دیتا جوس نکال کر پری کے آگے رکھا۔

پری تم اپنے کمرے میں سوئی تھیں؟ مشال نے پوچھا۔ جس پر پری کو اچھو کا لگا۔

نہیں پری میرے ساتھ تھی۔ ضارب پری کی پیٹھ سہلاتا اسے پانی پلاتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

واٹ! کیا مطلب ہے اس بات کا؟۔ مرزا کو ضارب کا اطمینان دیکھ کچھ گڑبڑ لگا۔

مطلب کیا ہے اس میں تمہاری بہن کی رخصتی ہو گئی ہے۔ اور کیا۔ ضارب نے دوبارہ اپنی کرسی سمبھالی۔

آپ ایسے کیسے میری بہن کی رخصتی کروا سکتے ہیں؟ مرزا نے اسے تیکھے چتونوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

اب یہ ناکہنا کی یہ بھی ایلیگل ہے۔ ضارب کا اطمینان برقرار تھا۔ جبکہ پری کا پورا سر پلیٹ میں جھک چکا تھا مشال بھی بے نیاز سی کھانا کھا رہی تھی۔

گڑیا تم ٹھیک تو ہو نا؟ مرزا کو اب پری کی فکر ہوئی کیونکہ کل تک وہ ضارب کی وجہ سے ہوسٹل جانے پر بضد تھی بڑی مشکل سے مرزا نے اسے سمجھایا تھا۔

نہیں! تمہاری بہن کراکرم کی بنی ہے۔ دیکھ لو کہیں میں نے توڑ پھوڑ تو نہیں دیا۔ ضارب اسکے تفتیش پر جل کے بولا۔

مم۔۔ میں ٹھیک ہوں بھائی۔ پری کی بات پر مرزا کو تسلی ہوئی وہ واپس ناشتہ کرنے لگا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا کر رہی ہیں مسز؟ مرزا نے کچن میں سلیب کے پاس کھڑی مشال کے بالکل قریب ہو کر اسے اپنے حصار میں لیتا ہوا سرگوشی میں کہا۔ یہ جانے بغیر کی پری وہیں ٹیبل پر بیٹھی سیب کھا رہی ہے۔

ممم۔۔۔ مرزا پیچھے۔۔۔۔۔۔۔۔ ہٹیں۔۔ مشال نے پری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو سر جھکائے ہنس رہی تھی۔

ایسے کیسے ہٹ جاؤں یار۔ آج پورا دن آفس میں بہت تھکا ہوں قسم سے اب بس ریلیکس کرنا ہے۔ ویسے بھی ماما لوگ گھر نہیں اور نا ہی شیف صاحب گھر پر ہیں۔ کیا خیال ہے تم میں پری باہر چلیں۔ چِلّ کرنے۔ مرزا اس سے تھوڑا الگ ہوتا ہوا بولا۔

بالکل چلیں گے بھائی۔ بس آپ وہاں رومانٹک نا ہو جانا ورنہ مجھ بیچاری نے تو بھائی بھابھی کے بیچ کباب میں ہڈی بن جانا ہے۔ پری کی مسکراتی آواز پر مرزا ایک جھٹکے سے مشال سے چار پانچ قدم دور ہوا تھا۔ خفت سے دونوں کا چہرہ لال ہوا۔

گڑیا۔۔۔ تم۔۔۔ تم یہاں کب آئی؟ مرزا نے خود پر قابو پاتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

آپ کے آنے سے آدھا گھنٹہ پہلے شائد۔ پری اسکی بوکھلاہٹ کا مزہ لیتی ہوئی بولی۔ مرزا نے پلٹ کر مشال کو دیکھا جو اسے خونخوار نظروں سے کچھ جتا رہی تھی۔

تو کیا ہوا بہن ہے میری۔ مرزا نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنا چاہا۔

چلو گڑیا ہم تمہارے شیف صاحب کے آنے سے پہلے آئس کریم کھا کر آتے ہیں۔

شیف صاحب آ چکے ہیں وکیل صاحب اس لیئے میری بیوی کو کہیں لیجانے کا سوچنا بھی مت۔ ضارب کچن میں داخل ہوتا اونچی آواز میں بولتا ہوا پری کے قریب آ کھڑا ہوا۔

آپ کی بیوی وہ بعد میں ہے پہلے میری بہن ہے کیوں نا لے جاؤں ایک تو میری اجازت کے بغیر رخصتی کروالی آپ نے اور اب مجھے ہی حکم دے رہے ہیں۔ مرزا کمر پر ہاتھ جما تا لڑاکا عورتوں کی طرح بولا۔

مرزا زیادہ بہن بہن نا کریں میرے بھائی نے اپنی بیوی کی رخصتی کروائی ہے آپ کو کیا تکلیف ہے۔ مشال بھی میدان میں آئی آخر اسکے پیارے بھائی کی بات تھی۔

تم چپ کرو چھپکلی بڑی آئی بھائی والی۔ چور چور موسیڑے بھائی۔ مرزا اب مشال کے مقابل آیا۔ ساتھ رخصتی کی بات پر اسکی رات والی حرکت بھی یاد آئی۔

یہ چھپکلی آپ نے کسے کہا ہاں۔ مرزا الطوفی دی لایر۔ مشال بھی کہاں چپ رہنے والی تھی۔ البتہ ضارب اور پری کبھی اسے تو کبھی اسے دیکھ رہے تھے۔

لایر کون ہے پتا چل گیا ہے مجھے۔ مرزا بھی آگے آیا جب ضارب دونوں کے بیچ آ کھڑا ہوا۔

یہ چورچور موسیڑے بھائی والی بات کی تشریح کرنا پہلے تم زرا۔ ضارب نے اپنے مطلب کی بات پکڑی۔

اس میں تشریح کرنے جیسا کیا ہے۔ یہ چھپکلیاں بھی زیادہ کچن میں پائی جاتی ہیں اور شیف بھی ہوئے ناچورچور موسیڑے بھائی۔ مرزا اپنی بات کہتا فوراً پری کے پیچھے ہوا کیونکہ ضارب اب اپنی آستین چڑھا رہا تھا۔

ابھی ضارب اسے پری کے پیچھے سے نکالتا کی حال سے زور زور سے جاء بیگم کی آواز آنے لگی۔ جو شائد نہیں یقیناً ضارب کا نام پکار رہی تھی۔ ضارب فوراًباہر کی جانب بڑھا مرزا بھی اس طرف بڑھنے لگا تھا کی اسکے فون پر نوٹیفیکیش کی بیپ ہوئی۔

اور نوٹیفیکیش کلک کرتے ہی جو خبر اس نے پڑھی تھی۔ اس پر اسکی بے ساختہ نظر پری پر گئی جواب کچن سے باہر نکلنے لگی تھی۔

مشال پری کو لے کر کمرے میں جاؤ فوراً۔ مرزا مشال کو ہدایت دیتا خود باہر کی جانب لپکا۔

مرزا جب حال میں داخل ہوا تب سبھی چہرے پر سنجیدگی لیئے ضارب کو دیکھ رہے تھے۔ ضارب بھی سنجیدگی سے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔

ضارب تم نے نیوز دیکھی ہے؟ جباء بیگم نے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا جہاں بریکینگ نیوز چل رہی تھی۔

رپورٹرس گلا پھاڑ پھاڑ کر طاہر زیدی کی بربادی کی داستان سنا رہا تھا۔ کی کیسے طاہر زیدی کے غیر قانونی سر گرمیوں نے اسکے سات پوشتوں کو منہ اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ کیسے اسکے کالے کرتوتوں کا پرداہ فاش کرنے والی فائل کل ایک انجان نوجوان نے پولیس کے حوالے کی۔ اور اسکے بعد پولیس حرکت میں آتے ہوئے طاہر زیدی کے تمام ہوٹل آفس گوڈاوں یہاں تک کے گھر تک کو سل کر دیا ہے اب بس گرفتاری کے لیئے طاہر زیدی کی تلاش ہو رہی تھی۔

برے کام کا برا ہی نتیجہ ہوتا ہے ماما اس میں دیکھنے والی کونسی بات ہے۔ کالے کرتوت کبھی چھپتے نہیں نا ایسے لوگ چھپ سکتے ہیں۔ اب بس طاہر زیدی پولیس کے ہاتھ لگ جائے تو ایک برائی کا راستہ بند ہو۔ ضارب ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کرتا خاصے اطمینان سے بولا۔

بے شک برے کام کا برا نتیجہ ہوتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے ضارب کی وہ نوجوان کون تھا جس نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال kr طاہر زیدی جیسے خطرناک انسان کے معمالے نا صرف پڑا بلکے اس کے سارے کالے چٹھوں کی فائل بنا کر پولیس کے حوالے کی؟ جاء بیگم بھی اپنے اولاد کے رگ رگ سے واقف تھی۔

ماما آج کا دن ہم سب کے لیئے بہت تھکا دینے والا تھا۔ آپ لوگ بھی ہوسپٹل سے تھک کے آئے ہیں اور میں بھی آج ہوٹل میں فورن گیسٹ کے پیچھے بہت خوار ہوا ہوں کچھ ایسا ہی حال مرزا کا بھی ہے۔ دیکھیں میں نے تو ابھی ٹائی تک نہیں نکالی سو میں چلتا ہوں۔ آج ڈنر بھی میں اور پری روم میں ہی کریں گے۔ ضارب ہلکے پھلکے انداز میں کہتا سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا انداز صاف ٹالنے والا تھا۔ جب جاء بیگم خطرناک حد تک سنجیدہ تاثرات لیئے اسکے راستہ میں حمائل ہوئی۔

ضارب یہ کام ایک مہینے میں تو ہو نہیں سکتا اتنی دنیاں میں نے بھی دیکھی ہے پھر کب سے چل رہا ہے یہ سب؟ جاء بیگم نے کڑک لہجے میں برائے راست سوال کیا۔ کیونکہ اب گھمانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

میں ضارب عنایت ہوں اپنے سے جڑے لوگوں کے لیئے جان دے بھی سکتا ہوں بنا ایک پل سوچنے کے لیئے ضائع کیئے لے بھی سکتا ہوں۔ خوش قسمت تھا جو میری تربیت آپ کے آنسوں راہ میں رکاوٹ بن گیئے ورنہ شیف کے ہاتھ ہیں۔ ضارب نے مٹھیاں بھینچی۔

اور عنایتیں کرنے پر آیا تو اپنی جان تک دے دوں۔ اور اگر برباد کرنے کی ٹھانی تو پانی تک دستیاب ناہونے دوں۔ تو سوچیں جس نے میرے سر سے میرے بڑوں کا سایہ چھینا مجھے بے سائبان کیا میں اسکے ساتھ کیا کرونگا۔ بلکہ کرچکا ہوں اب طاہر زیدی کی سات نسلیں سائباں کو ترسے گی۔ بٹ صد افسوس حساب میرا تب بھی برابر نہیں ہوگا۔ ضارب سرد ٹھنڈے ٹھار لہجے میں اپنی کہتا وہاں رکا نہیں تھا بلکہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتا اپر کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ باقی سب وہیں بنا حس و حرکت کھڑے تھے۔

ضارب کمرے کے باہر کھڑے ہو کر ایک لمبی سانس کھینچ کر اپنے اعصاب کو پر سکون کرنے چاہے لیکن تناؤ بڑھتا محسوس کر کے وہیں سے چھت پر چلا گیا۔

جب پری کے آگے میری اصلیت کھلے گی تو وہ میری سچائی جاننے کے بعد مجھے قبول کرے گی کیا رد عمل ہوگا اسکا۔ جن آنکھوں میں ضری نے اپنے لیئے بے انتہا محبت دیکھی ہے ان آنکھوں نفرت

بدگمانی بے یقینی مان ٹوٹنے کا درد کیسے دیکھ پاؤنگا میں اینجل۔ ضارب ریلینگ پر جھکا سیگریٹ کے کش لیتا گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ پر سوچ نظریں دور آسمان پر ڈوب رہے سورج پر تھی۔

اسے سیگریٹ نوشی کی عادت نہیں تھی لیکن پچھلے ایک سال سے اسنے یہ عادت ڈال لی تھی۔ جب بھی پریشان ہوتا ڈبیوں سیگریٹ پھوک دیتا۔ ابھی یہ اسکا چوتھا سیگریٹ تھا۔ وہ کافی دیر وہیں آسمان سے نظریں ہٹائے بغیر کھڑا اپنا دل دھویں سے جلاتا رہا۔ پھر کچھ سوچ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ضارب جب کمرے میں داخل ہوا پری اپنے بال کھولے کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ اسکے کالے گھنے کمر تک آتے بال کسی کالی گھٹا کی طرح اسکے کمر کو چھپائے ہوئے تھے۔ ضارب ایک ٹرانس کے انداز میں چلتا بالکل پری کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

لیکن پری کی محویت نہیں ٹوٹی تھی اسکی نظر اب بھی آسمان پر اُڑ رہے پرندوں پر تھی۔ ضارب مسکراتا ہوا پیچھے سے پری کو اپنے حصار میں لے کر ٹھوڑی اسکے شانوں پر ٹکائی۔

ضری کتنی بار کہا ہے ایسا نہیں کر۔ پری اسکا حصار توڑتے ہوئے پلٹی ہی تھی جب ضارب کو دیکھ باقی کے الفاظ سکے منہ میں ہی رہ گئے۔

آپ کو میں نے پہلے بھی کہا ہے میں ضارب عنایت ہوں آپکا شوہر۔ ضری نہیں ہوں آپ سمجھتی کیوں نہیں یہ بات میری سمجھ نہیں آتی ہے۔ ضارب جھنجھلا کر بولا۔ وہ سوچ کر آیا تھا کی پہلے پری کو اعتماد میں لے کر ضارب اور ضری کی مسٹری سلجھائے گا لیکن یہاں تو ضارب کا ابھی بھی کوئی چانس نہیں تھا۔

ممم۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔ پری کو کچھ سمجھ نہیں آیا تو بس رونا شروع کر دیا۔ ضارب اسے روتا دیکھ کر خود کو ملامت کرتا پری کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے قریب کیا۔

میں آپ جذبات کو سمجھتا ہوں اور اسکی قدر بھی کرتا ہوں۔ آپ نے ایک عرصہ ضری کے ساتھ گزارا ہے آپ کو اسکی عادت ہو گئی ہے یا محبت جو بھی ہو۔ لیکن آپ کو بھی اب اب حقیقت کا سامنہ کرنا چاہیے اسے کھلے دل سے قبول کرنا چاہیئے۔ اور حقیقت یہی ہے کی میں ضارب عنایت آپ کا شوہر ہوں۔ ضارب دیوار پر ہاتھ جمائے ہوئے سمجھانے کے انداز بولا۔ جبکہ پری سر نیچے جھکائے بس آنسوں بہائے جا رہی تھی۔

پری خدارا ان آنسوں کو بے مول نا کریں مجھے تکلیف ہوتی ہے یار۔ پری کے آنسوں ضارب کے شوز پر گرے تو اسنے تڑپ کے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اسے اپنے حصار میں لیئے ہی لے جا کر بیڈ پر بیٹھایا

سائیڈ ٹیبل سے گلاس میں پانی ڈال کر اسے اپنے ہاتھ سے پلایا۔ پھر خود گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ کر اسکے دونوں ہاتھ تھامے گویا ہوا۔

پری میں ضارب عنایت اپنے سے جڑے رشتوں کو لے کر بہت سے بھی زیادہ حساس ہوں ہمیشہ سے۔ اور ملاوٹ تو میں اپنے کچن کے کسی معمولی سے معمولی ڈیش میں تک برداشت نہیں کرتا پھر آپ تو میری شریک حیات ہو میرے جسم میرے روح کا آدھا حصہ کیسے برداشت کرلوں آپ کے منہ سے بار بار اس ضری کا نام۔ ضارب نے چبا کے ضری کہا۔ جس پر پری نے خفگی سے اپنے ہاتھ واپس کھینچے۔ لیکن ضارب نے اپنی گرفت مظبوط کرتے ہوئے اسے گھورا ابھی وہ محترمہ کو وہی سمجھا رہا تھا اور میڈم نے پھر وہی کیا۔

میں یہاں کیا بکواس کر رہا ہوں پری؟ ضارب اسے رخ پھیرتے دیکھ سختی سے بولا۔ پری فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی آنکھیں پھر سے بھر آئی تھی۔

نہیں بھول سکتی میں ضری کو بلکہ نہیں بھولائے جاتے مجھ سے ضری۔ اسی لیئے صرف اور صرف اسی لیئے میں نے ماما کو کہا تھا کی وہ مجھے ہوسٹل بھیج دیں۔ لیکن نہیں آپ نے آکر ٹانگ لڑانا تھا مجھ یہاں اپنے ساتھ لانا تھا اب شکایت بھی کر رہے ہیں۔ پری پہلے تو چلّا کر بولی۔ پھر خود آواز دھیمی ہوگئی۔ آخر میں تو میڈم نے باضابطہ سوں سوں کرتے ہوئے اپنی بات پوری کی۔

نا بھلاؤ یں یار میں نے کب کہا ہے آپ سے کی آپ اپنے ضری صاحب کو بھلا یں ۔ میں تو بس اتنا کہہ رہا ہوں آپ میرے بھی جذبات کی کچھ قدر کریں اسے سمجھنے کی کوشش کریں ۔ ضارب بے بسی سے بولا ۔ پھر اسے کاندھے سے تھامتے ہوئے گویا التجاء کی ۔

یار آپ ہی سوچیں جب بھی میں آپ کے قریب آیا ہوں آپ نے مجھ میں ضری کو تلاش کیا hai ضری کو محسوس کیا ہے ۔ کیا کبھی آپ نے مجھے ضارب کہا نہیں مجھے تو لگتا ہے ہمارے دو تین بچے ہو جائیں گے اور میں تب بھی ضارب نہیں بن پاونگا ۔ ضارب آخر میں اسے ہنسانے کے لیئے بولا ۔

لیکن اسکی بات پر پری کا بے ساختہ ہاتھ اپنے پیٹ پر گیا تھا ۔ یہ بھی تو ایک حقیقت تھی جو آج نہیں تو کل ضارب کے آگے کھلنی تھی ۔ پھر کیا ہو گا ضارب تو ضری کا نام تک برداشت نہیں کر سکتا اسے کیسے قبول کرے گا ۔

کہاں کھو گیں میڈم ۔ ضارب نے اسکے آگے ہاتھ لہراتے ہوئے پوچھا ۔ جس پر پری نے نفی میں سر ہلایا ۔

گڈ!ایسا کریں جا کر منہ ہاتھ دھو کر آ جائیں پھر ہم ایک مووی دیکھیں گے اور کھانا بھی آج ہم روم میں ہی کر رہے ہیں۔ ضارب اسے واشروم کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ پھر اسے کوئی سوال کرنے کا موقع دئے بغیر واشروم میں بھیجا دیا۔ پری نے بھی اندر جاتے ہی دروازہ بند کر لیا۔

کیسے؟

کیسے بتاؤں میں آپ کچھ پری آپ تو ضری کے خیالوں میں اتنی گم ہو گئیں ہیں کی آپ کو ضارب کس وجود نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔ ضارب ایک پر سوچ بے بس نظر ڈور پر ڈالتا اپنے کپڑے نکالنے چل دیا تھا۔

دونوں کے فریش ہو کر آنے کے بعد ضارب نے مووی لگائی تھی جو دیکھتے دیکھتے رات کے نو بج گئے۔ پری کے منع کرنے کے باوجود ضارب نے کھانا کمرے میں ہی منگوایا تھا۔ کھانا کھانے کے فوراً بعد ہی ضارب پری کو لے کر بیڈ پر چلا گیا تھا۔ وہ پری کے ساتھ ایک ایک لمحہ جینا چاہتا تھا۔

کچھ ہی دیر میں پری تو نیند کی وادیوں میں چلی گئی تھی۔ لیکن ضارب کے آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی آج اسے اسکی منزل ملی تھی۔ اپنے بابا اور چاچو کے قاتل کو وہ اسکے انجام تک پہونچا آیا تھا۔ لیکن شائد سچائی اسکے محبوب کو اس سے دور کر دے یہ سوچ اسے سونے نہیں دے رہی تھی۔

مسجد سے فجر کی نماز ادا کر کے ضارب جیسے ہی حال میں داخل ہوا وہاں کے صوفوں پر سب کو بیٹھا دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ لیکن آگلے پل خود کو تیار کرتا ان سب کے پاس چلا آیا۔

ضارب ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں میرا نہیں خیال تمہیں بتانے کی ضرورت ہے۔ صابر نے ضارب کے صوفوں کے پاس آتے ہی سنجیدہ آواز میں کہا۔

جی! میرے کچھ کہنے سے پہلے میری اتنی سی ریکویسٹ ہے کی کوئی میری بات کے بیچ میں انٹرپٹ نا کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ لوگ سب میرے لیئے بہت اہم ہے میں کبھی ایسا کچھ نہیں کرونگا جس سے میرے اپنوں کو تکلیف پہونچے ان کی دل آزاری ہو لیکن شائد۔ ضارب ٹویسٹر صوفہ سنبھالتے ہوئے نظریں جھکا کر التجا کی۔

یہ تو تمہاری بات سن کر طئے کریں گے۔ حباء بیگم بنا لگی پٹی کے بولی۔ جس پر ضارب نے سختی سے آنکھیں بند کر کے کھولی تھی جیسے اپنے اندر ہمت جمع کر رہا ہو۔

نماز کے بعد واک کے لیئے نیچے آرہی پری سب کو یوں جمع دیکھ فوراً پلر کے آڑ میں ہوئی تھی۔

ویل میری یادداشت کبھی گئی ہی نہیں تھی۔ ضارب نے ایک لمبی سانس لے کر سب کی سماعتوں پر گویا دھماکا کیا تھا۔

کیا!!!!!!!!!۔ حباء بیگم نے دہل کر دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ باقی سب کا بھی یہی حال تھا سب سپرنگ کی طرح اچھل کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں موجود کسی بھی شخص کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ ناہی پلر کے پیچھے چھپی پری کو جس نے اپنے منہ پر دونوں ہاتھ جما کے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹا تھا۔

جی! بالکل سہی سنا آپ لوگوں نے میری یادداشت کبھی نہیں گئی تھی۔ آئی نیور لوسٹ مائی میموری۔ ضارب اپنی بات پر زور دیتا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ باقی سب تو پہلے ہی سے کھڑے تھے۔

میں جب کوما میں تھا میں آپ لوگوں کی باتیں سن سکتا تھا۔ وہیں میں نے صابر بھائی کے منہ سے بابا اور چاچو کی ڈیت کی خبر سنی تھی۔ اور تبھی مجھے خود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اور ہر گزرتے دن کے ساتھ میری خود سے نفرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

اور جب میں ہوش میں آیا تب میں خود کو ضارب عنایت کے نام و نشان اسکی پہچان اسکی ہستی مٹا دینا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کی ضارب عنایت کا وجود اس دنیاں سے ختم ہو جائے۔ کیونکہ

مجھے میرے وجود کے ایک ایک حصہ سے نفرت ہونے لگی تھی۔ ضارب صوفے پر زور سے ہاتھ مارتا کرب سے بولا۔

کیا فائدہ میرے ان آنکھوں کا جسے ایک لمحہ نہیں ملا کے پلٹ کر اپنے بابا اور چاچو کو دیکھ سکے۔ ان آنکھوں کو تو انکا آخری دیدار تک نصیب نہیں ہوا۔

کیا فائدہ تھا میرے ان ہاتھوں کا جو انہیں بچا نہیں سکے جو انہیں قبر میں تک اتارنے سے محروم رہ گئے۔ کیا فائدہ تھا میری ان کاندھوں کا ان پیروں کا جو ان کا جنازہ نہیں اٹھا سکے انکی آخری منزل کی طرف انکے ساتھ چار قدم نہیں چل سکے۔ ضارب اپنا آپا کھوتا چلّا کر وہاں موجود ہر انسان کو وحشت زدہ کر رہا تھا۔

پری تو مشکل سے پلر کے سہارے کھڑی تھی۔ اسکے پیر کپکپا رہے تھا۔ ہاتھوں میں واضح لرزش تھی جس کی وجہ سے وہ بار بار پلّر پر اپنی گرفت مضبوط کر رہی تھی۔

اس لیئے میں نے ہوسپٹل میں ڈاکٹر کے پوچھنے پر بھی اسے کوئی بات نہیں بتائی۔ کیونکہ میں اپنا وجود ہی نہیں چاہتا تھا۔ باقی کام میں نے ڈاکٹر مدثر اپنے دوست سے کروالیا جو میرا ٹریٹ مینٹ کر رہا تھا۔ ضارب اطمینان سے آکر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ باقی سب خاموش ہی تھے۔

جب آپ لوگ مجھے گھر لے آئے اور گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے بابا اور چاچو کی تصویر دیکھی میرے اندر سے آواز آئی کی مجھے انہیں کے پاس چلے جانا چاہیئے کیونکہ مجھے اب جینے کا کوئی حق نہیں۔ میں نے خودکشی کرنے کی کوشش کی لیکن بچالیا گیا۔

پھر جب کچھ گھنٹوں کے بعد ماما کا احساس ہوا کی وہ رو رہی تھی۔ تب میں اپنے کمرے سے نکل کر ماما کے پاس معافی مانگنے جانے لگا تھا۔ جب میں نے مشی کو احتشام کو بتاتے سنا کی آپ لوگوں کو لگتا ہے کی میری یادداشت چلی گئی ہے۔ اور میں اب ایک آٹھ سال کے بچے جیسی ذہنیت رکھتا ہوں۔ گو کے مجھے نہیں پتا تھا کی مدثر نے آپ لوگوں ایسا کچھ بتایا ہے میں حیران ہوا۔

میں ان لوگوں کو سمجھانے کے بجائے آپ کے کمرے کا رخ کیا کے وہیں سب کلئیر کرونگا۔ لیکن وہاں پہونچ کر مجھے یہ جان کر افسوس ہوا کی آپ نے اور چاچی نے صابر بھائی اور مرزا کو اپنی قسم دی ہے کی وہ طاہر زیدی کے خلاف آواز نا اٹھائے۔ ضارب چلتا ہوا جاء بیگم کے مقابل آیا۔

ماما کیا میرے بابا اور چاچو کی جان انکی زندگی اتنی غیر اہم تھی کے انکے قاتل پر کیس بھی نا چلایا جائے؟ ضارب نے دکھ سے سوال کیا تھا جس پر جاء بیگم نظریں چرا گئی۔

تب مجھے احساس ہوا کی مجھے اپنی ہستی نہیں طاہر زیدی کی ہستی کو مٹانا چاہیئے مجھے خود سے نہیں طاہر زیدی سے نفرت کرنی چاہیئے اتنی نفرت کے میں اپنی نفرت کے آگ میں جلا کر اسکا نام و نشان مٹادوں۔ طاہر زیدی کے نام ضارب آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

پھر میں نے فیصلہ کیا اگر آپ لوگوں کو لگتا ہے کی میں آٹھ سال کا بچہ ہوں تو پھر میں آٹھ سال کا بچہ ہی بن کر رہونگا۔ کیونکہ اگر میں آپ لوگوں کو بتا دیتا کی میں نے اپنی یادداشت نہیں کھوئی ہے تو آپ صابر بھائی اور مرزا کی طرح اپنی قسم سے میرے ہاتھ پیر بھی باندھ دیتیں۔ جو میں نہیں چاہتا تھا۔ اس لیئے پچھلے ایک سال سے میں نے اپنا یادداشت کھونے کے ناٹک کے ساتھ طاہر زیدی کے بربادی کا سامان تیار کرتا رہا۔ اور دیکھیں اللہ نے کل آخر مجھے کامیابی دے ہی دی۔ ضارب اپنی بات مکمل کر کے پیچھے پلٹا تھا جہاں سب کی ساکت نظریں پیچھے کی جانب تھی۔

انکی نظروں کے تعاقب میں دیکھ کر ضارب کی خود کی سانسیں رکنے لگی تھی۔ کیونکہ پری پلر کے سہارے کھڑی بے یقینی سے سب کو دیکھ رہی تھی جو اس بات کا گواہ تھا کی وہ سب سن چکی ہے۔

طاہر زیدی کو برباد کیا اسکی وجہ تو بتا دی سب کو ضارب عنایت صاحب پر یشے احمد کو برباد کرنے کی وجہ بھی تو بتائیں سب کو کھیل تو آپ نے اسکے ساتھ بھی کھیلا ہے۔ تماشہ تو اسکا بھی بنایا ہے۔ تو ظاہر سی

بات ہے اسکے پیچھے کی بھی کوئی ٹھوس وجہ ضرور ہوگی۔ پری لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سب کی طرف آرہی تھی۔ آواز میں کپکپاہٹ واضح تھی۔

گڑیا دیکھ کے گر جاؤگی۔ مرزا اسکا پاؤں دوپٹہ میں الجھتا دیکھ فوراً اسکے پاس آتا اسے سنبھالا۔

گِر تو بہت پہلے گئی تھی بھائی ضارب عنایت کے مائنڈ گیم میں لیکن صد افسوس آج اپنی نظروں سے بھی گِر گئی۔ پری مرزا کا بازو تھامتی ایک زخمی نظر ضارب پر ڈالی جو بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پری! میری بات سنو پلززز۔ ضارب نے ہمت کر کے کے اسکی طرف بڑھنا چاہا جب پری نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

نہیں! ضارب عنایت اب اور نہیں مانا بہت بیوقوف ہوں۔ بلکے آپ کے ہاتھوں بہت بیوقوف بن گئی۔ لیکن اب نہیں۔ مجھے تو خود پر ہنسی آرہی ہے چھ مہینے سے جس انسان کی پرچھائی سے زیادہ اسکے قریب رہی اسکی پرچھائی سے تک واقف نہیں ہو سکی۔ کتنی بیوقوف ہوں نا بھائی میں۔ اب وہ بچوں کی طرح مرزا سے پوچھ رہی تھی۔ جس کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھی۔ باقی سب کی حالت بھی مرزا سے مختلف نہیں تھی۔ سب کا دل پری کو دیکھ کر پھٹ رہا تھا۔

دیکھو پری پلز ایک بار میری بات سن لو۔ ضارب نے ایک اور کوشش کرنی چاہی۔ لیکن لاحاصل اس بار وہ لڑکی بہت بری طرح سے ٹوٹی تھی کیونکہ اسکا مان اسکا بھروسہ ٹوٹا تھا اور توڑنے والا بھی وہ شخص تھا جس پر اسے خود سے زیادہ بھروسہ تھا۔

بتائیں نا ضارب عنایت مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا آپ نے میں یہاں عنایت ہاؤس میں اس لیئے؟

نہیں پری تم میری با۔ ضارب اسکی بدگمانی پر تڑپ اٹھا تھا لیکن وہ اسکی سننے کہاں والی تھی۔

ہاں! سمجھ آیا میری وجہ سے ماما بہت پریشان رہنے لگی تھی نا اور باقی فیملی بھی بہت پریشان تھی میری آمد سے اسکی کا بدلہ لیا نا آپ نے؟۔ اسکی بات پار حباء تڑپ کر اسکے قریب آئی تھی۔

نا میرا بچہ ایسا نہیں کہتے۔ آپ تو میری پیاری بیٹی ہو۔ بدگمانی کی سرحدوں کو چھونے سے پہلے ضارب کی بات سن لو۔ انہوں نے اسے گلے لگایا۔

کاش! ماما کاش اس دن آپ مجھے لے کر نہیں آتی۔ میں اگر قسمت سے یہاں آ بھی گئی تھی تو مجھے اتنی اہمیت نہیں دیتی۔ یا پھر پرسوں مجھے گاؤں جانے دے دیتی ماما تو آج میرا بھرم نا ٹوٹتا۔ پری حباء بیگم سے الگ ہوئی۔

بیٹا!ایک بار تم اسکی بات تو سن لو۔ حباء بیگم نے ضارب کی طرف اشارہ کیا جو بے بسی کی تصویر بنا تھا۔

کیا بات کریں گے وہ ماما پھر سے جھوٹ؛ پھر سے فریب؛ پھر
سے دھوکا؛ پھر سے کھیل؛ پھر سے مہرا؛ پھر سے پیادہ۔ اور ایک بار پھر میں انکے فریب میں آجاؤنگی ہیں نا؟ پری کی بات پر ضارب اسکے قریب آتا اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا۔ لیکن وہ مرزا کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اور مرزا کی ٹی شرٹ کو زور سے اپنے مٹھیوں میں جکڑلیا تھا۔

بھبھ۔۔۔ بھبھائی۔۔ انہیں۔۔۔ کک۔۔ کہیں۔۔۔ مم۔۔ مجھ۔۔ سے
دد۔۔۔ دور رہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مرزا پری کی گرفت اپنی ٹی شرٹ پر کمزور ہوتا دیکھ پلٹا تھا جب وہ مرزا کے بازوں میں جھول گئی تھی۔

پری!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!سب کی چیخ بیک وقت تھی۔ ضارب تو اسے پکڑنے کے لیئے آگے بھی بڑھا تھا۔ لیکن مرزا اسے پاٹ دار نظروں سے دور رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے پری کو اپنی باہوں میں اٹھا چکا تھا۔

یادرکھئیے گا بھائی آگر میری بہن یا اسکے بچے کو کچھ ہوا تو آپ پری کے بھائی کو دیکھیں گے۔ مرزا کاٹ دار آواز میں کہتا اس پر ایک قہر برساتی نظر ڈال کر تقریباً دوڑتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بھاگا تھا ساتھ صابر راجہ اور مشال بھی گئے تھے۔

ماما۔۔۔۔۔بچہ۔۔۔۔کافی دیر بعد ضارب کی آواز کسی کھائی سے آئی تھی۔

ہاں!بچہ پری پریگنینٹ ہے۔اور یادرکھنا میری بیٹی یا اسکے بچے کو کچھ ہوا تو میں بھول جاؤنگی کے تم میرے بیٹے ہو۔چلوشاہین میری بچی کو میری ضرورت ہے۔ورنہ مارنے والوں تو کوئی کثر نہیں چھوڑی ہے۔حباء بیگم بھی جلدی سے باہر کی طرف بڑھی تھی۔پیچھے ضارب اپنا سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

مرزا گاڑی واپس لو۔صابر فون کان سے ہٹاتے ہوئے بولا۔

لیکن کیوں بھائی؟۔آپ دیکھ نہیں رہے پری کی حالت۔مرزا پریشانی سے پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔جہاں پری مشال کے گود سر رکھے ہوش وخرد سے بے گانا آنکھیں بند کئے پرسکون سی لیٹی اپنے آس پاس موجود لوگوں کی جان سولی پر لٹکا رکھی تھی۔

ہاں! پتا ہے ان شاء سب ٹھیک ہو جائے گا۔ فکر نہیں کرو۔ دراصل ڈاکٹر خود امیر جنسی کا سن کر عنایت ہاؤس کے نکل چکے ہیں۔ میں نے کال کر دی ہے۔ ویسے بھی اتنی صبح وہ کلینیک پر کیا کریں گے۔ اب تک تو نکل بھی چکے ہونگے ویسے بھی انکا گھر عنایت ہاؤس سے زیادہ دور تو نہیں ہے۔ صابر نے تحمل سے اسے ساری تفصیل بتائی۔

مرزا نے گاڑی واپس عنایت ہاؤس کی طرف موڑلی۔ انکے عنایت پہنچتے ہی وہاں ڈاکٹر صاحب پہلے سے ہی انتظار کر رہے تھے۔ مرزا پری کو اٹھاتا اندر کی طرف بڑھا حال میں بے حال بیٹھے ضارب پر اسنے ایک نظر ڈالنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

پری کو جاء بیگم کے کمرے میں لیٹانے تک ڈاکٹر صاحب بھی وہیں
آ گئے تھے۔ آدھے گھنٹے کے اندر ڈاکٹر پری کا چیک کر کے باہر آئے تھے۔ جب باہر بے چینی سے ٹہل رہا مرزا انکے پاس پہونچا۔

ڈاکٹر کیسی ہے میری بہن؟ ڈاکٹر کو نارمل دیکھ کر مرزا بھی کچھ پر سکون ہوا تھا اس لیئے انکا بریف کیس تھامتے ہوئے بولا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ اب ٹھیک ہیں میں نے انہیں سکون آور انجیکشن لگا دیا ہے سو اس دن کی طرح چند گھنٹے پر سکون سوتی رہیں گی۔۔ سوڈونٹ وری۔ ویسے پہلے والی میڈیسن تو ہوگی ہی کچھ آج ایڈ کی ہے انہیں ہوش آتے ہی براک فاسٹ کے ساتھ دے دیجئے گا۔ ڈاکٹر صاحب
اور مرزا چلتے ہوئے حال تک آ گئے تھے۔

لیکن وکیل صاحب میں نے آپ کو پہلے وارن کیا تھا کی انہیں کسی بھی طرح کی سٹریس سے دور رکھیں۔ میرا نہیں خیال کی مجھے آپ کو بتانے کی ضرورت ہے کی اس کنڈیشن میں سٹریس ماں اور بچے دونوں کے لیئے کتنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنا بریف کیس واپس لیتے ہوئے بولے۔

ویسے میری تو آپ کو ایڈوائس ہے کی آپ انکے شوہر کو منگوالیں۔ ایسی حالات میں شوہر سے زیادہ کوئی بہتر ساتھی نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر صاحب کی بات پر سب کی بے اختیار شکوہ کناں نگاہیں مضارب پر اٹھی تھی۔ جو خاموش نادم سا نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

آپ فکر نہیں کریں ڈاکٹر صاحب مجھے اپنی بہن کا خیال رکھنا آتا ہے۔ مرزا کا لہجا بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔

خیر خیال رکھیئے گا پیشنٹ کا اور کوئی ایشو ہو تو ہو سپٹل آجائے گا۔ خدا حافظ۔ ڈاکٹر صاحب مصافحہ کر کے چلے گئے تھے۔ مرزا پری کے کمرے کی طرف جانے کے لیئے بڑھا ہی تھا جب ضارب آہستہ سے اس کا ہم قدم ہوا۔

مرزا۔۔ پپ۔۔ پری کیسی ہے ؟۔ ہمارا بچہ کیسا ہے ؟ ضارب مرزا کی طرف آتا بے تابی سے بولا۔ لیکن مرزا کو اسکی بے چینی سے زرا فرق نہیں پڑا تھا۔ اس لیئے قدرے روکھے مگر پاٹ دار لہجے میں گویا ہوا

کیوں جاننا ہے آپ کو پری کے بارے میں ؟ ارے چھوڑیں نا اسکی جان بے جان چیزوں کی کون پرواہ کرتا ہے۔ کھلونا تھی وہ آپ کے لیئے جس دیوانی کے ساتھ دی ہیڈ شیف ضارب عنایت نے دل بھر کے کھیلا۔ بلکے کٹھ پتلی کہنا زیادہ بہتر ہو گا آپ کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلی جسے آپ نے اپنے مرضی کے مطابق بلکے موڈ سوونگ کے حساب سے یوز کیا۔ جب دل کیا ہنسایا جب دل کیا رلایا جب دل کیا مظلوم بنے جب دل محسن بنے جب من کیا زخم دئے پھر موڈ ہوا مرحم رکھے۔ پھر کہانی کے آخر میں توڑ دیا اس محبت سے گندھی کٹھ پتلی کو۔ پھر اب کیوں فرق پر رہا ہے آپ کی بلا سے مرے یا جیئے۔ مرزا سفاکی سے بولا۔

پلززز مرزا ایسے نا کہو وہ میرے لیئے۔ ضارب تڑپ کر کچھ کہنا چاہا لیکن مرزا اس کی سننے کہاں والا تھا۔ وہ تو اس وقت ایک بھائی تھا ایک زخمی شیر بہنوں کا مان اس کا غرور بہنو کے لیئے حدیں پار کر دینے بہنوں کے سب سے بڑے محافظ۔

کیا نا کہوں حقیقت سننے کی ہمت رکھیں شیف صاحب۔ رزا نے نہایت بد تمیزی سے تیز آواز سوال کیا تھا۔ جس پر وہاں موجود سب اپنی اپنی جگہ لب بھینچ کر رہ گئے۔ آج پہلی بار عنایت ہاؤس میں مرزا کی آواز اتنی اونچی ہوئی تھی۔ اور پہلی بار ہی تھا جب مرزا نے کسی سے بد تمیزی کی تھی ورنہ ہنسنا ہنسا ہی اس کا کام تھا۔

بلکہ کیا جاننا ہے آپ کو پری کے بارے میں؟ کی آیا وہ بچ گئی یا نہیں تاکہ آپ دوبارہ اسکے ساتھ کھیل سکیں اسے بیوقوف بنا سکیں اسے اپنا عادی بنا کر چھوڑ سکیں اسے دوبارہ اس درد سے گزار سکیں ہیں نا اسی لیئے جاننا چاہتے ہیں نا آپ؟ مرزا آخر میں چلّا کر بولا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کی کیا کر دے۔

مرزا دیکھو۔ ضارب نے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا تھا جب مرزا اسکا ہاتھ جھٹکتا دہاڑا۔

کیا دیکھوں بھائی؟ دیکھتا ہی تو آیا ہوں اب تک۔ آپ کو ٹھیک کرنے کے جنون میں اسے خود کو بھلاتے دیکھا تو کبھی آپ کی دوستی میں اسے آپ سے نکاح کے لیئے سب کو مناتے دیکھا۔ بھائی

لڑکیاں خوابوں کی بنی ہوتی ہے ہوش سنبھالتے ہی سب سے پہلے وہ ہزاروں خواب سجاتی ہے جو وقت کے ساتھ بڑھتے جاتے ہیں جو انہیں بہت عزیز ہوتے ہیں۔ لیکن اس دیوانی نے اپنے خوابوں pr آپ کو فوقیت جب وہ یہ تک نہیں جانتی تھی کے آپ کبھی نارمل بھی ہونگے۔ اس قربانی کا بدلہ کیا خوب چکایا ہے آپ نے بھائی واہ! مرزا نے ایک قدم پیچھے لے کر تالی بجائی۔ جس پر ضارب کے الفاظ گم ہوئے تھے۔

کیا کیا نہیں دیکھا اس بھائی کی آنکھ بھائی۔ کبھی آپ کی یادداشت واپس لانے کے لیئے اسے روزانہ پاگلوں کی طرح ہزاروں طریقے آزماتے دیکھا؛ تو کبھی آپ کی تھوری سی بہتری پر اسے پاگلوں کی طرح خوش ہوتے دیکھا۔

اتنا دیکھنا کافی نہیں تھا میرے لیئے میں نے تو اس پاگل لڑکی کو آپ کی دیوانگی میں کبھی ہوسپٹل میں مسلسل سجدے میں دیکھا؛ تو کبھی آپ کے بھولجانے کے غم و درد کو اکیلے ہوسپٹل کے گارڈن کے اندھیرے میں چھپاتے دیکھا ہے۔ کبھی صرف آپ کے سوالوں سے بچنے کیلیئے اپنے ہی بچے کی آمد کی خوشی پر روتے دیکھا؛ تو کبھی محض آپ کو سہی سلامت دیکھنے کی خواہش پر آپ کو کسی اور کا ہوتے دیکھنے کے لیئے تیار دیکھا۔ اور کیا دیکھنا باقی ہے میرے لیئے اب آپ بتائیں؟ مرزا اپنی ضبط سے سرخ ہوتی آنکھیں اس پر گاڑھے ہوئے سراپا سوال بنا تھا۔ لیکن ضارب کے پاس نا الفاظ تھا نا سر اٹھانے کی ہمت۔

مرزا۔۔۔ مم۔۔ ممیں۔۔۔ جانتا ہوں میں نے پری کے ساتھ غلط کیا ہے لیکن باخدا میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا میں تو اسے تکلیف پہونچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا میں تو اسے محبت کرتا ہوں اور۔۔۔

ہنہ! محبت اس لفظ کو بیچ میں مت گھسیٹیں پلزز۔ مرزا نے فوراً اس کی بات قطع کی تھی۔

محبت مطلب بھی جانتے ہیں آپ اس لفظ کا یا بس منہ میں آیا اور بول دیا۔ مرزا نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

بھائی محبت بہت بھاری لفظ ہے آپ اسکا مطلب تک نہیں جانتے اسکا بوجھ کیا اٹھا پائینگے۔ اس لیئے اس لفظ کو آپ بیچ میں نا لائیں تو بہتر ہے کیونکہ آپ نے صرف اس معصوم کے جذبات کے ساتھ کھیلا ہے۔

بس مرزا!!!!!!!!!!!!!۔ ضارب اپنی مٹھیاں بھینچتا چلّا اٹھا تھا۔

آواز نیچے بھائی کیونکہ آپ ابھی اپنے چھوٹے بھائی مرزا سے نہیں بلکہ پری کے بڑے بھائی مرزا غالب عنایت سے مخاطب ہیں۔ آپ نے بھائیوں کا جنون نہیں دیکھا۔ مرزا اسے زیادہ اونچی آواز میں چلّا کے بولا۔

ماما یہ دن دیکھنا پڑے اس لیئے میں اس نکاح کے خلاف تھا لیکن آپ۔۔ مرزا نے تاسف سے سر ہلا۔

خیر ڈاکٹر نے پری کو پروپر ریسٹ کرنے کے لیئے کہا ہے ساتھ اسے ہر طرح کے سٹریس سے دور رکھنے کی خاص ہدایت دی ہے۔ اب میں اسکے دل پر لگے زخم تو نہیں بھر سکتا لیکن زخم دینے والے کو اس سے دور تو رکھ ہی سکتا ہوں۔ اس لیئے ان سے کہیں پری سے دور رہے ورنہ میں پری کو لے کر عنایت ہاؤس چھوڑ دونگا۔ میرے لیئے میری بہن ہر چیز سے اُپر ہے۔ مرزا حباء بیگم سے کہتا پری کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

تین گھنٹے گزر گئے تھے لیکن ضارب حال سے ہلا تک نہیں تھا۔ حبا بیگم باقی سب گھر والے پری کو دیکھ آئے تھے۔ اور اسے پر سکون سوتا دیکھ کر سب مطمین ہو گئے تھے لیکن ضارب وہ کیا کرتا اسے تو پری کی خیریت تک کوئی بتانے کو راضی نہیں تھا۔ مرزا نے تو پری کے پاس حباء بیگم کو تک بیٹھنے نہیں دیا تھا وہ خود پری کے پاس پہریدار بنا بیٹھا تھا۔

ماما یہ کچھ میڈیسن ہیں جو چوکیدار چاچا کو یہاں کے میڈیکل اسٹور سے نہیں ملے۔ میں اسے بڑی میڈیکل سے لینے جارہا ہوں آپ تب تک پری کے پاس رہیں۔ ابھی ایک سے آدھے گھنٹے میں اسے ہوش آنے ہی والا ہے۔ اس کا خیال رکھیں کی کوئی بری یاد اسکے پاس نا جائے میں جلدی آنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مرزا بات جاء بیگم کر رہا تھا لیکن اسکی بری یاد کا مطلب سب اچھے سے سمجھ گئے تھے۔

ہاں! جاؤ جلدی آنا۔ جاء بیگم کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی وہ جانتی تھی انکا بیٹا اپنی بہن کو لے کر کتنا حساس ہے کی آج اپنے بھائی کے مقابل کھڑے ہونے سے بھی بعید نہیں کیا۔

جاء بیگم پری کے سرہانے بیٹھی اسکا چہرا دیکھ رہی تھی جو کچھ ہی دیر میں بالکل کملا سا گیا تھا۔

میری بچی ماما نے سچ میں اپنی بچی کے ساتھ غلط کیا۔ جاء بیگم نم آواز میں کہتی پری کے پیشانی پر جھک کر ہونٹ رکھے تھے۔ جب دروازہ کھلنے کی ہلکی سی آواز ہوئی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا ضارب کو دیکھ کر وہ فوراً اسکی طرف بڑھی تھی۔

ضارب تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ جاؤ یہاں سے مرزا نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو وہ اپنی بات پر عمل کرنے سے ہر گز گریز نہیں کرے گا۔ حباء بیگم ضارب کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کے باہر کرتی ہوئی بولی۔

ماما پلز زیار بیوی ہے وہ میری۔ ضارب لاچاری سے بولا۔

بیوی! یہ لفظ تم اپنی زبان سے ادا نا کرو ضارب کیونکہ تمہاری زبان سے لفظ بیوی مجھے اپنی نظروں میں شرمندہ کر دیتا ہے۔ مجھے اپنی کوتاہی کا احساس دلاتا میرے غلط فیصلہ
اور ضد پر پچھتاوا کراتا ہے مجھے احساس دلاتا ہے کی میں نے مرزا اور باقی سب کی بات نا مان کر تمہاری محبت میں پری کے ساتھ زیادتی کر دی۔ کیا منہ دکھاؤنگی صبا کو اس کی پھول سی بچی کے جزباتوں کی میں نے اپنی خود غرضی میں قربانی دے دی۔ حباء بیگم بھیگی آنکھوں سے پری کے بے سدھ وجود کو دیکھتی ہوئی نادم سی بولیں۔

ضارب نے بھی بیڈ کی طرف دیکھا تھا جہاں وہ دوشمنِ جان اسکی جان کو مشکل میں ڈالے اس پر ایک ایک سانس مشکل کیئے خود آرام سے لیٹی تھی۔

جاؤ!ضارب پلزز جاؤمیں نہیں چاہتی مرزاائے پری کے ہوش میں آنے سے پہلے کوئی ہنگامہ ہواور پری کسی قسم کا سٹریس لیکراپنی اورا پنے بچے کی جان خطرے میں ڈالے۔ حباء بیگم نے مشکل سے اسے باہر نکالنا چاہا تھا۔ لیکن وہ باہر جانے بجائے انہیں لیکر روم میں موجود صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

انہیں صوفے پر بیٹھا تا خود انکی قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔ پھر انکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اپنی آنکھوں سے لگائے۔ پھر اپنی سرخ آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

ماما دیکھیں میری ان آنکھوں میں کیا آپ کو ان میں پری کے لیئے محبت نظر نہیں آتی؟

کیا اس میں پری کے اس حالت میں دیکھنے میں کا درد نظر نہیں آتا؟

کیا ان آنکھوں میں دیکھ کر آپ کو لگتا ہے کی میں پری کو ہرٹ کرنے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں؟

ضارب ٹوٹے ہوئے لہجے میں پوچھ رہا تھا آواز میں نمی تھی جواب اسکے سرخ آنکھوں میں بھی اترنے لگی تھی۔ حباء بیگم نے غور سے اسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں صرف درد تھا پری کے لیئے محبت

تھی پھر نظر اسکے ہولیہ پر گئی جو بکھرا بکھرا الگ رہا تھا۔ ایسا تو انکا بیٹا کبھی نہیں تھا لیکن ان تین گھنٹوں نے اسکی حالت کیا کر دی تھی۔

ماما بتائیں نا کیا آپ کو ایسا لگتا ہے؟ ضارب اپنی قمیض کے استین کی مدد سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ جس پر حباء بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔

لیکن ضارب تم بہت غلط کیا ہے۔

ماما میں نے غلط کیا نہیں مجھ سے غلط ہوا ہے۔ ضارب نے انکی بات کی تصحیح کی جس پر الجھ کر انہوں نے ضارب کو دیکھا۔

دونو ایک ہی بات ہے ضارب۔ حباء بیگم اپنے ہاتھ واپس لیتے ہوئے بولی۔

نہیں ماما دونوں ایک بات نہیں ہے۔ ضارب نے اپنی بات پر زور دیا۔ پھر اٹھ کر ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ نظریں بیڈ پر لیٹے وجود پر رکھتے ہوئے گویا ہوا۔

ماماجب میں آنی سے ملاتب میں نے انہیں بتایاکی میں آپکا بیٹاہوں وہ بہت خوش ہوئی تھی۔ لیکن جب میں نے انہیں عنایت ہاؤس چلنے کے لیئے کہا توانہوں نے صاف انکار کردیا میرے لاکھ اسرار پر بھی انکی ناہاں میں نہیں بدلی۔

جب میں اپنی ضد پر قائم رہاتوپتاہے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑکر کیا کہا تھا؟ ضارب نے اپنی نظروں کا رخ ان کی طرف کیا۔

انہوں نے کہا تھاکی وہ عنایت ہاؤس کی عزت کو اپنے خواہشوں کے حصول کی دور میں اپنے قدموں تلے روند کرائیں تھیں اس لیئے وہ مر کر بھی وہاں اپنے قدم نہیں رکھیں گی لیکن اگر میں چاہوں تووہ اپنی پرچھائی اپنی واحد نشانی کو میری عزت بناکر عنایت ہاؤس میں ضرور بھیج سکتی ہیں۔

ماماتب میں پری کا نام تک نہیں جانتا تھالیکن میں نے بناایک پل سوچے آنی سے وعدہ کیا تھاکی میں اپنی امانت لینے انکے پاس واپس ضرور آونگااور عنایت ہاؤس میں پری کی آنکھوں میں ایک آنسوں کا قطرہ یااسکی پیشانی پر ایک پریشانی کی لکیر تک پڑنے نہیں دونگا۔ ماما میں نے وہ سب صرف اپناوعدہ نبھانے کے لیئے کیا تھا۔ آپ کو نہیں یقین تو میں کسی کی بھی قسم اٹھانے کو تیار ہوں۔ ضارب جذباتی ہوا۔

لیکن یہ کونسا طریقہ تھا بیٹا اپنا وعدہ نبھانے کا؟ حباء بیگم اسکی باتوں پر ایمان لے ائیں تھی۔ لیکن الجھن برقرار تھی۔

ماما میرے اس روپ سے گھر میں کوئی خوش نہیں تھا یہ بات میں اچھے سے جانتا تھا۔ لیکن وہ میری مجبوری تھی۔ ماما طاہر زیدی جیسے لوگ صرف ایک گھر برباد نہیں کرتے بلکہ شہروں کو آگ میں جھونک دیتے ہیں۔

ماما جس برائی کے خلاف میرے بابا اور چاچو نے آواز اٹھائی اور بے موت مارے گئے انہیں انجام تک پہونچانا میرا فرض تھا۔ ماما والدین کے پیچھے چھوڑ گئے ہر چیزوں پر اولاد کا حق ہوتا ہے۔ تو بابا کے اس ادھورے کام کو بھی پورا کرنا میرا فرض تھا۔

اور رہی بات اس سب میں پری کا تو ماما جب سے وہ عنایت ہاؤس آئی تھی۔ میں روز اسے بالکنی میں کھڑا روتا دیکھتا تھا اور روز مجھے احساس ہوتا تھا کی میں نے آنی سے وعدہ خلافی کی ہے۔ ماما مجھے اسے روتا دیکھ کر گھٹن ہوتی تھی۔ یہاں۔ ضارب نے اپنے دل کے مقام پر انگلی رکھا۔ یہاں درد ہوتا تھا ماما۔ میں چاہتا تھا وہ ہنسے کھیلے اپنے غم کو پیچھے چھوڑ کر زندگی کو اسکی عمر کی عام لڑکیوں کی طرح انجوئے کرے۔

اس لیئے میں اسکا ضری اسکا دوست بن گیا تھا وہ ضری کے ساتھ ایک لاپرواہ زندگی جیتی تھی۔ ہر فکر ہر دکھ ہر غم سے آزاد بس کھیلنا کودنا مستی کرنا۔ میں اسے اپنے کاموں میں اپنے آپ میں الجھائے رکھتا تھا کی کوئی دکھ کی ڈور اس تک پہونچ کر اسے خود میں نا جکڑ لے۔

ماما وہ خوش تھی اسے دیکھ کر میں خوش تھا۔مجھے اب اپنے اس روپ سے گھٹن نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ اسے میرے اس روپ سے خوشی ملتی تھی۔ پھر دھیرے دھیرے میں اسے لے کر ٹچی ہونے لگا تھا۔

اور انہیں دنوں آپ کی اوپریشن اور نکاح کی بات بیچ میں آگئی میں اس طرح نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت انکار کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ نکاح ہوگیا کہیں نا کہیں میں مطمین ہوگیا کی پری میری اصلیت جاننے کے بعد بھی میری ہی رہے گی۔

نکاح کے بعد بھی میرا رویہ ان کے ساتھ ضری والا ہی تھا۔ لیکن میں روز روز ان کی بے یقینی سے پریشان ہوگیا تھا۔ روز وہ میرے سرہانے بیٹھ کر روتے ہوئے ایک ہی رٹ لگائے رہتی تھی کے مجھے نا بھلانا۔ ماما بھلا کوئی اپنی زندگی کو اپنی آتی جاتی سانسوں کو بھول سکتا ہے۔

یہ بات میں اسے لفظوں میں نہیں سمجھا سکتا تھا کیونکہ میں ضری تھا نادان سا بچہ اس لیئے میں نے یہ بات اسے اپنے عمل سے جتایا کی وہ ضارب عنایت کے لیئے کیا ہے۔ ورنہ میں اپنا مشن ختم

ہونے کے بعد باضابطہ شادی کے تمام رسم و رواج کے بعد ہی پری کو ایک بیوی ہونے کا حق دینا چاہتا تھا۔ ضارب نے نظریں جھکا کر کہا تھا۔

چلو مان لیا یہ سب تم نے اچھے مقصد کے لیئے کیا تھا لیکن جب تم ہوش میں آئے تب تم نے پری کو بھولنے کی ایکٹنگ کیوں کی؟ حباء بیگم بھی آج مرزا کی ماں بنی ہوئی تھی۔

ماما ضری صرف ایک کردار تھا جیسے کہانیوں میں ہوتا ہے جس کا اصل سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔ کہانی ختم کردار ختم لیکن حقیقت۔ حقیقت ہوتی ہے اور میں ضارب عنایت ایک حقیقت تھا۔

اور میں چاہتا تھا کی ساری حقیقت کھلنے سے پہلے پری مجھے قبول کرے ضارب عنایت کو کیونکہ میں ہی اصل تھا اور مجھے ہی رہنا تھا۔ بس اسی لیئے میں ضارب بن کر اسے حقیقت کی دنیاں میں لانا چاہا اسے بھولنے کی بات کی۔ تکلیف مجھے بھی بہت ہوئی تھی لیکن ہماری کچھ دنوں کی تکلیف ہمیں زندگی بھر کی خوشی دینے والی تھی۔ ضارب نے اپنی نظریں پری پر ٹکائی۔

لیکن مجھے نہیں پتا تھا ماما یہ سب ایسے سامنے آئے گا۔ اور ہمارا بچہ۔ ماما اگر مجھے پری کی پریگننینسی کا پتا ہوتا تو میں کب کا طاہر زیدی کو بھار میں بھیج کر سب سچائی سامنے لے آتا ضارب اٹھ کر پری کے پاس آیا۔

سوری میری جان جن آنکھوں میں آنسوں نہیں دیکھنا چاہتا تھا ان آنکھوں سے گرنے والے ہر آنسوں کی وجہ ہی میں بنا۔ ضارب نے جھک اسکی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔

ضارب اب تم جاؤ مرزا آنے ہی والا ہوگا۔ جباء بیگم نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو آدھے گھنٹے سے اپر کا وقت گزر جانے کا اعلان کر رہی تھی۔

اور ہاں اب تم جا کر فریش ہو جاؤ۔ اور ناشتہ کرو ابھی مرزا اور باقی سب پری کی وجہ سے تم سے ناراض۔ لیکن ان شاء اللہ جلد سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ ضارب کو لیکر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی کیونکہ ان کے دل سے بدگمانی کے بادل جھٹ چکے تھے۔

ماما مرزا میری بیوی پر کچھ زیادہ حق نہیں جتا رہا۔ ضارب نے ایک آنکھ دباتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

شکر کرو صرف حق جتا رہا ہے ورنہ جتنا وہ اپنی بہن کو لے کر پوزیسیو ہے نا تمہیں چھوڑتا نہیں اور نا ہی تمہارے بڑے ہونے کا لحاظ کرتا۔ جباء بیگم نے اسے دھمکایا۔

لحاظ تو خیر اس نے ابھی بھی نہیں کیا ہے۔ ضارب نے منہ بنایا۔

کرنے کی امید بھی مت رکھنا کیونکہ تم نے ابھی تک کسی بہن کے بھائی کو نہیں دیکھا۔ بھائی چاہے چھ سال کو ہو یا چھبیس سال کا جب بات بہن پر آتی ہے تو وہ ایک بہترین محافظ کی مثال اپنے آپ میں خود ہوتا ہے۔ سوبی کیر فل مائی سن۔ حباء بیگم نے اسے خبر دار کیا۔

دوسرے بھائیوں کا تو پتا نہیں پری کے بھائی کو دیکھا ہے بڑا ہی کوئی خطرناک بھائی ہے۔ ضارب وہاں سے نکل گیا تھا کیونکہ مرزا کی آواز کچن سے آرہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد۔

سوپ تیار ہوا اور جوس جلدی سے ٹرے میں ڈال کر دیں گڑیا کو ہوش میں آئے سات منٹ ہو چکے ہیں۔ مرزا کچن داخل ہوتا عجلت میں بول رہا تھا۔ اور اپنی جلدی میں وہ ضارب کو بھی نہیں دیکھ پایا۔

سر وہ۔۔۔ شیف نے کچھ بولنا چاہا جب مرزا نے اسے ٹوک دیا۔

کیا وہ پندرہ منٹ پہلے کہا تھا بنانے کو اب وہ یہ کیا کر رہے ہیں جلدی سے ٹرے دیں مجھے ۔ گڑیا کو کچھ کھلا کر میڈیسن بھی دینا ہے ۔ مرزا شیف کی بات کاٹ کر بولا ۔ جس پر شیف نے بے بسی سے سوپ بنا رہے ضارب کو دیکھا ۔

سر اتنے کم وقت میں سوپ کہا تیار ہوتا ہے میں نے جوس بنا دیا ہے اور سوپ ضارب سر بنا رہے ہیں ۔ شیف کی بات پر مرزا نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا ۔ پھر شیف کو دیکھ کر سختی سے گویا ہوا ۔

دیر سے بنے یا جلدی آئی ڈونٹ کیئر لیکن سوپ آپ کے ہاتھ کا بنا ہونا چاہیئے ۔ ۔مجھے جب تک جوس دیں اور اپنے ہاتھ سے سوپ بنا کر بھیجیں یاد رہے اپنے ہاتھ سے بنا کر ۔ اور اگر سوپ آپ کے ہاتھ کا بنا نا رہا تو دوبارہ اس کچن میں آپ کو قدم رکھنے کی ضرورت ہر گز نہیں ہے ۔ اسکی بات پر شیف سر ہلاتا فوراً جوس مشین کی طرف بڑھا کیونکہ مرزا کی سنجیدگی بتا رہی تھی کے وہ ایسا کر سکتا ہے ۔

دیکھو مرزا سوپ آلموسٹ بن چکی ہے پانچ سے سات منٹ میں میں کمرے میں بھیجتا ہوں ۔ ضارب اسکے قریب آتا شیف کا خیال کرتے ہوئے دھیمی آواز میں بولا ۔

جتنا احسان آپ میری بہن پر کر چکے ہیں کافی ہے۔ آپ کے مزید احسان لے کر میں اپنی بہن کے لیئے کوئی رسک نہیں لینا چاہتا سو تھنکس۔ مرزا شیف کے ہاتھ سے ٹرے لیتے ہوئے بولا۔

آپ جلدی سے سوپ بھجائیں جلدی کا مطلب جلدی۔ مرزا شیف کو ہدایت دیتا خود کچن سے نکل گیا۔

ساری خدائی ایک طرف جوڑو کا بھائی ایک طرف۔ ویسے سارے سالے اتنے سڑیل ہوتے ہیں یا میرے لیئے اسپیشل امپورٹ ہوا ہے؟ ضارب اسکی پیٹھ دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

اب لوگوں کوئی مجھے یہ تو بتاؤ کی پہلے بیوی کو مناؤں
یا اسکے جان سے عزیز بھائی کو۔ ضارب شیف کا خیال کیئے بغیر زور سے بولا۔ پھر شیف کا خیال آتے ہی سوپ کی طرف بڑھ گیا۔

سوپ تو وہ خیر میرے ہاتھوں کا ہی پیئے گی اب جس کا خود کا شوہر اتنا بڑا شیف ہو وہ دوسرے شیف کے سوپ کو منہ کیوں لگائے بھلا۔ ضارب چمچ میں سوپ لیکر چکھتا ہوا خود سے بولا۔

یہ لو اندر لے کر جاؤ اور پوچھے تو تمہیں کیا جواب دینا پتا ہے نا؟ ضارب شیف کو ڈور کے پاس آ کر ٹرے دیتے پوچھا۔

جی سر۔

گڈ اب اندر جاؤ۔ ضارب شیف کو اندر بھیجتا خود کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ جہاں سے بیڈ کا منظر صاف نظر آ رہا تھا کیونکہ کھڑکی بیڈ کے قریب ہی تھی۔

پری بیڈ پر دو تکیوں کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی ایک ہاتھ پر ڈرپ کی نیڈل لگا ہوا تھا۔ اسکے رائٹ سائیڈ مشال بیڈ پر اسکے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ جبکہ مرزا کرسی لگائے اسکے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔

سر سوپ۔ شیف ٹرے اٹھائے بیڈ کے قریب پہونچا۔

آپ نے بنائی ہے نا؟ مرزا نے کنفارم کرنا چاہا۔ شیف نے جبراً مسکراتے ہوئے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ دونوں بھائیوں کے بیچ برا پھسا تھا بیچارہ۔ بڑے بھائی کی دھمکی تھی کے سوپ بنایا تو نوکری جائے گی چھوٹے بھائی کی دھمکی تھی کی نا بنائی تو نوکری جائے گی مطلب آگے کنواں پیچھے کھائی۔

ہممممم !مرزا نے سوپ چمچ میں لیکر چکھنے کیلیئے منہ کے قریب لے گیا جب شیف کی گھبراتی ہوئی آوازاسکے کانوں میں پڑی۔

سر میں نے ہی بنائی ہے اس لیئے تو میں خود لے کر آیا ہوں۔ آج بیچارے شیف کو سمجھ ائی تھی کے سولی پر کیسے مسکرایا جاتا ہے۔

اوکے تھنکس اینڈ تب کے مس بیہو کیلیئے سوری اب آپ جاسکتے ہیں۔ مرزا نے اسکی پریشانی کم کرتے ہوئے سوپ مشال کے ہاتھوں میں دیا۔ شیف بیچارہ تو آزادی کا پروانہ ملتے ہی کدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوا تھا۔

چھ سال سے آپ کے ہاتھوں کا بنا کھانا کھا رہا ہوں بھائی۔ کھانے کو دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کے آپ نے بنایا ہے اور آپ چلے تھے مجھے بیوقوف بنانے۔ مرزا نے ضارب کی تصویر دیکھتے ہوئے سوچا۔

اب کیا میری تصویر کو بھی یہ ایسے گھور گھور کے دیکھے گا۔ ضارب کھڑکی سے اسے اپنی تصویر کو دیکھتا پاکر بڑبڑایا۔

بھائی میں نے نہیں کھانا کچھ۔ پری کی نقاہت بھری آواز نے دونوں بھائیوں کو اپنے اپنے خیالوں سے باہر لایا۔

کھانے کے معملے میں میں کوئی لاڈ نہیں اٹھاؤنگا گڑیا کیونکہ یہاں بات تمہاری صحت کی اور بے بی کی بھی ہے۔ چلو مشال پری کو پہلے سوپ پلاؤ پھر میں میڈیسن دیتا ہوں۔ مرزا کچھ سختی سے بولا نرمی سے تو پری نے اپنا پسندیدہ مشغلہ رونا شروع کر دینا تھا۔

بھائی۔ پری نے مسکین شکل بنائی۔

نو! تمہارے اور بے بی کیلیئے ضروری ہے۔ سو نو آرگیومینٹ اَٹ دیس ٹوپک۔ مرزا نے بات ختم کی۔ جس پر پری نے منہ بسورتے ہوئے پہلا سپون لیا۔ اور پہلے سپون میں ہی وہ سمجھ گئی تھی کے سوپ کس کے ہاتھوں کا بنا ہے۔ سوپ زبردستی حلق کے نیچے اتارتے ہوئے آنکھیں پانیوں سے بھری تھی۔

بھائی انہوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ بھائی میں تو ان سے پہلے ملی بھی نہیں دیکھا بھی نہیں تھا پھر انہوں نے کس بات کا بدلہ لیا مجھ سے۔ اسکے ہاتھوں کے بنے سوپ نے پھر سے زخم ہرے کیئے تھے۔ آنسوں نے پھر سے گالوں کا رخ کیا تھا۔

نہیں گڑیا روتے نہیں۔ مرزا نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ جبکہ ضارب نے زور سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔

کیوں؟ آخر میں ہی کیوں اسکی آنسوں کی وجہ بنا۔ ضارب کا بس نہیں چل رہا تھا اپنے آپ کے ساتھ کیا کر دے۔

آنسوں پوچھو اور سوپ پیتے ہوئے دیکھو آج بھائی تمہیں کیا میجک دیکھائیں گے۔ مرزا مشال کو اشارہ کرتا۔ اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پیپر نکالا پھر اس پر پین کی مدد سے ایک گول دائرہ بنایا۔ اور اس پیپر کو پری کے سامنے رکھا۔

بتاؤ یہ کیا ہے؟ مرزا کے سوال پر پری مشال نے مرزا کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ ضارب نے بھی دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن دیکھ نہیں سکا۔

بتاؤ؟ مرزا دونوں کو عجیب نظروں سے پیپر کا جائزہ لیتا دیکھ دوبارہ سوال کیا۔

دائرہ۔ پری نے کچھ کنفیوزن کے ساتھ جواب دیا۔

اور؟

چوری۔ مشال نے کہا۔

اور مطلب کیا کیا ہوسکتا ہے یہ؟

دائرہ، چوری، ہمم کسی ڈبے وغیرہ کا ڈھکن، فٹ بال، والی بال مطلب کوئی بھی بال؛ پلیٹ؛ کٹورا۔ مشال نے ہاتھ میں پکڑے کٹورے کی طرف اشارہ کیا۔

اور کیا ہوسکتا ہے پری؟ مرزا نے مشال کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے گم سم کنفیوز سی پری سے سوال کیا۔

بہت کچھ ہوسکتا ہے بھائی جیسے چاند، سورج، زمین، مطلب سارے سیارے، روٹی بہت کچھ ہوسکتا ہے اب میں کیا کیا گناوں۔ پری مشال کے ہاتھ سے سوپ پیتے ہوئے معصومیت سے سر ہلا ہلا کر بولی۔

ہمممم !میں نے تو پیپر پر محض ایک سرکل ڈرا کیا تھا یہ ساری چیزیں پھر wa وہ خود بن گئی یا کسی نے بنایا اور اگر بنایا تو کس نے اور کیسے ؟ جانتی ہو؟ مرزا نے دونوں کو دیکھا۔ پری بھی اسکی باتوں میں لگ کر کھائے جا رہی تھی۔

کیسے ؟ پری اپنے منہ میں موجود سوپ نگلتی تجسس کے مارے جھٹ پوچھا۔

ہمارا نظریہ۔ دیکھنے کا انداز۔ ہم جو چیز جیسے دیکھنا چاہتے ہیں وہ ایسی ہی نظر آتی ہے۔ اب یہ تو ہم پر ہے نا ہم کیا اور کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔

مثال اس دائرے کی لے لو۔ میں نے اسے صرف ایسے پین کو گول گھما کر بنا دیا تھا لیکن تم لوگوں کے نظریہ نے اسے چاند سورج چوری نجانے اور کیا کیا بنا دیا۔ اب دوسرے کیس پر غور کرو۔ مرزا اسے اپنی طرف پوری طرح متوجہ دیکھ اپنے اصل مقصد کی طرف بڑھا۔

پری !بھائی کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ بھائی فیملی کو لے کر اپنے سے جڑی چیزوں لوگوں کو لے کر بہت حساس ہیں۔ اور وہ ان کے لیئے۔

بھائی مجھے ان کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔ پری نے لب بھینچ کر پاس پڑا پانی گلاس اٹھایا۔ ضارب کا دل چھن سے ٹوٹا تھا۔ کل تک جس لڑکی کی ہر بات اس سے شروع ہو کر اس پر ختم ہوتی تھی آج وہ اس کا نام سننے کو روادار نہیں تھی۔

میں تمہیں اپنی بات بتا رہا ہوں بھائی کی نہیں۔ مرزا نے اسکے ہاتھ سے گلاس لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

پری بھائی ہمیشہ سے میرے آئیڈیل رہے ہیں جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ بھائی ہر انداز میں ہر رشتہ ہر کردار میں پرفیکٹ ہیں ایک بہترین بھائی ایک آئیڈیل بیٹا ایک کامیاب انسان میں نے بھائی کو کبھی کچھ غلط کرتے نہیں دیکھا۔ بھائی تو اپنے ہوٹل کے سٹاف کے ساتھ اپنی فیملی کی طرح رہتے ہیں
رہتے ہیں۔ انکے دکھ سکھ میں کام آتے ہیں۔ ان کی فکر کرتے ہیں۔ ان کی بھلائی سوچتے ہیں۔ تو سوچو وہ اپنی کزن کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں۔

کر سکتے نہیں بھائی انہوں نے کیا ہے۔ پری سختی سے بولی۔ ضارب کی آنکھیں سرخ ہوئی۔

وہی تو سمجھا رہا ہوں میں پری نظریہ تمہارے دیکھنے کا انداز۔ مرزا نے پھر اپنی بات شروع کی۔

تمہارے دیکھنے کے نظریہ اور سوچنے کے انداز کے مطابق بھائی نے تمہارے ساتھ بدلہ لیا تمہیں بیوقوف بنایا۔ لیکن بدلہ لینے کی انکے پاس کوئی ٹھوس توکیا عام وجہ بھی نہیں۔ اوروہ تمہیں بیوقوف کیسے بنائیں گے جبکہ وہ خود تمہارے ساتھ بیوقوفوں جیسا بیہو کرتے تھے۔ تمہیں خوش کرنے کے لیئے۔ بتاؤ تم بھی اس بات پر ایمان لے آئی تھی نا کی تمہارے ضری اور ضارب عنایت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سو یہ تھا یہ تھا تمہارا نظریہ۔

کسی کی نظریہ کے مطابق وہ بھائی کا تمہارے لیئے محبت تھی۔ کیونکہ تمہارے آنے سے پہلے بھائی گھر میں کسی کے ساتھ زیادہ نات نہیں کرتے تھے ہمارے درمیان زیادہ اٹھتے بیٹھے نہیں تھے۔ جبکہ تمہارے آنے کے بعد ایسا نہیں ہوا۔

کسی اور کے نظریہ کے مطابق وہ بھائی کی تمہارے لیئے فکر تھی جس کے تحت وہ تمہیں اپنی ذات کے دائرہ میں محدود کرکے تمہیں دنیاں کی دوسری سوچوں سے دور لیجانا چاہتے تھے۔

توکسی اور کے نظریہ کے مطابق وہ بھائی کا تمہیں خود پر حق دینا تھا۔ سوچو تمہارے آنے کے بعد بھائی نے اپنا مکمل ہولڈ تمہیں سونپ دیا تھا۔ وہ انسان جو اپنے کمرے کی کسی چیز کو تک ہاتھ لگانے کی اجازت خود کے علاواہ کسی نہیں دیتا۔ اس نے تمہیں اپنا آپ سونپ دیا ان کے کھانے پینے سے لے کر پہن گھومنے تک کا وقت تم مقرر کرتی تھی۔ تو بتاؤ یہاں بیوقوف کون بنا؟ یہاں کون کو کے ہاتھ

کاکٹھ پتلی تھا۔ مرزا نے پیپر سے نظر ہٹاتے ہوئے سوال کیا تھا جس پر پری نے خالی خالی نگاہوں سو اسے دیکھا۔

مرزا کی باتوں کا پری پر کتنا اثر ہوا تھا اسکا تو پتا نہیں لیکن ضارب پر بہت اثر ہوا تھا۔ اسکا بھائی واقعی ایک آئیڈیل بھائی تھا۔

دیکھو گڑیا میں یہ سب تمہیں اس لیئے نہیں کہہ رہا کی تم بھائی کو معاف کردو۔ بلکہ میں کون ہوتا ہوں یہ کہنے والا کی تم بھائی کو معاف کرو۔ یہ تمہارا اور بھائی کا پرسنل میٹر ہے اسے تم جانو بھائی جانے۔ مرزا نے پری کی طرف میڈیسن بڑھائی۔ جسے وہ اسکے لفظوں کے سحر میں قید بنا دیکھے اپنے منہ میں ڈال چکی تھی۔

گڑیا! میں یہ سب تمہیں اسلیئے سمجھا رہا ہوں کیونکہ میں چاہتا ہوں میری بہن بہادر بنے۔ اور ایک بہادر انسان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کی وہ بڑے سے بڑے غم میں بھی مسکرانا جانتا ہے۔ اور پتا ہے یہ کیسے پوسیبل ہے؟ مرزا نے گلاس واپس رکھتے ہوئے اسکی طرف دیکھا جو اسے دیکھے جا رہی تھی۔

پازیٹو تھنکنگ کی وجہ سے ۔ مثبت سوچ ہر پریشانی ہر دکھ ہر درد کی دوا ہوتی ہے ۔ کیونکہ پورے جسم کا دارومدار دماغ پر ہی مشتمل ہوتا ہے ۔ مثبت سوچ انسان کے روح اور جسم دونوں کو صحت مند رکھتی ہے اور منفی سوچ انسان کے روح کو بیمار کر دیتی ہے ۔ پھر جسم خود ہی اس متاثر ہو جاتا ہے ۔

اب سوچو میں جہاں اپنا زیادہ وقت صرف کرتا ہوں یعنی کورٹ میں وہاں کا ماحول وہاں کی ہواؤں میں تک نیگیٹو ریئس ہوتے ہیں ۔ وہاں روزانہ انسان کے رشتوں کے سماج کے
گھناونے چہرے کھلتے ہیں ۔ اب اگر ان ساری چیزوں کو میں انہیں کی طرح منفی انداز میں لوں سوچوں ۔ تو بتاؤ

کیا میرے لیئے ایک نارمل زندگی گزارنا ممکن ہے ؟

کیا میرے لیئے رشتوں پر اعتبار کرنا ممکن ہے ؟

کیا میرے لیئے اس سماج میں اس آب وہوا میں سانس لینا ممکن ہے ؟

نہیں نا ۔ یہ ایک ناممکن فعل ہوگا ۔ نا صرف میرے لیئے بلکہ کسی بھی انسان کے لیئے ۔

اس لیئے میں چاہتا ہوں میری بہن بہادر بنے۔ مرزا نے پری کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

اب تم آرام کرو کچھ مت سوچو۔ اگر سوچنا بھی ہے تو بس اتنا دعا کرو کے بے بی جلدی جلدی دنیاں میں آئے تاکہ میں انکے مامی کو رخصت کروا کے اپنی دنیاں میں لا سکوں۔ مرزا کی بات پر جہاں مشال نے اسے گھورا تھا وہیں پری کھلکھلا اٹھی تھی۔

ہنسونا یار ماموا ور چاچو بننے کی خوشی اپنی جگہ اور رخصتی نا ہونے کا دکھ اپنی جگہ۔ مرزا نے اپنے نا نظر آنے والے آنسوں صاف کیئے۔ پھر پری کے اپر کمفرٹر سہی کرتا لائٹ اوف کر کے مشال کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔ ویسے بھی کچھ دیر میں پری نے دوبارہ غنودگی میں چلا جانا تھا۔

ضارب بھی اپنے بھائی کا شکر ادا کرتا فریش ہونے اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ وہ خوش تھا کیونکہ اب کسی کے دل میں اسکے بدگمانی نہیں تھی۔ صرف ناراضگی تھی جو وہ ایک بار کچن میں جا کر دور کر سکتا تھا۔ ہاں مرزا اور پری کے پیچھے تھورا محنت کرنا تھا۔

مشال مرزا اور اپنا ناشتہ لیکر مرزا کے کمرے آگئی تھی۔ تب تک مرزا بھی فریش ہو کر آگیا تھا۔ اب دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ مشال بار بار مرزا سے کچھ کہنے کی کوشش کرتی پھر نوالہ منہ ڈال کر اپنا منہ خود

ہی بند کرلیتی۔ اوراسکی یہ حرکت مرزاسے چھپی نہیں تھی۔ لیکن مرزانے اس سوال کرنے کے بجائے اپنا سارادھیان ناشتہ پرلگایا ہواتھا۔

اب بتاؤکیا پوچھنا ہے؟ ناشتہ ختم ہوتے ہی مرزانے ٹرے سائیڈپر کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ۔۔۔۔ پوچھنا نہیں تھابلکہ کنفوزن تھی وہ کلئیر، کرنی تھی۔

اچھاکیسی کنفوزن تھی؟ مرزابھی متوجہ ہوا۔ جبکہ وہ جانتاتھاکی مشال میڈم کی کنفوزن کیاہے۔

یہی کے ایک طرف آپ بھائی سے خفاہیں اوردوسری طرف آپ پری کو سمجھارہے ہیں مطلب کچھ سمجھ نہیں آیا ایکچول آپ کرناکیاچاہتے ہیں۔ مشال نے اپنی الجھن بتائی۔

میں کچھ کرنا نہیں چاہتابس اپنے بھائی بہن اورفیملی کی بھلائی چاہتاہوں۔ مرزانے ایک لمبی سانس فضاء میں خارج کی۔

میں پری کو سمجھانے کاکام کچھ دن بعد بھی کرسکتا تھالیکن یہ کام میں نے اسکے ہوش میں آتے ہی کیا۔ کیونکہ زخم جب لگے مرحم تبھی لگایاجائے توزخم جلد بھرجاتے ہیں۔ اسی طرح رشتوں میں جب غلط

فہمی آجائے اسے تبھی دور کر دینی چاہیئے ورنہ وہ رشتوں میں دراڑ پیدا کر دیتی ہے۔ اور دراڑ کو دو حصّوں میں بٹنے میں پھر دیر نہیں لگتی۔

میں نے پری کے دل سے بھائی کے لیئے بدگمانی نکال دی ہے اب وہاں صرف ناراضگی ہے بھائی کے لیئے۔ اور بھائی سے ناراض ہونا پری کا حق ہے۔

اور رہی بات بھائی سے ناراض ہونے کی تو میں انہیں بس یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کے وہ سہی ہوتے ہوئے غلط تھے۔ اور مستقبل میں وہ یہ غلطی دوبارہ نا دہرائیں۔

اور وہ عنایت ہاؤس چھوڑنے والی بات؟۔ مشال بھی اپنے ساری کنفوزن دور کرنے ہی بیٹھی تھی۔

تمہیں آج ہی ثابت کرنا ہے کی تم وکیل کی بیوی ہو؟ مرزا نے بھنویں چڑھائے۔

مرزا بتائیں نا۔

یار تمہیں لگتا ہے کی وہ مجنوں صاحب مجھے اپنی لیلیٰ کو لیکر کہیں جانے دیتے۔ وہ تو ابھی معملہ گرم ہے۔ پری اور باقی سب ناراض ہیں ان سے اس لیئے تھوڑے نرم پڑے ہیں وہ۔ ورنہ وہ پری کو

لیکر کتنے پوزیسو ہیں وہ تو تم بھی اچھے سے جانتی ہو۔ مرزا ہنستے ہوئے بولا۔ مشال بھی ہاں میں سر ہلاتی ہنس دی۔

بھائی نے جو کیا وہ سب اپنی جگہ لیکن بھائی کی پری کو لیکر محبت اپنی جگہ ہے۔ اور دنیاں کے ہر بھائی کی طرح میں بھی چاہتا ہوں کی میری گڑیا کو ایک محبت کرنے والا شوہر ملے۔ اور اس معملے میں میں خوش نصیب ہوں کی مجھے ڈھونڈھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

اب بس جلد از جلد دونوں کے بیچ سب ٹھیک ہو جائے۔ مشال نے دل سے دعا کی تھی۔ جس پر دونوں نے پورے دل سے امین کہا تھا۔

دعا کرو کی ایسا جلد ہو کیونکہ اس حالت میں پری کو سب سے زیادہ بھائی کی ضرورت ہے۔ ہم سب کا پری کا خیال رکھنا ایک طرف اور بھائی کا خیال رکھنا ایک طرف۔ بس سب جلد ٹھیک ہو جائے۔

ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ امین۔ دونوں نے بک وقت کہا۔

مرزا آپ ایک بہت اچھے بھائی ہیں چاہے پری کے بھائی کے روپ میں ہوں یا ضارب بھائی کے بھائی کے روپ میں۔ مشال نے کھلے دل سے اسکی تعریف کی تھی۔ کیونکہ اسکا ہم سفر تعریف کا حقدار تھا۔

میں بہت اچھا شوہر بھی ثابت ہوں گا مسز مرزا بس رخصتی ہوجائے۔ مرزا اسکی طرف جھکتے ہوئے بولا جب وہ اسے پٹڑی سے اترتا دیکھ دروازے کی طرف بڑھی۔

ارے !میڈم ٹرے تو لیتی جائیں۔ مرزا نے ہانک لگائی۔

وہ ملازمہ لے جائے گی۔ مشال وہیں سے جواب دیتی چلی گی۔

میری چھپکلی۔ مرزا نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

تین دن بعد صبح مرزا پری کو لے کر گارڈن میں واک کروا رہا تھا۔ دو دن سے پری کمرے میں ہی تھی آج زبردستی مرزا اسے لے کر واک پر آیا تھا۔

گڑیا ایسا کرو تم واک کرو میں ایک کال لے لیتا ہوں۔ مرزا پری کے ساتھ چلتے ہوئے اپنا فون دیکھ کر بولا۔

جی! بھائی آپ جائیں۔ پری مرزا کو کہتی خود آگے بڑھ گئی۔

بھائی آپ نا سدھرنا کبھی۔ ایک دم گلی کے لوفروں والی حرکت کر رہے ہیں۔ مرزا نے پلٹ کر پلر کے پیچھے ضارب کی بلیو شرٹ دیکھتے ہوئے بڑبڑایا اور خود ایک طرف بڑھ گیا۔

پری ابھی کچھ قدم ہی چلی تھی کے ضارب اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔ پری اسکے اس طرح اچانک سامنے آنے پر ڈر کے پیچھے ہوئی۔ پھر ضارب کو دیکھ کر منہ پھیر گئی۔

آج تین دن بعد اسے دیکھ رہی تھی دل تو کیا خوب سنائے لیکن ناراضگی کے اظہار کا سہی طریقہ خاموشی تھا۔

ناراض ہیں؟ ضارب پھر سے اسکے سامنے آیا۔

راستہ! پری نے دوسری طرف اپنا رخ کیا۔

معاف کردو پلزز۔ ضارب نے اپنے کان پکڑے۔ لیکن پری نے پھر سے اپنا رخ دوسری طرف کیا۔ وہ اتنی آسانی سے اسے معاف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

ناراضگی کا اظہار آپ میرے منہ پر بھی کر سکتی ہیں رخ موڑنے کا مطلب۔ ضارب نے اسے کاندھوں سے تھام کر اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ پری نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ لیکن سر بھی نہیں اٹھایا تھا۔

ائینجل !ادھر دیکھیں۔ ضارب کے ائینجل کہنے کی دیر تھی پری ایک جھٹکے سے اسے الگ ہوئی۔

اتنا سب کچھ کر کے آپ کو پیٹ نہیں بھرا جو پھر میرے زخموں میں نمک چھڑکنے چلے آئے ہیں۔ پری چلّا کر بولی۔

دیکھو میں۔

نہیں دیکھنا مجھے جائیں یہاں سے ورنہ میں بھائی کو بلا لونگی۔ پری نے دور کان سے فون لگائے مرزا کی دھمکی دی۔

یار وہ بھائی ہے میں بھی تو شوہر ہوں آپ کا اور اچھی بیویاں ایسے اپنے معصوم شوہر کو اپنے بھائیوں کی دھمکیاں نہیں دیتی۔ خاص کر تب جب سالے اعلی درجے کے بے حس ظالم ہوں۔ میرے ساتھ چلیں میں صرف آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں اپنی پوزیشن کلئیر کرنا چاہتا ہوں۔ ضارب پہلے منہ بنا کے پھر پری ہاتھ تھامتے ہوئے ملتجی لہجے میں تحمل سے بولا۔

میں نے نہیں سننی آپ کی جھوٹی باتیں آپ مجھے جانے دیں ورنہ میں سچ میں بھا۔ ابھی پری کی باقی الفاظ منہ میں ہی تھے جب ضارب نے جھک کر اسکے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی بولتی بند کی۔

بھائی نا ہوا بوڈی گارڈ ہو گیا۔ قسم سے تین دن سے آپ سے ملنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کمرے کے چکر لگا رہا ہوں اور وہ ہے کی کمرے میں چپکا بیٹھا ہے۔ بندہ کچھ خیال ہی کر لیتا ہے۔ آخر کو میرے بھی جذبات ہیں۔ ابھی ابھی میں نے اپنے بے بی کے آنے کی خبر سنی ہے مجھے اپنے بیوی کے پاس رہنے کی ضرورت ہے۔ ضارب اپنی تقریر کئے جا رہا تھا جبکہ پری اپنا سانس بحال کرنے میں مگن تھی۔

کیا ہوا ہے پری طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔ ایسے کیوں گہرے گہرے سانس لے رہی ہو؟ آپ یہاں کس خوشی میں تشریف فرما ہیں؟ مرزا نے جان کر ضارب سے سوال کیا تھا۔ آخر کو موقع تو وہی دے گیا تھا لیکن بھائی والا غصہ تو دکھانا تھا نا۔

گڑیا آر یو او کے ؟ مرزا اسے گہرے گہرے سانس لیتا دیکھ پریشانی سے پوچھا۔

اس لیئے تو کہرہا ہوں میری امانت میرے حوالے کردو میں خیال رکھ لونگا اچھے سے ۔ ضارب اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا۔ پھر اپنی طرف دیکھتی پری کو کسی لوفر کی طرح شرارت سے آنکھ ماری ۔

چلو تمہارے جوس کا ٹائم ہوگیا ہے ۔ مرزا اسے اگنور کرتا پری کے کندھوں پر ہاتھ پھیلاتا اسے لے کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ تو کرنا پڑے گا ان دونوں بھائی بہن کا ۔ ایسا کرتا ہوں پری کو اغوا کرلیتا ہوں ۔ پھر دیکھتا ہوں کیسے میری بیوی کو میرے ہی سامنے سے لے کر جاتا ہے یہ وکیل الطوفی ۔ ضارب دانت پیس کر بولا۔

آج اتوار نہیں تھا لیکن پھر بھی ضارب کچن میں موجود تھا ۔ اور سب کے لیئے لنچ بنا رہا تھا ۔ ہمیشہ کی طرح تین ملازم اسکے آس پاس یہ لاؤ وہ لاؤ کی آواز پر کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہے تھے ۔

پری کو ناشتہ کے بعد جہاء بیگم نے میڈیسن دیکر زبردستی سلادیا ۔ انکے مطابق پری پانچ منٹ کی واک سے تھک گئی ہے ۔ پری بارہ بجے کے قریب فریش ہوکر کمرے سے باہر آئی تو حال میں کوئی

موجود نہیں تھا۔ اسے زوروں کی بھوک لگی تھی لیکن مصیبت یہ تھی کے اسے کچن میں جانے سے سختی سے منع کیا گیا تھا۔

لیکن بھوک چیز ہی ایسی ہے کی لوگ ہزاروں رول توڑ دے یہ تو خیر سے کچن میں جانے کا ہی تھا۔ سو وہ ایک بار آس پاس کا اچھے سے جائزہ لیتی کچن میں چلی۔

کچن میں دو فیمیل دو میل سرو ینٹ موجود تھے جن میں ایک شیف صاحب تھے۔ پری نے آتے ہی پہلے چیر سنبھالی اور شیف پر دھیان دئے بغیر بولی۔

لنچ میں کتنا وقت ہے ابھی؟ ضارب جو کریلے کی میٹھی خوشبو سے بچنے کے لیئے منہ پر ماسک لگائے ہوئے تھے۔ پری کی آواز پر حیرت سے پلٹ کر دیکھا۔ جو اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے پورے کچن کا ایسے جائزہ لے رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔

آدھا گھنٹہ ہے میڈم آپ کو کچھ چاہیئے؟ ملازمہ معدب سی بولی۔

جی کچھ ہلکا پھلکا سا کھانے کو دے دیں۔ پری کے جواب پر ملازمہ سر ہلاتی فریج کی طرف بڑھی جب ضارب نے سب کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

ارے !آپ لوگ کہاں جارہے ہیں مجھے بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو دیں ۔ پری تینوں کو باہر نکلتا دیکھ حیرانی سے بولی لیکن وہ اسکی سنے بغیر باہر نکل گئے ۔

ارے ۔کہاں جارہے ہیں میں ماما کو بتاؤں گی مجھے بھوک لگی ہے ۔ ارے سنئں ارے سنئں تو ۔ ۔ پری انہیں آواز دیتی رہ گئی تھی لیکن وہ لوگ پلٹ کر اسے دیکھے بغیر نکل گئے تھے ۔

عجیب ملازم اللہ اتنی بھوک لگی ہے اب کیا کروں ؟ پری نے پریشانی سے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرا ۔ پھر خود ہی اس کے چہرے پر پیاری مسکراہٹ چھا گئی تھی ۔ پاس سلیب کے پاس کھڑا ضارب بڑی محبت بھری نظروں سے اس کے تاثرات ملاحظہ کر رہا تھا جو پل کے پل میں بدل رہے تھے ۔

بے بی سچّی سچّی بتائیں یہ ساری چیزیں آپ کھاتے ہیں نا ؟ اور ماما مفت میں بدنام ہے ۔ پری نے جیسے پیار بھری شکایت کی تھی ۔ جس پر ضارب کو بے اختیار اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا وہ ایک جست میں تین چار قدم کا فاصلہ طئے کرتا پری تک پہونچ گیا تھا ۔

بے بی کھائے یا بے بی کی ماما بے بی کے پاپا ہے نا آپ لوگوں کی خدمت کرنے کے لیئے۔ کان کے بالکل قریب ہوئی سرگوشی پر پری نے پلٹ کر حیرانی سے اسکا نیچے سے اپر تک جائزہ لے ڈالا اسکے دانست میں تو ضارب آفس میں ہوگا۔

آ۔آ۔۔آپ آپ آفس نہیں گئے۔ پری نے دو قدم پیچھے لیتے ہوئے پوچھا۔

اب جس کی سویٹ وائف ناراض ہو اسے سوٹ کرتا ہے کی آفس جا کر پیسے کمائے؟ ضارب نے الٹا سوال کیا۔

پری اسے میں بھی محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ ضارب نے پری کی پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر پری کا گال سرخ ہوا تھا۔

مم مجھے بھوک لگی ہے میرے روم میں بسکٹس پڑی ہے ممی میں وہ دیکھ لیتی ہوں۔ پری اپنے سرخ گالوں پر ہاتھ پھیرتی دروازے کی طرف بڑھی۔

ٹینشن نوٹ ڈیئر مسز آپ کا پرسنل شیف یہاں موجود ہے آپ بس حکم کریں۔ ضارب ادب سے اسکے آگے جھکتے ہوئے بولا۔

مجھے یہ شیف نہیں چاہیئے۔ پری اپنی پیٹ میں دوڑ رہے چوہوں کی دہائیوں کو نظر انداز کرتی دروازے کی طرف بڑھی۔ جب ضارب اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

لیکن آپ کو کچھ کھانا تھا نا۔

نہیں! اب بھوک نہیں ہے راستہ دیں۔ اور پلز بار بار میرے راستہ میں نا آیا کریں۔ پری جھلا کر بولی۔ ایک تو بھوک کا گلا گھونٹ کرانا کا پرچم بلند کئے کچن میں بسی کھانے کی اشتہار انگیز خوشبو کو وہ کتنی مشکل سے اگنور کر رہی تھی۔ اپر سے یہ بندہ اسے یہاں روک اسکی بھوک اور چمکا رہا تھا۔

آپ کو بھوک لگی ہے اور یہ بات بڑے بڑے حرفوں میں آپ کے چہرے پر لکھا ہے۔ اس لیئے مجھ سے ناراضگی سائیڈ پر رکھیں اور چلیں چل کر وہاں بیٹھ جائیں میں آپ کے لیئے کچھ بناتا ہوں۔ ضارب اسکی مزاحمت کو خاطر میں لائے بغیر اسے لا کر چیر پر بیٹھا دیا۔

مجھے نہیں ضرورت آپ کے احسان کی میں خود کچھ بنا لونگی۔ پری کا موڈ تو نہیں تھا خود بنانے کا لیکن پھر بھی فریج کی طرف بڑھ گئی۔ اور کیا بنانا ہے سوچے بغیر وہاں سے ٹماٹر نکال لائی۔ ساتھ پیاز بھی نکالا گیا تھا۔

ضارب کو اگنور کرتی دونوں چیزیں لیکر ٹیبل کے پاس آگئی ۔ ضارب وہیں ٹیبل کے پاس سینے پر دونوں ہاتھ باندھے اسکی کاروائی ملاحظہ کر رہا تھا ۔ اس نے ٹیبل پر بیٹھ کر ایک بار چاقو اٹھا کر اسکا جائزہ لیا جیسے قتل سے پہلے قاتل چھری کو دیکھتا ہے ۔

پیاز کا چھلکا نکال کر پیاز کاٹنے لگی ۔ لیکن صد افسوس چاہنے کے باوجود پیاز اس سے موٹی ہی کٹ رہی تھی ۔ ابھی اس نے آدھا پیاز بھی نہیں کاٹا تھا جب دو مردانہ ہاتھ نے اسکے نازک ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا ۔

شیف کی وائف ہو کر ایسا پیاز کاٹنا آپ کو سوٹ نہیں کرتا ڈیر مسز ۔ ضارب نے اسکے کان کے پاس سرگوشی کی ۔ پھر اسکے کاندھے پر ٹھوڑی ٹکا کر آہستہ آہستہ پیاز کاٹنے لگا ۔

جبکہ پری کو سمجھ نہیں آرہا تھا کی وہ اپنی جان اس نئی مشکل سے کیسے نکالے ۔ سانس تو ویسے بھی مشکل سے آرہی تھی ۔ ہاتھوں اور پیروں میں لرزش واضح تھی ۔ وہ تو مکمل ضارب کے رحم و کرم پر تھی ۔

پری کی آنکھیں اچانک ہی لبالب پانیوں سے بھر گئی تھی ۔ یہ تفریق کرنا مشکل تھا کی یہ آنسوں ہیں یا پیاز کی وجہ سے انکھوں میں آیا پانی ۔

افففف! یہ پیاز آج اتنا جل کیوں رہا ہے شائد اسے ہمارے کچن رومانس سے جلن ہو رہی ہے۔ ضارب نے شرارت سے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اپنی ناک پری کی گردن پر رگڑی تھی۔ جس سے پری کے پورے بدن میں ایک برقی لہر دور گئی۔ بس پری کی برداشت یہیں تک تھی۔ پری نے اپنی ساری قوت لگاتے ہوئے ضارب کو پیچھے کی جانب دھکا دیکر خود سے الگ کیا تھا۔

اچانک پری کا ہاتھ نیچے سے نکلنے پھر لگنے والے دھکے کی وجہ سے چھری ضارب کی انگلی پر چل گئی تھی۔ جس ایک گہرا کٹ لگ خون اسکے ہاتھوں کو رنگ گیا۔ وہ فوراً سینک کی طرف بڑھا تھا۔ جبکہ پری دوسری طرف اپنی سانسیں بحال کرنے میں لگی تھی۔

پری جانے کے لیئے جیسے ہی پلٹی اسکا دوپٹہ کرسی کے کونے سے اٹک گیا۔ وہ دوپٹہ نکالنے کے لیئے پلٹی تھی جب ٹیبل پر خون دیکھ کر سکت ہوئی۔ اسکی بے ساختہ سینک میں جھکے ضارب پر گئی تھی۔ جو رومال میں اپنا ہاتھ دبائے ٹیبل کی طرف ہی آ رہا تھا۔ ساتھ نیچے ریک سے فسٹ انڈ بھی نکال لایا تھا۔ جبکہ پری وہیں ساکت سی اسکی کاروائی دیکھ رہی تھیں۔

بیٹھ جاؤ معمولی سا کٹ ہے۔ ضارب باکس ٹیبل پر رکھتا ایک ہاتھ سے اسکے کاندھے پر زور ڈال کر بیٹھا دیا۔ جبکہ پری کی آنکھیں ایک بار پھر بہنے لگی تھی۔

ریلیکس !کہانا معمولی ساکٹ ہے ۔ اچھا آنسوں پوچھیں اور بینڈیج کر دیں ایک ہاتھ سے نہیں ہورہا۔ ضارب نے باکس اسکا آگے کیا۔ پری بھی کسی روبوٹ کی طرح اسکا بینڈیج کرنے لگی جبکہ ضارب بس اسکا چہرہ دیکھے جارہا تھا۔

پری !کیا آپ مجھے معاف نہیں کریں گی ؟ ۔ پلزز یار معاف نا کریں کم از کم کمرے میں آجایں اسکے بعد میں خود دھیرے دھیرے کر کے منالونگا ۔ ضارب پر یقین لہجے میں بولا۔ پری نے بس ایک پل کے لیئے اسکی طرف نظر اٹھائی تھی۔

پری پلزا یسے نظر انداز نا کریں ۔ ہوسپٹل کے وہ پندرہ دن میں نے بھی بہت اذیت میں گزارے تھے ہر آہٹ پر مجھے آپ کا گمان ہوتا ہر دستک پر آپ کی سرسراہٹ معلوم ہوتی ۔ سکوں سے میں بھی نہیں تھا ۔ مجھ سے آپ کی وہ آنسوں بھری آنکھیں نہیں بھولتی تھی ۔ اور وہیں آنکھیں مجھے سونے نہیں دیتی ۔ گھر آکر بھی میری ان بے تاب پیاسی آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں ملی تھی ۔ آپ کی ایک جھلک نصیب نہیں ہوئی تھی ۔مجھے اپنا ویران کمرہ کاٹنے کو دورتا تھا ۔ پھر ایک بار میرا کمرہ محض ایک دن کے لیئے آباد ہوا اور پھر ویرانیوں نے اپنا بسیرا کرلیا ۔ پری پلزواپس آجایں ۔ ضارب نے پری کا ہاتھ تھام کر التجا کی تھی۔

نظرانداز' اذیت' آہٹ' گمان' دستک' بے تابی' بے چینی' ویرانی' یہ سارے لفظ جملوں میں استعمال ہوں تو جملے کتنے مکمل اور خوبصورت لگتے ہیں نا۔ پری عجیب سی درد بھری آواز میں بولی۔

اور جب عملی زندگی میں اسکے معنیٰ سمجھ آتے ہیں نا زندگی اتنی ہی غیر مکمل اور بدصورت لگتی ہے۔

پری! ضارب نے اسے چپ کرانا چاہا۔ لیکن وہ بولے جا رہی تھی۔

جانتے ہیں وہ دو لفظ پریشے احمد پر کیسے پہاڑ کی طرح تھا ٹوٹا تھا جب اسکے ضری نے اسے لڑکی کہا تھا۔ کتنی بے تابی بے چینی اضطراب میں کاٹے تھے میں نے وہ لمحے جب آپ بیہونش تھے اور جب آپ ہوش آئے تو میری پیاسی آنکھوں کو کیا نصیب ہوا آپ کا اجنبی چہرہ۔ میری بے تاب سماعت میں کونسے زہر انڈیلے گئے۔ آپ کی اجنبی لفظوں کی "یہ لڑکی" ہاں۔ پری نے برائے راست اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا ضارب نے فوراً نظریں جھکائی تھی۔ اس میں ہمت نہیں تھی ان شکایتی آنکھوں میں دیکھنے کی۔

جانتے ہیں آپ نے ایک پل میں پریشے احمد کی پوری دنیاں ویران کر دی تھی۔ اسے تنہائیوں کی بستی میں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ مجھے ہر آہٹ پر اپنے ضری کا گمان ہوتا ہر دستک پر میرے کان اینجل سننے کے لیئے تیار ہو جاتے۔

اوراذیت اس لفظ کا اصل مطلب میں نے ہوسپٹل کے بیڈ پر جانا تھا بلکہ پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔ جب ڈاکٹر نے کہا تھی کی میں پریگنینٹ ہوں تو پتا ہے میرے دماغ میں آنے والا پہلا خیال کیا تھا؟ پری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو دونوں ہاتھ کی انگلیاں سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کیئے ہوئے تھا۔

مجھے خیال آیا تھا کی کتنا اذیت ناک ہوگا وہ لمحہ جب اس بچے کا باپ خود مجھ سے پوچھے گا کی اس کا باپ کون ہے؟

پری!!!!!!!!!!!!ضارب چلّا کے کرسی کو ٹھوکر مارتا کھڑا ہوا تھا۔ اسے پری سے اتنے سخت لفظوں کی امید نہیں تھی۔ لیکن پری ویسے ہی بیٹھی تھی۔

آاپ۔۔۔۔۔۔۔آپ۔۔۔۔ایسا سوچ بھی کیسے سکتیں ہیں؟۔مطلب میں۔۔میں ایسا۔۔۔۔۔۔۔ضارب کے سمجھ نہیں آرہا تھا کی وہ کیا بولے کیا کرے۔

میں ایسا کیوں نہیں سوچ سکتی؟ بلکہ میں کیوں سب یہی سوچ رہے تھے۔ کی کیا جواب ہوگا آپ کے اس سوال کا کی میرے کوکھ میں پل رہا بچہ کس۔ پری کے الفاظ ابھی منہ ہی تھے کی ضارب نے شدت سے اسکے منہ پر ہاتھ جما دیا۔ پھر اپنی سرخ آنکھیں اور چہرا لیکر نفی میں سر ہلایا۔

پری مجھے اپنی ہی نظروں میں اتنا مت گرائیں۔ چاہے تو جان لے لیں لیکن روح پر تو وار نا کریں۔ ضارب اتنا کہتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ پری نے نم آنکھوں سے اسکی پشت کو نظروں سے اجھل ہونے تک دیکھا۔

ماما! مرزا نے ناشتہ کر رہی جباء بیگم کو مخاطب کیا۔

ہمم! بولو جباء بیگم نے ناشتہ روک کر اسے دیکھا۔ جو شائد اپنی بات کہنے کے لیئے الفاظ ڈھونڈھ رہا تھا۔

بولو بھئی کیا کہنا چاہتے ہو۔ جباء بیگم اسے پلیٹ میں فوک گھماتے دیکھ دوبارہ پوچھا۔

ایکچولی۔۔۔۔۔۔ ماما۔۔۔ آج میرے ادوستوں نے ہمارے نکاح کی خوشی میں ایک ٹریٹ پارٹی ارینج کی ہے۔ سب کی وائفس انوائیٹیڈ ہیں۔ اینڈ وہ لوگ چاہتے ہیں کی۔ مرزا نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر مشال کو دیکھا جو صبح سے منہ پھلائے گھوم رہی تھی۔ ابھی بھی مکمل اسے اگنور کر رہی تھی۔

نظر سب بتا دیتی ہے۔
حسرت بھی اور ناراضگی بھی!!!!!!

ضارب فوک منہ کی طرف لیجاتے ہوئے اتنی اونچی آواز میں تو بڑبڑایا تھا کی مرزا کے کان تک آواز پہونچ سکے۔

ہاں! تو وکیل صاحب نے بتایا نہیں انکے دوست کیا چاہتے ہیں؟۔ ضارب نے بھی اپنا بدلہ نکالنا ضروری سمجھا۔ مرزا جذبذ ہوا۔

ماما ایکچولی انہوں نے مجھے اور مشال کو ساتھ انوائٹ کیا ہے۔ سواگر۔

اگر؟ ضارب پھر بیچ میں آیا۔ مرزا اور پری نے بیک وقت اسے گھورا۔ جس پر ضارب نے ڈھٹائی سے اپنے دانتوں کی نمائش کی۔

آخر اتنی مشکل سے دونوں بھائی بہن کی عظیم ورلڈ کلاس جوڑی ہاتھ آئی تھی۔ ایسے کیسے جانے دے تا۔

ہاں!مرزا بتایا نہیں اگر کیا؟ ضارب نے شرارت سے چمکتی آنکھیں ان دونوں پر گاڑھی۔

آپ اگر بھائی کو بولنے دینگے تو شائد بھائی اپنی بات مکمل کرلیں۔ پری اسے گھور کر بولی۔

ویسے بھائی بہن کی جوڑی کمال کی ہے بھائی کو کچھ کہو تو بہن کاٹنے کو دوڑتی ہیں۔ اور بھائی صاحب تو ویسے بھی تلوار لے کر کھڑے ہیں بہن کی حفاظت کے لیئے۔ ضارب کچھ ایسے انداز میں بولا تھا کی سب کی ہنسی نکل گئی۔

خیر بھائی آپ مجھے بات کرنے تو دینگے نہیں سو میں دوسری بات کرتا ہوں۔ آج پری کو ویکلی چیک اب کے لیئے لے جانا ہے ابھی تو میرے پاس وقت نہیں ہے شام تک چلیں گے۔ مرزا نے اب ضارب کی بات کی تھی۔

نہیں!تم کیوں پریشان ہوگے میں ہوں نا میں لے چلونگا پری کو اینڈ مجھے پرسنلی ڈاکٹر سے بھی بات کرنی ہے۔ تم ماما سے اپنی بات کرو۔ آئی تھینک تمہیں چاچی سے بات کرنی چاہیئے۔ ضارب نے لگے ہاتھوں ایک ایڈوائس بھی دے ڈالا تھا۔

جی!مرزا نے فاتح نظروں سے ضارب کو دیکھا۔

ماما میں مشال کو اپنے ساتھ لیجانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو۔ مرزا نے جھجھکتے ہوئے اپنی بات مکمل کر کے سب کی طرف دیکھا جہاں سب اسکی ہچکچاہٹ انجوئے کر رہے تھے۔

مشال تم شام تک تیار ہو جانا۔ مرزا سب کی معنی خیز نظروں سے بچتا وہاں سے چلا گیا۔

پری آپ بھی تیار ہو کے ضارب کے ساتھ چلی جائیں۔ حباء بیگم پری کا منہ کھلتا دیکھ اس سے پہلے حتمی انداز میں بولی۔ جس پر پری بس جی ماما کہ کر چلی گئی۔۔۔

- -

آج مشال کا برتھڈے ہے تم کچھ نہیں لوگی اسکے لیئے۔ ضارب ہوسپٹل کے پارکنگ میں آتے ہوئے بولا۔ یہ گھر سے لیکر اب تک کی ان لوگوں کے درمیان ہوئی پہلی بات تھی۔ ورنہ دونوں خاموشی سے ہی ڈاکٹر سے مل کر آ گئے تھے۔

آج مشی کا برتھڈے ہے؟ پری نے حیرانی سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔ جس پر ضارب نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا پھر اسکے لیئے فرنٹ ڈور کھول دیا۔

مطلب سچ میں آج مشی کا برتھڈے ہیں؟ پری نے ایک اور بار اپنا سوال دہرایا۔ ضارب نے پارکنگ سے گاڑی نکالتے ہوئے اسے دیکھا۔

آج مطلب کل برتھڈے ہے اسکا۔ ایکچولی وہ 11:59 کو پیدا ہوئی تھی۔ اس لیئے اسکا کرکٹ برتھ ڈے میں تھوڑی کنفیوزن ہے۔ کل کی ڈیٹ اسکی ڈوکیومینٹس پر ہے بٹ وہ آج کی ڈیٹ کو مانتی ہے۔ ضارب نے اسے ساری تفصیل بتائی تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔

پھر وہ لوگ راستہ سے مشال کے لیئے گفٹ لیکر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ کیونکہ حباء بیگم نے سختی سے تاکید کی تھی کے پری کو باہر سے کچھ نا کھلایا جائے۔ لیکن گول گپے دیکھ کر پری کا دل للچایا تھا جو ضارب کی نظروں سے محفوظ نا رہ سکا۔

پانی پوری کھانی ہے؟ ضارب نے پوچھا۔

نہیں! ماما غصہ ہونگی۔ پری اپنے دل پر بڑا سا پتھر رکھتی ہوئی بولی۔

کھانی ہے یا نہیں؟۔ ضارب نے دوبارہ سوال کیا پری نے منہ لٹکا کر اثبات میں سر ہلایا۔ ضارب ہمم کرتا زن سے وہاں سے گاڑی اڑا لے گیا۔

جب کھلانی نہیں تھی تو پوچھا کیوں ؟ پری نے صدمے سے پوچھا۔

کھلانی ہے مسز شیف لیکن قیمت ادا کرنی ہوتی ہے ۔ ضارب مسکرا کے بولا۔

ہاں تو میرے پرس میں پیسے ہیں ماما نے دئے ہیں اور بھائی نے بھی بتائیں کتنی ادھا کرتی ہوگی ؟ پری نے جھٹ معصومیت سے پرس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس پر ضارب کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

اب ہیڈ شیف صاحب مسز ہیڈ شیف سے پیسے لیتے اچھے تھوڑی لگیں گے ۔ قیمت تو الگ ہوگی ۔ ضارب مسکرا کر بولا۔

مطلب ؟ پری حیران ہوئی۔

سمپل !آج رات میرے ساتھ ڈیٹ پر چلیں وہاں یہ ہیڈ شیف خود اپنی ہاتھوں سے بنا لزیز کھٹا چٹ پٹا سا گول گپا پیش کریں گے ۔ ضارب نے جیسے گول گپے کا مزہ لیا۔ تو پھر پری کے منہ میں کیسے پانی نا آتا۔

لیکن ڈیٹ؟ پری نے کچھ پریشانی سے اسے دیکھا۔

ہاں!ڈیٹ باہر نہیں ہمارے ٹیرس پر۔ بس آپ رات ساڑھے نو تک آجانا۔ ضارب نے یہ کہ کر گاڑی عنایت ہاؤس میں روک دی تھی۔ پھر بنا پری کے جواب کا انتظار کیئے اسکا ہاتھ پکڑکر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

دیکھوں ساری تیاری مکمل ہے نا ہم لوگ بس ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہونچنے والے ہیں۔ اینڈ ہمارے وہاں پہونچنے تک مجھے ساری تیاری مکمل چاہیئے اور تم وہاں سے غائب ہونا چاہیئے۔ مرزا فون پر کسی کو ہدایت دیتا گھر میں داخل ہوا۔

اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔ وہ اپنی چھپکلی کو سرپرائز دینے کے چکر میں دو دن سے خوار ہو رہا تھا۔ اور وہ تھی کے منہ پھلائے گھوم رہی تھی۔ مرزا سر جھٹکتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

ایک گھنٹے میں جب تک وہ تیار ہو کر نیچے آیا تو مشال پھولے ہوئے منہ کے ساتھ اسے حال میں تیار بیٹھی نظر آئی۔

ماما! آنے میں شائد رات کے بارہ ساڑھے بارہ ہوجایں آپ لوگ انتظار نا کیجئے گا۔ مرزا جباء بیگم کے آگے جھکتے ہوئے بولا۔

لیکن بیٹا اتنی لیٹ۔ شاہین بیگم پریشان ہوئیں۔

ڈونٹ وری چاچی فیملی گیٹ ٹوگیدر ہے نا لیٹ ہوجاتی ہے۔ انجوئے کرنا۔ تاکہ میں بھی کچھ انجوئے کرسکوں بہن کے بھائی۔ آخری باتیں ضارب نے دل میں کہی تھی۔ وہ دونوں سب سے مل کر باہر نکل گئے۔

کیا بات ہے آج میری چھپکلی کا منہ کیوں سوجا ہوا ہے؟ مرزا گاڑی عنایت ہاؤس سے نکالتے ہی بولا۔

نکاح کے بعد میری پہلی برتھڈے ہے اور میرے نام نہاد شوہر نے مجھے وش تک نہیں کیا۔ میرا چہرہ سوجا نہیں ہوگا تو کیا گلاب کی کلی کی طرح کھلا ہوگا۔ مشال نے اسے گھورتے
سوچا پھر نظریں ویںڈ سکرین پر ٹکا دی۔ صبح سے اسے یہ بات کھائے جا رہی تھی کے مرزا نے اسے وش تک نہیں کیا گفٹ تو خیر دور کی بات ہے۔

کیا ہوا جواب نہیں دیا۔ مرزا اسکی ناراضگی کا مزہ لیتے ہوئے اسے بولنے پر اکسایا۔

مرزا آپ نا بات نا کریں مجھ سے ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ مشال نے وارن کیا۔

پھر کیا برا ہوگا؟ مرزا نے بھنویں اچکائے۔

میں ضارب بھائی کو بلا کر چلی جاؤنگی پھر دیتے رہنا اپنے دوستوں کو جواب۔ مشال اسکی بے نیازی پر تپ کر بولی۔

یہ تو ناممکن ہے مسز مرزا کیونکہ بھائی آج اپنی مسز کے ساتھ ڈیٹ پر ہیں۔ اور انکا فون انہوں نے دوپہر سے بند کر رکھا ہے۔ سو کوئی اور دھمکی دو۔ مرزا آرام سے موڑ کاٹتا ہوا بولا۔

مرزا آپ۔۔۔۔ آپ بہت برے۔۔۔۔۔ ہیں۔۔۔۔۔۔ مشال کو کچھ سمجھ نا آئی تو آنکھیں بھرائی۔

اب جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔ آنسوں ناگرنے دینا ورنہ کاجل اور میک اپ دونوں کا ستیاناس ہوجائے گا۔ مرزا کے کہنے کی دیر مشال فوراً ٹیشو سے آنکھیں صاف کرنے لگی۔

یہ لڑکیاں اتنی میک اپ کونشیس کیوں ہوتی ہے؟ مرزا نے بڑبڑاتے ہوئے اپنی منزل پر گاڑی روک دی۔

- - - - -، -

ماما پری کہاں ہے؟ ضارب نے حباء بیگم کے کمرے داخل ہوتے ہی پوچھا تھا۔ کیونکہ کمرے میں ایک نظر ڈالنے پر معلوم ہوگیا تھا کی اندر محترمہ پری موجود نہیں ہے۔ بیڈ اور صوفہ خالی تھا باتھروم کی لائٹ اوف تھی۔

کیوں؟ اتنی افراتفری میں کیوں ڈھونڈھ رہے ہو اسے؟ حبا بیگم اسکی عجلت دیکھتے ہوئے بولی۔

آپ بتائیں نا ماما کہاں ہے وہ؟ ضارب انکے پاس اگیا لیکن بیڈ پر بیٹھنے کی زحمت نہیں کی گئ تھی۔

جہاں بھی ہے تمہیں اس سے کیا اور تم شائد بھول رہے ہو میری بیٹی تم سے ناراض ہے اس لیئے اسے زیادہ پریشان نا کرو وہ تو ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری تھا اس لیئے میں نے زبردستی اسے تمہارے ساتھ بھیج دیا۔ ورنہ۔۔ حباء بیگم نے تو ساری تقریر ہی کرڈالی۔

مامایار بیوی ہے وہ میری جہاں بھی ہومجھے پتا ہونا ضروری ہے۔ اور آپ کی ہر دل عزیز بیٹی کو منانے کے لیئے ہی صبح سے خوار ہورہاہوں۔ اور سب سے اہم بات آپ مرزا کی طرح ظالم سماج نا بنیں بلکے میری رخصتی واپس کریں۔ ضارب بھی تپ کر بولا۔ مطلب کوئی ہاتھ ہی نہیں آرہا تھا بھائی گیا تو خدائی فوج بن کرماں آگئی۔

کوئی رخصتی نہیں ہورہی ہے اب۔ ہاں پری کی ڈیلیوری کے بعد ہم اس پر سوچنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن صرف کوشش۔ حباء بیگم اسکی بے تابی کا مزہ لیتی اپنی مسکراہٹ روکتی ہوئی بولی۔

ماما!میں بتارہاہوں اب آپ لوگ زیادتی کررہے ہیں میرے ساتھ۔ اور میں اب اتنا بھی شریف نہیں رہا۔ سیدھا پری کو کڈنیپ کرکے کہیں دور لے جاؤنگا اور پھر میں ایک ڈیڑھ سال بعد واپس آنے کے بارے میں سوچونگا۔ لیکن صرف سوچونگا۔ ضارب نے بھی انہیں کے انداز میں کہا۔ لیکن موڈ اور منہ کافی بگڑا ہوا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ سہی کہتا ہے مرزا تمہارے بارے میں پورے مجنو ہو۔ لیکن میرا ضارب ایسا تو نہیں تھا۔ حباء بیگم نے قہقہ لگاتے ہوئے کہا۔ پھر اسکا ہاتھ پکڑکر اسے اپنے ساتھ بیٹھا لیا۔

کیا کریں ماما آپ کی بیٹی نے آپ کے بیٹے کو ایسا بنا دیا۔ ضارب لاچاری سے بولا۔

بدمعاش میری معصوم بچی کو دوش نادو۔ حباء بیگم نے ایک دھپ لگائی۔

ہائے !!!!!!اسکی معصومیت نے ہی تو آپ کے بیٹے کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ضارب انکی گود میں سر رکھتا آہ بھرتے ہوئے بولا۔

ہاں !سب سمجھتی ہوں میں۔ حباء بیگم نے محبت سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

جب سمجھتی ہیں تو بتائیں ناکہاں وہ۔ ضارب انکے گود سے سر اٹھاتا ہوا بولا۔ جس پر حباء بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔

ساری باتیں اپنی جگہ لیکن میں اس بات پر سیریس ہوں کی اب پری تمہارے ساتھ نہیں میرے ساتھ اس کمرے میں رہے گی کم از کم ڈیلیوری تک۔ حباء بیگم اب کی بار سنجیدگی سے بولی۔

لیکن ماما۔

ضارب ہر ماں کے اپنے بچوں کی شادی کو لے کر کچھ ارمان ہوتے ہیں۔ اسی طرح میرے بھی ہیں اس لیئے کوئی لیکن ویکین نہیں۔ انہوں نے ضارب کی بات کاٹ کر کہا۔

بٹ! ماما آپ اپنے ارمان افان جو بھی ہیں مرزا کی شادی پر نکال لیں نا۔ ضارب بے بسی سے بولا۔

بیٹا! میری ایک ہی بیٹی ہے۔ اس لیئے ایک ماں ہونے کی حثیت سے میرے بہت سے ارمان ہیں اپنی بیٹی کی شادی کو لے کر۔ اور پھر پری کے بھی ہر لڑکی کی طرح کچھ خواب خواہش ہونگے اپنی شادی کو لے کر۔ اس لیئے تم اس پر کوئی بحث نا کرو کیونکہ میں تمہارے کسی ضد میں آنے والی نہیں۔ حباء بیگم نے جیسے بات ہی ختم کردی۔

تو آپ کے اور آپ کی بیٹی کے ارمان پورے کرنے کے لیئے مجھ بیچارے پر ظلم کرنا ضروری ہے وہ تو ایسے بھی پورے ہوسکتے ہیں۔ ضارب نے بھی ہار نہیں مانی۔

افف! میری سمجھ نہیں آتا میرا ضارب اتنا عجیب کب سے ہوگیا۔ حبا بیگم اسکی ایک ہی رٹ سے زچ ہوئیں۔

جب سے پریشے احمد کا نام سنا۔ جب آفی نے اسے امانت کہکر تعارف کرایا۔ جب اسے اپنے ہاتھوں سے انعام لیتے پہلی بار دیکھا۔ جب اسکے منہ سے پہلی بار ضری سنا۔ ضارب ایک پیاری مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے ایک جذب کے عالم میں بول رہا تھا۔

ہممممم! میرا بیٹا تو شاعر بن گیا ہے بھئی۔ حباء بیگم نے اسکے بال بگاڑے۔

تو میں اب کیا سمجھوں۔ ضارب پھر مدع پر آیا۔

تم یہ سمجھو کی ڈاکٹر نے کہا ہے کی پری کافی کمزور ہے اسے اچھی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ اور پھر ایسی حالت میں اسکا سیڑھیاں چڑھنا اُترنا نہیں ٹھیک۔ اب بحث نا کرو وہ باہر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہے جا کر مل لو منا لو لیکن سہی سلامت میرے پاس چھوڑ بھی جاؤ۔ حباء بیگم نے اب کی بار سمجھا کے کہا تھا۔

ماما! کونسا میں اسے لے کر چاند پر شفٹ ہو رہا ہوں جو آپ لوگ انکی دیکھ بھال نہیں کر سکتے اور خیال تو میں بھی رکھ سکتا ہوں۔ ہاں رہی بات سیڑھیاں چڑھنے کی تو میں نیچے کے کسی روم میں شفٹ ہو جاتا ہوں۔ سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ ضارب بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ اسکی بات پر حباء بیگم کا شدت سے دل کیا کی اپنا سر پیٹ لے۔

ضارب ایک بات سمجھ لو کی پری کی رخصتی ایک سال تک نہیں ہوگی۔ اب اگر تم نے کوئی ضد کی نا تو میں نے پری کا ایک سال تک تم سے ملنا جُھلنا بھی بند کروا دینا ہے۔۔ انڈراسٹینڈ؟۔ جباء بیگم سختی سے انگلی اٹھا کر بولی۔

جی!انڈراسٹینڈ۔ کی آپ ایک نہایت ہی کوئی ظالم ماں ہیں۔ اور فلموں میں امریش پوری کا کردار اس سے بھی بہتر انداز میں نبھا سکتی ہیں۔ ضارب منہ پھلا کر کہتا وہاں سے نکل گیا۔ پیچھے جباء صرف مسکرا کر رہ گئی۔

مرزا اور مشال کے جانے کے بعد پری وہیں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئی تھی۔ جہاں احتشام کارٹون دیکھ رہا تھا۔ ٹی وی پر ٹام اینڈ جیری کی وہی روایتی لڑائیاں چل رہی تھی۔ کبھی ٹام آگے تو کبھی جیری آگے۔ جسے وہ بہت انجوئے کر رہی تھی۔

کچھ دیر گزرنے کے بعد وہاں راحبہ بھابھی رانیہ کو لے آگئیں تھی۔ اب پری کا سارا دھیان رانیہ کی طرف تھا۔ وہ اسکے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ اور رانیہ اپنی زبان میں ہوں ہاں کر کے اسے جواب دے رہی تھی۔ جس پر پری خوش ہو کر کبھی اسکے گال چومتی تو کبھی اسکے ہاتھ۔

پری! تمہیں شامی چاہیئے یا رانیہ؟ اچانک بھابھی کی طرف سے کیئے گئے عجیب سوال پر پری نے پلٹ کر انہیں دیکھا۔

کیا مطلب۔

مطلب کی تمہیں پہلے شامی چاہیئے یا رانیہ۔ بھابھی نے اپنا سوال ایک بار پھر دہرایا۔

بھابھی مجھے چھوٹے وکیل اور مومی گڑیا دونوں ہی بہت عزیز ہیں۔ اس میں پہلے دوسرے جیسا کیا ہے؟۔ پری نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔ جس پر بھابھی کی شرارتی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی۔

پھر بھی پہلے کون؟ کسی ایک کا نام لو۔ بھابھی نے اسرار کیا۔

بھابھی! میں تو چاہتا ہوں دونوں ایک بار میں ہی آجائیں۔ آخر مسز عنایت کو دونوں برابر عزیز ہیں۔ ضارب جو دروازے پر کھڑا سن رہا تھا اندر آتے ہوئے بولا۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔ یہ بھی سہی ہے۔ لیکن پری کے لیئے پرو بلم ہوجائے گی دو دو بے بی کو ایک وقت میں سمبھالنا۔ وہ تو ایک رانیہ کے رونے پر پریشان ہوکر بھاگنے لگتی ہیں۔ بھابھی نے قہقہ لگاتے ہوئے کہا۔ اور اب پری کو بھابھی کا مطلب سمجھ آیا تو بیچاری ناچاہتے ہوئے بھی سرخ ہوگئی۔

کوئی بات نہیں ہم سب ہیں نا۔ ضارب اسکے قریب آتا ہوا بولا۔

ماما اب ہمارے گھر میں اور بے بی آئینگے؟ احتشام نے اپنی سمجھ کے مطابق سوال داغا۔

ہمممم! آپ کی پری چاچی لے کر آئینگی۔ ضارب نے جواب دیا۔

کہاں سے لے کر آئیں گی؟ اور یہ تو آپی ہیں چاچی کیسے ہوگئی؟۔ چھوٹے وکیل نے ایک ساتھ دو سوال کر ڈالے وہ بھی ایسے سوال جس میں ایک جواب اسکی سمجھ نہیں آتا اور دوسرے کے جواب میں اس نے ہزاروں سوال کرنے تھے۔

سہی نام رکھا ہے اس کا چھوٹا وکیل۔ ضارب اسے گھور کر بولا۔

چاچو بتائیں نا۔ احتشام ٹی وی بند کرتا ادھر آکھڑا ہوا۔

بھئی چھوٹے وکیل صاحب آپ کے بڑے چاچو نے آپ کی پری آپی سے شادی کرلی ہے اس لیئے اب وہ آپ کی چاچی ہوئی۔ اور آپ ke باقی کے سارے سوالوں کا جواب آپ کی ماما دینگی۔ بھابھی پلزز۔ بائے۔ ضارب ہاتھ ہلاتا فوراً پری کا ہاتھ پکڑ کے وہاں سے نکل گیا تھا۔ جبکہ بھابھی پیچھے برا پھسی تھیں احتشام دی فیوچر لویر کے سوالوں میں۔

ضارب پری کو لے کر کمرے میں آگیا تھا۔ اب وہ اسی طرح اسکا ہاتھ پکڑے اسے لے کر ٹیرس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ٹیرس پر مکمل اندھرا تھا۔ ٹیرس کا گلاس ڈور ہٹا کر ضارب نے سائیڈ پر ہاتھ ڈالا تھا۔ جیسے کچھ تلاش کر رہا ہوں۔ اور اسے مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔

کیا ڈھونڈھ رہے ہیں؟

کچھ نہیں آپ اپنی آنکھیں بند کریں۔۔ ضارب کی ہدایت پر پری نے بنا سوچے سمجھے اپنی آنکھیں بند کر دی۔ ضارب نے بھی احتیاطی طور پر اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھتا آگے بڑھا۔ ٹیرس کے وسط میں آکر ضارب نے اپنا ہاتھ ہٹایا۔ پھر کھٹ سے بٹن پریس کیا۔

اب آپ آنکھیں کھول سکتیں ہیں۔ ضارب نے سرگوشیانہ انداز میں کہا تھا۔ پری نے دھیرے سے آنکھیں کھولی تو پھر اسکی آنکھیں کھلی کی کھلی ہی رہ گئی۔

پورا ٹیرس چھوٹی چھوٹی فینسی لائٹ سے جگمگا رہا تھا۔ ان لائٹس کو بڑی مہارت کے ساتھ بڑے بڑے گملوں میں لپیٹا گیا تھا۔ ہرے پتوں پر پیلی روشنی اپر سے چاندنی میں نہایا ٹیرس آسمان پر جھلملاتے تارے اس میں روشنیاں بکھرتا چودھویں کا چاند۔ پری بڑی فرصت سے پورے ماحول کا جائزہ لے رہی جب اچانک اسکی نظر اپنے پیروں پر پری۔

اپنے قدموں تلے گلاب کی پنکھریاں دیکھ کر اسکی چیخ نکل گئی تھی۔ اس نے خوشی سے پلٹ کر ضارب کو ہگ کیا۔

یہاں بیٹھ جائیں۔ ضارب اسے خود سے الگ کرتا اسے کھڑا کیا اور پیچھے ہٹ کر ایک سائیڈ پر ہو گیا اور جب واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں پری کا گٹار تھا۔

میں آپ جیسا پرفیکٹ تو نہیں ہوں لیکن پانچ دن کی مسلسل محنت سے کچھ سیکھا ہے۔ ضارب گٹار گلے میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

رہنا تو پل پل دل کے پاس
جوڑی رہے تجھ سے ہر ایک سانس

خود پے پہلے نا اتنا یقیں مجھ کو ہو پایا
مشکل سی گھڑیاں سا ہوئی اب جو تو آیا

ایک بات کہوں تجھ سے تو پاس ہے جو میرے
سینے سے تیرے سر کو لگا کے سنتا میں رہوں نام اپنا

اوَلکھدی تیرے ناجیندری جانیے
بس رہنا تیرے نال وے زوریے
رہنا تو پل پل دل کے پاس
جوڑی رہے تجھ سے ہر ایک سانس

سینے سے تیرے سر کو لگا کے
سنتا میں رہوں نام اپنا۔

نال تیرے ایک گھر میں سوچاں
باڑی کھلاتے چند دکھ جاوے
آنکھا نچ بیتن راتاں ساڑیاں
جے من لاگے تے آنکھ نالاگے

پیاری ہی اوڑھے تے پیار ہی کھانا
وچ کوئی اوے تے پیار ہی آنا
دنیاں تے وچ ایسی دنیاں تے دور
ہونڑلار کرے میرا ہر سپنا

سینے سے تیرے سر کو لگا کے
سنتا میں رہوں نام اپنا

تیری انگلیوں سے آسماں پے کھینچوں ایک لمبی لکیر
آدھا تیرا آدھا میرا اس جہاں میں ہم دوا میر

کوئی نظر نا اوے مینو تو دنیاں تو وکھڑی ہو گئی

اٹھا تینو تکتا جاواں تو ہی میری نوکری ہو گئی

دوریاں ایک پل اب ناگوارہ ہو
چل دووے دنیاں تیرے سنگ گوارہ ہو

سینے سے تیرے سر کو لگا کے
سنتا میں رہوں نام اپنا۔

ضارب دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا پری کے مقابل آگیا تھا۔ لیکن پری کی محویت نہیں ٹوٹی تھی۔ وہ ایک ٹک ضارب کو دیکھے جا رہی تھی۔

پری آج آپ سے ایک گزارش اور ایک خواہش مانگ رہا ہوں کیا دینگی آپ؟ ضارب اسکے دونوں ہاتھ تھام کر محبت سے بولا۔ تب پری کی محویت ٹوٹی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر دور جانا چاہا تھا لیکن گرفت مظبوط تھی۔

بولی دیں گی؟

کک۔۔۔ کیا؟

گزارش یہ ہے کی آپ مجھے دوبارہ ائینجل کہنے کی اجازت دی دیں۔ اور خواہش یہ ہے کی آپ پھر سے مجھے ضری کہ کر مخاطب کیا کریں گی۔ ضارب بڑی آس بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا پری چاہ کر بھی انکار نہیں کرپائی۔ اس لیئے بس اثبات میں سر ہلادیا۔

تھینکس !ضارب نے فرط مصرت سے اسے اپنے اندر بھینچ لیا۔

مم۔۔ میرے گول گپے۔ پری زبردستی اسے خود سے الگ کرتی ہوئی بولی۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔ چلیں ادھر ہے۔ ضارب اسے اپنے بازوں میں سمائے ہی سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا۔

آپ مجھے آپ کیوں کہتے ہیں؟ پری نے اسکے لیئے کھینچی گئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ضارب ہولے سے مسکرایا۔

ادب محبت کا پہلا اصول ہے۔ اور مجھے آپ کو آپ کہنا اچھا لگتا ہے کیونکہ آپ میرے آنگن میں اترا ہوا وہ چاند ہیں جو ہر آنگن میں نہیں اترتا۔ آگر میری قسمت سے مجھے ملا ہے تو میں کیوں نا۔ ضارب نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اسے محبت پاش نظروں

سے دیکھتے ہوئے ٹرے اسکے آگے کیا۔ جسے دیکھنے کے بعد پری نے ضارب کو دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی بس ٹوٹ پڑی۔

بتائیں معاف کیا؟

ہمممم!پری اسکی طرف دیکھے بغیر منہ میں پورا ایک گول گپا ڈال کر بولی۔

تھنکس!اینڈ ضری اینڈ ائینجل کی یہ گول گپے ڈیٹ سب یاد رکھیں گے۔ میرا یقین ہے آج تک کسی نے لڑکی کو گول گپا کھلا کر امپریس نہیں کیا ہوگا۔ ضارب پری کو اپنی باہوں میں لیتا ہوا بولا۔ لیکن مزاہمت بالکل نہیں ہوئی تھی۔ آخر معملہ گول گپے کا تھا۔

میرے مسلک میں نہیں تجھ کو کروں میں سجدہ
کیا کروں تو ہی بتا تجھ کو منانے کے لیئے

مرزا مشال کے لیئے گاڑی کا ڈور کھولتے ہوئے بولا۔ جس کا منہ ابھی تک پھولا ہوا تھا۔

آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گیارہ بج رہے ہیں چپ چاپ گھر چلیں۔ مشال تڑخ کر بولی۔

وہ لوگ مرزا کے دوست کے گیسٹ ہاؤس میں آئے تھے جہاں پر پارٹی رکھی گئی تھی۔ اب پارٹی آلموسٹ ختم ہو چکی تھی اس لیئے مرزا سب سے مل کر مشال کو لیتا باہر پارکنگ میں آیا تھا۔

مشال پارٹی میں سب سے تو اچھے سے ملی تھی۔ لیکن مرزا کی طرف سے منہ موٹا ہی تھا۔

مرزا اسکے پھولے ہوئے چہرے پر ایک نظر ڈالتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ مشال اپنا چہرہ دوسری طرف موڑ کر بیٹھ گئی۔

اللہ کیا یہی ایک نمونہ رہ گیا تھا میرے لیئے۔ مشال رو دینے کو تھی۔ وہ اپنے صدمے میں اس طرح ڈوبی ہوئی تھی کے اسے گاڑی دوسری طرف مڑنے سے لے کر رکنے تک کی خبر نہیں ہوئی۔

اترو۔ مرزا اسکی طرف کا ڈور کھول کر بولا۔ مشال نے کچھ چونک کر چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ جہاں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اس سے پہلے کی وہ منہ کھولتی مرزا اسے باہوں میں اٹھائے لے کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس قدر بوکھلائی ہوئی تھی کے مزاہمت بھی نہیں کر پائی۔

مرزا اسے لے کر بڑے سے سویمنگ پول کے پاس آگیا تھا۔ پھر احتیاط سے اسے نیچے اتارا۔ مشال کچھ دیر تک تو خود کو سنبھالتی ہی رہ گئی۔ لیکن جب آس پاس کا جائزہ لیا تو۔

واؤ!!!!!!!!!!!!!!مشال دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھتی ہوئی چہک کر بس اتنا ہی بول پائی۔

کیونکہ اسکے بالکل سامنے گلاب کی پتیوں سے ہیپی برتھڈے چھپکلی لکھا گیا تھا۔ جس کے چاروں طرف دئے جلائے گئے تھے۔ لال گلاب کی پنکھڑیاں اس کے اطراف ٹمٹماتے دیئے دونوں ہی کمال لگ رہے تھے۔

ادھر دد یکھو۔ مرزا نے اسکا دھیان سویمنگ پول کی طرف کرایا۔

واو مرزا اٹس بیوٹیفل۔ مشال مرزا کا بازو تھامتی بچوں کی طرح اچھل کر بولی۔ کیونکہ پانی میں اترا چودھویں کا چاند لگ ہی ایسا رہا تھا۔

تم نے کہا تھا نا تمہیں دیئوں کی پیلی روشنی میں چاند کی اجلی روشنی دیکھنا بہت
پسند ہے۔ مرزا نے اسے اسکی کہیں بہت پرانی بات یاد دلائی۔

آپ کو ابھی تک یاد ہے؟ مشال نے حیرانی سے پلٹ کر مرزا کا چہرہ دیکھا۔ اس نے تو یہ بات بہت پہلے ایک موو ی کے سین سے ایمپریس ہو کر کہا تھا۔

بالکل !مرزا الطوفی اپنی چھپکلی کی کہی بات بھول سکتا ہے کیا؟ اور نا ہی اپنی چھپکلی برتھ ڈیٹ بھول سکتا ہے۔ مرزا اسے دوبارہ اپنی باہوں میں اٹھا کر پول کے بالکل پاس آ کھڑا ہوا جہاں بہت سارے دیوں کے بیچ چھوٹا سا کیک رکھا تھا۔

ہیپی برتھڈے مشی۔ میں نہیں کہونگا کی تم میری جان ہو زندگی ہو۔ تمہارے بغیر نہیں جی سکتا سانسیں رکنے لگتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ سارے بے فضول کے ڈائلاوگ ہر لڑکی پر دل ہارنے والے لوفر لوگ بولتے ہیں۔

اور نا ہی میں یہ کہونگا کی میں تمہارے لیئے چاند تارے توڑ کر لاؤنگا یا ساری دنیاں کی خوشیاں تمہارے قدموں میں لا کر ڈال دونگا۔ یہ سب تو سی گریٹ فلاپ موو ی کے چیپ رومانس سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔ مرزا اسے لے کر بالکل کیک کے پاس آ گیا تھا پھر چاقو اٹھا کر اسکے ہاتھ میں دیا۔

اچھا تو پھر آپ کیا کہیں گے؟ مشال نے کیک کاٹ کر اسکے منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

میں صرف اتنا کہونگا کی تم میری ساتھی ہو بچپن کی اور میری خدا سے بس یہی دعا ہے کی مرزا عنایت کی آخری سانس تک مشال مرزا غالب عنایت اسکی ساتھی رہے۔ مرزا وہی کیک اسکے منہ میں ڈالتا ہوا بولا۔

Iloveyoumirza.
مشال بے ساختہ اسکے گے لگی تھی۔
Iloveyoutoo
مرزا بھی اسے اپنی اندر بھینچ لیا تھا۔

اب سوییمنگ پول کے نیلے پانی میں مکمل چاند کے عکس کے ساتھ ایک اور مکمل منظر تھا۔ ایک خوبصورت جوڑے کا

ایک سال بعد۔

یار چھپکلی کبھی شرما بھی لیا کرو کیا مجھے دیکھ کر بے شرموں کی طرف دانت نکال رہی ہو۔ تمہیں اس طرح دیکھ کر تو مجھے شرم آرہی ہے۔ مرزا مشال کو مسکرا کر خود کو دیکھتا پا کر جھلا کے بولا۔ وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے فوٹو شوٹ کرا کے اسٹیج پر آئے تھے۔ پاس سے گزر رہے کمرہ مین کو دیکھ مشال کو دوبارہ

شوٹ کرانے کا شوق ہوا تھا۔ جس پر ایک گھنٹے کی فوٹو شوٹ سے تنگ مرزا جھلا کے اسے ٹوک گیا۔ ان کی محبت اپنی جگہ اور لڑائی اپنی جگہ۔

میں نہیں شرما ورما رہی اگر۔ آپ کو شرم آ رہی ہے تو آپ کالے کورٹ والے جھوٹے وکیل ٹوپی برقعہ پہن کر آ جائیں۔ آپ جائیں بھیا تھینکس۔ مشال دانت پیس کر کہتی فوٹو گرافر کا شکریہ ادا کرتی اپنی جگہ دھپ سے بیٹھ گئی۔

بہت شکریہ مسز کالا کورٹ۔ مرزا مشکور ہوا۔

آج ضارب اور مرزا دونوں کا ولیمہ تھا۔ بڑے سے اسٹیج پر موجود صوفوں میں ایک پر ضارب پری اور انکے تین مہینے کا شہزادہ شہزاد ضارب کے گود میں سو رہا تھا۔ جبکہ دوسرے صوفے پر مرزا اور مشال بیٹھے تھے۔

فائنلی یار آج میری قید با مشقت ختم ہوئی۔ ضارب ایک ٹھنڈی سانس
فضاء کے سپرد کرتے ہوئے بولا۔ ضارب کے انداز پر پری بے ساختہ مسکرائی تھی۔

ہنس کر دل نا جلایں آپ بھی ماما کی سازش میں برابر کی شریک تھیں۔ ضارب اسے مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے بولا۔

جاء بیگم نے اپنے کہے کے مطابق سچ میں پری کو پورے سال ضارب کے کمرے میں جانے دینا تو دور کی بات سیڑھیوں پر قدم تک رکھنے نہیں دیا تھا۔ ضارب نے بہت ہاتھ پیر مارے تھے لیکن جاء بیگم نے بھی ثابت کر دیا کی وہ اسکی ماں ہیں۔

میرے ایک سال کے اس چھوٹے ضارب والے ڈرامے کا بہت اچھا بدلہ نکالا ہے آپ سب نے مل کر۔ لیکن خیر ہے اب آپ اپنی خیر منائیں کیونکہ اب میں آزاد ہوں۔ کیوں جونئر شیف؟ ضارب نے جھک کر شہزاد کی تائید چاہی۔

جونیئر شیف صاحب آپ اپنے سینئر شیف صاحب کو ذرا خبر دار کر دیں کی وہ زیادہ ہنڈریڈ اوٹ اوف ہنڈریڈ وکیل مرزا غالب عنایت کی بہن کو ڈرانے کی کوشش نا کریں ورنہ کیا پتا ابھی سپریم کورٹ سے اوڈر آجائے کی جب تک جونیئر شیف اپنی قدموں پر چل کر سینئر شیف کے کمرے تک نہیں جاتے تب تک دوبارہ سے سینئر شیف کی چھٹی ہے۔ مرزا سائیڈ سے انڈائریکٹ دھمکی دی۔ جس پر ضارب نے تلملا کر رخ موڑا۔

کورٹ کالا ہے کم از کم زبان تو کالی مت کرو۔ جب بھی منہ کھولا منحوس ہی بولو۔ لیکن میں بھی بتا دوں اس بار اگر ایسا کچھ ہوا تو سینئر شیف اپنی مسز شیف اور جونیئر شیف کو لے کر عنایت ہوٹل کے کسی کمرے شفٹ ہو جائیں گے۔ آخر کو ظلم سہنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ضارب نے کھلے عام دھمکی دی۔

فلیم کم کریں شیف صاحب اب آپ کے ساتھ کوئی نا انصافی نہیں ہو رہی۔ یہ ایڈووکیٹ صابر عنایت کی زبان ہے۔ تبھی صابر جباء بیگم لوگوں کے ساتھ کیمرامین کو لیئے اسٹیج پر آیا تھا۔ اور آتے فوٹوگرافر نے سب کو طریقہ سے صوفوں پر بیٹھنے کے لیئے کہا۔

ویسے ہمارے بیٹے کو عام بچوں طرح ایک بات کی شکایت نہیں ہوگی کی اسے اپنے ماما بابا کی شادی میں نہیں بلایا گیا۔ ضارب نے سب کے پوزیشن لے تے ہی شہزاد کی پیشانی کا بوسہ لے تے ہوئے لطیفہ چھوڑا۔ جس پر سب نے زور سے قہقہ لگایا تھا اور یہ ہنسی کے خوبصورت پل ہمیشہ کے لیئے کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہو گئے تھے۔

ختم شد
